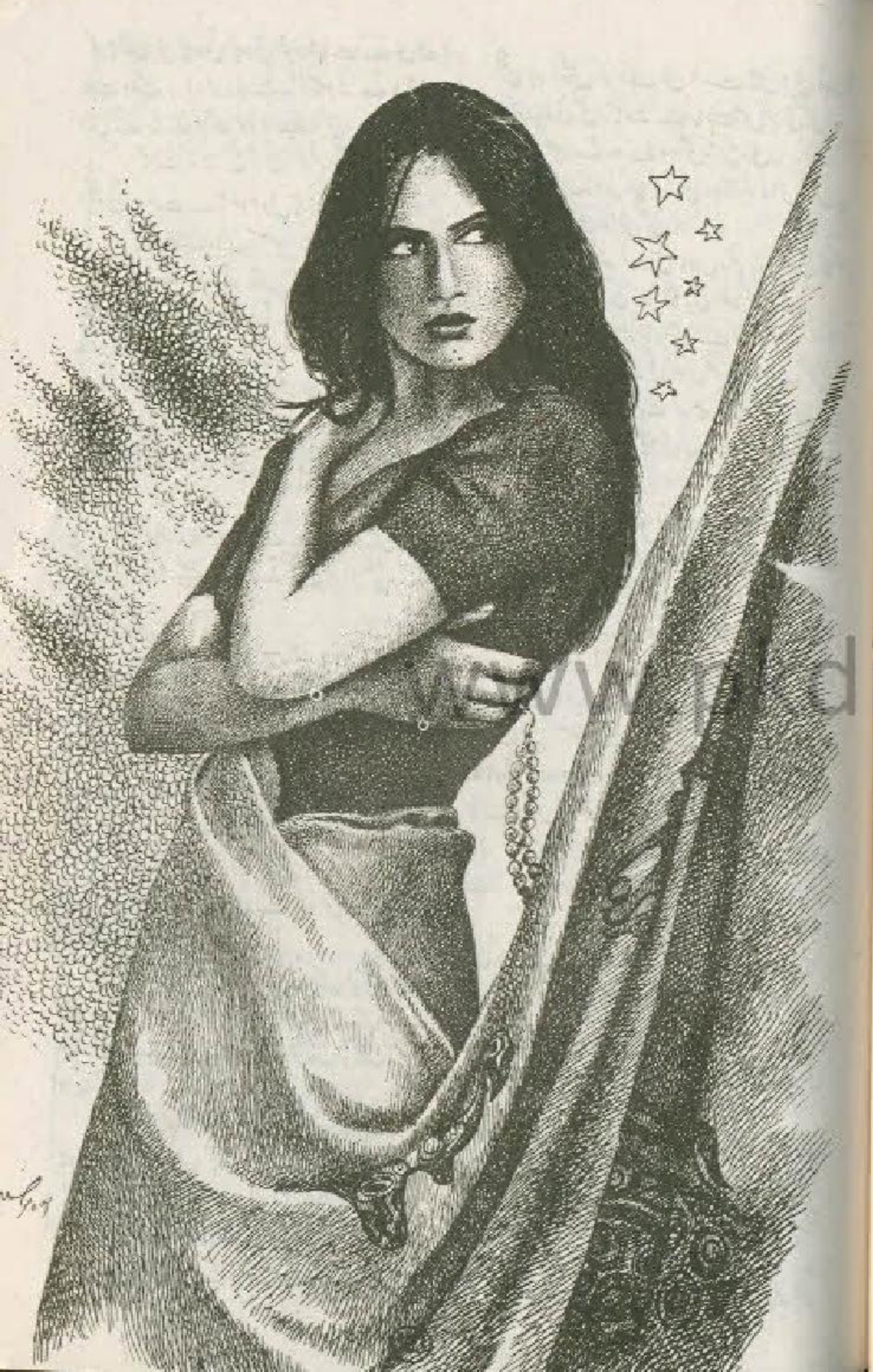

موسم گل کی دستک

فوزیہ غزل

''میں سوگز پر بنی کوٹھی جو فل ایئر کنڈیشنڈ ہو، نئے ماڈل کی کار، کیبل اور ڈی وی ڈی کی سہولت امپورٹڈ ملبوسات، ہائی جینک فوڈ، قدموں تلے نرم نرم ایرانی اور لاطینی قالین، سرسراتے امریکی ریشمی پردے، مہنگے ترین شاپنگ سینٹرز، بڑے بڑے پارک اور تفریح گاہیں، چائنیز ریسٹورنٹ، فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ڈنرز اور ایک انتہائی ہینڈسم بندے کا ساتھ۔''

''بس بس اب جاگ جاؤ، ورنہ ہوا میں اڑتے ہوئے بڑے برے طریقے سے زمین پر گرو گی۔'' میمونہ جو بڑے دھیان سے اس کی خواب کہانی سن رہی تھی زچ ہو کر بولی۔

''دشمن نما دوست لڑکی تم ہمیشہ عین کلائمکس پر پہنچ کر میرے خوابوں کا سلسلہ منقطع کر دیتی ہو، تم سے چند لمحے چپ نہیں رہا جاتا ہوتا۔'' وہ غصے سے بولی۔

''نہیں کیونکہ تمہاری روز، روز کی خواب کہانیوں نے میرا دماغ کھالیا ہے اللہ کی بندی یہ ٹائم آفس میں لنچ بریک کے لئے ملتا ہے نہ کہ ایسی بے تکی باتوں کو لگاتار سننے کے لئے۔''

''کیا کہا میرے خواب، معصوم خواہشات اور چھوٹی چھوٹی تمنائیں تمہارے لئے بے تکی ہیں۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

''چھوٹی چھوٹی تمنائیں یہ اگر تمہاری چھوٹی چھوٹی تمنائیں ہیں تو بڑی بڑی کیا ہوں گی۔'' وہ حیرت سے چلائی۔

''بڑی بڑی۔'' اس نے خوابوں کی چمک سے دمکتی خوبصورت سیاہ آنکھیں جھپکیں اور مسکرائی۔

''اب پلیز یہ بڑی بڑی خواہشات بیان نہ

www.pkdigest.com

مکمل ناول

کرنا تمہاری چھوٹی چھوٹی خواہشات نے ہی میرا بہت وقت برباد کردیا ہے۔'' میمونہ نے باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

''بہت بدتمیز لڑکی ہو تم، تمہیں ذرا اپنی اکلوتی دوست سے معصوم دل کا خیال نہیں۔''

''تمہارے اس معصوم عرف لالچی دل کا خیال کرتے کرتے میں کسی دن تسلیم کمال صاحب کی نگاہوں میں آگئی تو اپنی جاب سے ہاتھ دھو بیٹھوں گی۔''

''ارے تم جاب کی فکر نہ کرو مجھے امیر تو ہونے دو ذرا، پھر دیکھنا تمہیں ایسے ہی شاندار آفس کی M.D بنا دونگی۔'' وہ تسلی دیتے ہوئے بولی۔

''تمہارے امیر ہونے کے انتظار میں اپنے گھر والوں کو جیتے جی فاقے نہیں کروا سکتی۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''انتظار کیسا؟ بیوقوف اور بے صبری لڑکی بس اب چند دن رہ گئے ہیں میری قسمت کا ستارہ بہت اونچا چمکنے والا ہے بالکل لڑکی اپنی P.R VIP لوگوں سے بنائے رکھنی چاہیے تم مجھ سے اب دوستی رکھو گی تو کل کو میں تمہیں اپنے مہنگے مہنگے سوٹ، سینڈلز، ہینڈ بیگز، جیولری ایک دفعہ استعمال کر کے گفٹ کر دیا کرونگی پھر تم بھی شوہارا کرنا کہ پھوپھی نے دبئی سے منگوائی ہے، خالہ نے لندن سے لا کر دی ہے۔''

''بہت بہت مہربانی تمہاری اس فیاضی اور سخاوت کی اور Please get out میں اب تمہاری یہ بے پر کی سننے کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔''

''تم کل کو جو مرضی کر لینا I don,t care لیکن اب میرا پیچھا چھوڑو اور اپنا کام مکمل کر لو کہیں مجھے چھوڑتے ہوئے اپنی جاب نہ چھڑوا لینا، کیونکہ ایم ڈی صاحب اپنے گلاس ڈور سے ہمیں دیکھ رہے ہیں۔'' میمونہ کے اتنا کہنے کی دیر تھی وہ اچھل کر ایک ہی جست میں اپنی جگہ آ موجود ہوئی تھی، میمونہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی اور میمونہ کو گھورتے ہوئے وہ بھی ہنس دی۔

''اے زوبی کیا کر رہی ہو؟'' وہ اس ٹیبل پہ ہاتھ رکھے جھکے کھڑی تھی۔

''بہت کچھ کر رہی ہوں، تم بتاؤ کوئی کام ہے کیا؟'' وہ ذرا کی ذرا نگاہیں اٹھا کر بولی۔

''آج لنچ کا ارادہ نہیں ہے کیا؟''

''بس میں اٹھنے لگی ہوں تم ذرا ہیلپ کرا دو سارے کاغذات سمیٹ کر میرے ٹیبل کی نچلی دراز میں رکھ دو۔'' وہ تیزی سے لیٹر ٹائپ کرتے ہوئے بولی۔

''تمہارے لئے ایک Good news ہے۔'' میمونہ آفس کے کیفے ٹیریا میں آتے ہوئے بولی، زوباریہ نے استفہامیہ انداز میں نگاہیں اٹھا کر صرف دیکھا تھا پوچھا کچھ نہیں۔

''ہمارے آفس کی طرف سے اپنے بزنس پارٹنر کے کامیاب اور گولڈن جوبلی سال مکمل ہونے پہ تسلیم کمال صاحب Peasl continental hotal میں بزنس کمیونٹی کے بڑے لوگوں کو ڈنر دے رہے ہیں۔''

''اچھا، اس میں میرے لئے خاص بات کیا ہے؟'' زوباریہ نے آنکھیں سکوڑیں۔

''تمہارے لئے خاص بات یہ ہے کہ، ایم ڈی صاحب نے اپنے آفس کے سارے جونیئر اور سینئرز عملے کو بطور خاص اس ڈنر پارٹی پہ انوائیٹ کیا ہے۔''

''مطلب کہ ہم بھی جائیں گی۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''بالکل اور اس خاص پارٹی کے لئے کچھ خاص تیاری بھی کرنا ہو گی، ڈریسز کا انتخاب، جوتے، ہلکی پھلکی مگر نفیس جیولری ایک مہنگا ہینڈ بیگ، اپنی اس ماہ کی ساری سیلری اس پارٹی کے لوازمات کی نذر ہو جائے گی۔'' میمونہ کچھ فکر

مندی سے بولی۔

''وہ تو ہے اور جانا بھی ضروری ہے، انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔'' زوباریہ نے اسے دیکھا۔

''تمہارے لئے تو بہانہ بنانا بہت آسان ہے سر کو معلوم ہے تمہاری Mother ہاسپٹلائز رہی ہیں۔''

''تم ٹھیک کہتی ہو مگر میں یہ پارٹی ضرور اٹینڈ کرونگی، اپر کلاس ماحول، اپر کلاس لوگ، مصنوعی، خوابوں کی حقیقی روشنیاں کیسی ہیں وہ دیکھوں گی، خواہشات بند پلکوں سے نکل کر کھلی آنکھوں سامنے ہوں تو کیا محسوس کراتی ہیں، میں یہ سب قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''زوباریہ خدا کرے کہ تمہارے خواب پورے ہوں اور تم ایک من چاہی زندگی گزارو مگر ہر وقت ہر بات پہ خواب دیکھنا چھوڑ دو کبھی کبھی یہ خواب بہت دکھ دیتے ہیں۔'' میمونہ نے رسان سے سمجھایا۔

''دکھ تو حقیقتیں بھی بہت دیتی ہیں، جب دونوں طرح دکھ ہی جھیلنا ہے تو پھر اپنی مرضی کا دکھ کیوں نہ جھیلا جائے۔'' وہ آرام سے بولی۔

''دکھ کے زمانے میں سکھ کے خواب دیکھنے والی پیاری لڑکی رب تمہارے سارے دکھ ہلکے کرے۔'' میمونہ بس خاموشی سے دل میں دعا کرتی اسے دیکھتی گئی۔

براؤن لانگ بل اوور اور بلیو جینز پر بلیو شال اوڑھے قدرے سافٹ میک اپ نفیس سی جیولری اور سیاہ نازک اسٹریپ والی سینڈل پہنے وہ مکمل طور پر ایلیٹ کلاس کی قدرے مہذب لڑکی نظر آ رہی تھی۔

''ماشاءاللہ بہت اچھی لگ رہی ہو، اتنا مہنگا ڈریس خرید کے پھر پہن کے اس کی قیمت مزید دوگنی کر دی تم نے۔'' میمونہ بے ساختہ بولی تھی۔

''معوش بھی بہت تعریف کر رہی تھی ویسے سچ سچ بتاؤ اوور تو نہیں لگ رہی۔'' وہ ذرا تشویش

www.pkdigest.com

بیوٹی ٹپس

سب سے اہم چیز جلد ہوتی ہے جلد اچھی ہو تو میک اپ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوبصورت جلد ہی شخصیت بدلتی ہے۔

جلد تین قسم کی ہوتی ہے:

(1) نارمل جلد (2) خشک جلد (3) چکنی جلد

﴿خشک جلد﴾

(1) خشک جلد کے لئے آسان ٹپ یہ ہے کہ روزانہ کولڈ کریم کا استعمال کیا جائے۔

(2) تھوڑا سا روغن بادام لے کر چہرے اور ہاتھوں پاؤں کی مالش کی جائے۔

(3) خوب پانی پیا جائے اور اپنی خوراک میں تازہ سبزیوں اور پھلوں کا استعمال کیا جائے۔

﴿نارمل جلد﴾

(1) کولڈ کریم میں لیموں ملا کر لگانے سے چہرے کا رنگ نکھر جاتا ہے۔

(2) چہرہ فریش کرنے کے لئے تھوڑے سے دہی کا چہرے پہ مساج کریں۔

(3) اخبار میں تھوڑا سا چنبیلی کا تیل ملا کر اچھی طرح منہ پر مساج کریں اور فیس واش سے چہرہ دھو لیں۔

﴿چکنی جلد﴾

(1) میڈیکیٹڈ سوپ استعمال کریں۔

(2) منہ دھو لینے کے بعد اسکن ٹونر کاٹن کی مدد سے چہرے پر لگائیں۔

(1) ہر روز رات سونے سے پہلے CleansingMilk سے چہرے اور ہاتھوں، پاؤں کا مساج کر لیا کریں۔

﴿پھٹی ہوئی جلد﴾

دو کھانے کے چمچ ویسلین، ایک شیشی گلیسرین اور ایک چمچہ، عرق گلاب ملا کر رات کو سونے سے پہلے لگا لینے سے پھٹی جلد ٹھیک ہو جاتی ہے۔

فرحین ملک، دھوریہ

سے بولی۔

''ارے نہیں زوبی تم تو اسی شاندار ماحول کا بہت خوبصورت سا حصہ دکھائی دے رہی ہو۔'' میمونہ کے کہنے پر وہ تفاخر سے مسکرائی اور یہ تھا بھی سچ بہت سی نگاہیں بے ساختہ اس پہ اٹھ کر ستائشی انداز میں سراہ رہی تھیں۔

''میں نے تو مہوش سے بھی کہا تھا تم بھی چلو مزا آئے گا، مگر وہ ہجوم سے گھبراتی ہے آئی نہیں۔''

''مہوش بھی عجب سنکی لڑکی ہے بھلا آ جاتی۔'' میمونہ بولتی ہوئی اس کا ہاتھ پکڑے ایک طرف رکھی چیئرز کو گھسیٹ کر بیٹھی۔

''مونا کتنے امیر اور بڑے لوگ مدعو ہیں اور یہ اپنے آفس کی نجمہ عرف نجو کو دیکھا تم نے ایک تو رنگ روپ کے معاملے میں بیچاری ویسے ہی بخشی ہوئی ہے دوسرا قد رچھوٹا جسم موٹا اور بنی ہوئی کیا ہے ذرا دیکھو۔'' وہ اسے متوجہ کرتے ہوئے بولی تو میمونا نے مڑ کر دیکھا۔

سیاہ رنگ کے بے حد چست سوٹ میں گھٹنوں تک آتے اپنے لمبے بالوں کو پتلی مریل چٹیا سانپ کی طرح لہراتی بے حد گہرے میک اپ کے ساتھ وہ بلا بنوری لگ رہی تھی۔

''مجھے تو یہ سمجھ نہیں آرہی اس نے اتنا ٹائیٹ لباس اپنے وجود پہ چڑھایا کس کھینچا تانی سے ہوگا اور اتارتے ہوئے اسے کتنی تکلیف ہوگی۔'' کوئی دوسری خاتون نجو پہ ہی تبصرہ کر رہی تھی، وہ دونوں ہنس کر ایک دوسری کو دیکھنے لگیں۔

''مونا میں نے سنا تھا اس ڈنر پارٹی میں درانی انڈسٹری کے اکلوتے سربراہ کے بیٹے واصب درانی بھی آئیں گے جنہوں نے اپنے کام، محنت، توجہ اور شاندار شخصیت سے سب کو متاثر کیا ہوا ہے۔'' نجمہ صرف نجو انہی کے پاس آ موجود ہوئی۔

''وہی واصب درانی جن کی امارت، وجاہت اور بزنس کی ترقی کا تذکرہ ہمارے آفس میں بھی ہوتا ہے۔'' زوبار ہی نے دلچسپی سے پوچھا۔

''وہی ہیں اور میرے خیال میں وہ ابھی آئے نہیں ورنہ یہاں تھرتھری مچی ہوتی، کیونکہ موصوف بہت Perfectionist اور Imprrive perasonality کے مالک ہیں۔'' میمونہ بولی۔

''اور آج کی پارٹی میں بہت سی لڑکیاں ایسے ہی نوجوانوں کو پھانسنے کے لئے آئی ہیں۔'' نجو نے کہا۔

''ہائے واوے تمہارا شمار بھی ان لڑکیوں میں کیا جاسکتا ہے کہ نہیں۔'' زوباریہ نے چھیڑا۔

''میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ویسے بھی میرا خیال ہے کسی کو آئیڈیل بنانے سے بہتر ہے کہ خود کسی کا آئیڈیل بن جاؤ۔'' نجو فلسفیانہ انداز میں بولی۔

''تمہارا مطلب ہے تم کسی کی آئیڈیل بن چکی ہو کیا واقعی؟'' زوباریہ اس کی طرف ذرا جھک کر بولی۔

''بس میں کیا بتاؤں، خدا نے بنایا ہوگا۔'' وہ مصنوعی شرماہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

''کس کی آئیڈیل؟ واصب درانی کے لئے تو نہیں بنا دیا۔'' میمونا نے زوباریہ کو آنکھ مار کر کہا۔

''ہائے اللہ، اب اتنے لوگوں میں تو نہ مذاق کرو۔'' نجو نے انگلی منہ میں دبا کر لہرائی دار جھٹکا لیا اور ہنستے ہنستے ان کی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا۔

''واہ نجو واہ ایسے بڑے لوگوں کے گھروں میں تو ملازمائیں بھی حسین اور تم سے زیادہ پڑھی ہوئی ہیں کہاں تم کہاں واصب درانی۔'' مونا اس کے اٹھ کر جانے کے بعد بولی۔

''خواب تو خواب ہوتے ہیں اب اگر وہ کم رو ہے تو کیا اس کا خواب دیکھنے کا حق بھی چھن گیا۔'' زوباریہ ٹھنڈی کولڈ ڈرنک کا سپ لیتے ہوئے سامنے جاتی نجو کو دیکھنے لگی۔

''تم ٹھیک کہتی ہو خواب تو سب کے ہوتے ہیں اور تم کیا ڈائیٹنگ پہ ہو جو صرف ڈرنکس اور ڈرائی فروٹ پہ گزارہ کر رہی ہو یہ اتنا بھرا ہوا ٹیبل کس لئے ہے؟'' مونا نے اسے ٹھوکا۔

''یار ٹیبل بے شک دوسروں کے پیسے سے بھرا ہے مگر پیٹ تو اپنا ہے، اس پہ ظلم کیوں، ویسے یہ بھی آفس کی مہربانی ہے ورنہ ایسی پارٹیز ہلا گلہ ساتھ لائیو میوزک ہماری رسائی میں کہاں۔''

''Now please اداس مت ہونا تمہیں ایک بہت زبردست شخصیت دکھاتی ہوں، I think واصب درانی آچکے ہیں جبھی سارا ماحول بہت اٹین شین سا ہو گیا ہے۔'' مونا نے کہا تو زوباریہ نگاہیں دوڑانے لگی۔

''وہ دیکھو تسنیم صاحب سے گلے ملتا بلیک پینٹ بلیو شرٹ پہ بلیک ٹائی لگائے ہوئے۔'' مونا نے اسے دکھایا تو وہ دونوں آنکھیں پوری کھولے تحیر زدہ سی اپنے سامنے کھڑے شاندار سے بندے کو دیکھنے لگی جس کی ہلکی مسکراہٹ میں عجب کشش اور خوبصورتی تھی۔

''Very good looking you''۔

''He is matchless''۔

''کتنا زبردست بندہ ہے واصب درانی، کم از کم میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوبصورت اور ہینڈسم شخص نہیں دیکھا، کتنی خوش قسمت ہوگی وہ لڑکی جو اس کی شریک سفر بنے گی۔'' زوباریہ نے رشک سے دیکھتے ہوئے حسرت آمیز انداز میں کہا تو میمونہ ذرا دور کھڑے واصب درانی کے متبسم چہرے پر نظریں دوڑا کر اسے چھیڑتی ہوئی بولی۔

''ہوسکتا ہے کہ وہ خوش قسمت لڑکی تم ہی ہو۔''

''ہاہ، اپنی ایسی قسمت کہاں؟'' اب اس کے لہجے میں ملال چھلکا جس کو محسوس کرکے میمونہ کھلکھلا کر ہنسی۔

''میرا خیال ہے اب اجازت لے لیں تسنیم کمال صاحب ادھر ہی آرہے ہیں، مجھے امی کی رپورٹس لینے ڈاکٹر کے پاس بھی جانا ہے۔'' زوباریہ کے کہنے پر میمونہ نے تائیدی انداز میں سر ہلایا اور دونوں آگے بڑھیں۔

''سر، کافی ٹائم ہو گیا ہے ہمیں جانے کی اجازت دے دیں، ان فیکٹ زوباریہ کو اپنی امی کی رپورٹس لینے ڈاکٹر کے کلینک جانا ہے۔'' میمونہ نے شائستہ انداز میں کہا تو وہ ان کی آمد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے الوداعی سلام کرنے لگے اور وہ دونوں پارکنگ ایریا کی طرف آگئیں جہاں آفس کے تمام سٹاف ممبرز کو گھر پہنچانے کے لئے کوچیں موجود تھی۔

''کیا ہی اچھا ہوتا جو ہمارے پاس واصب درانی صاحب ہوتے۔'' زوباریہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکاتے ہوئے بولی۔

''تاکہ پھر وہ تمہاری اس معصوم صورت اور شوخ طبیعت پہ عاشق ہو جاتے اور افسانوں کے ہیروز کی طرح ظالم سماج کی تمام دیواروں کو گراتے ہوئے تم سے شادی کر لیتے۔'' میمونہ نے کہا۔

''فٹے منہ میرا یہ مطلب تھوڑا تھا میں تو اس لئے کہہ رہی تھی کہ اتنے Attractive (پرکشش) بندے کے انڈر کام کرتے ہوئے ذہن فریش اور موڈ خوشگوار رہتا۔'' وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

''اچھے اور پرکشش وہ صرف پرسنالٹی وائز ہیں کبھی ان کے اپنے آفس جا کر پوچھو موصوف کا عملہ ان کی شخصیت گیر طبیعت اور تفتیشی انداز سے کتنا عاجز ہے۔'' میمونہ نے حقیقت بتائی کیونکہ اس کی اپنی کزن درانی ٹیکسٹائل ملز میں بطور

www.pkdigest.com

ٹیکسٹائل ڈیزائنر کام کرتی تھی۔

"ویسے ایک بات ہے اتنے وجیہہ ہونے اور Plus امیر ہونے کے باوجود نہ تو ایلیٹ کلاس بوائز جیسی چھچھوری عادتوں کا شکار ہیں نہ خوامخواہ کی شو مار طبیعت ہے۔" میمونہ نے کچھ دیر چپ رہنے کے بعد کہا۔

"ہوں، ٹھیک کہہ رہی ہو اور یہ پہلی بات ہے جو تم نے سولہ آنے سچ کہی ہے۔" وہ بولی۔

"اطلاعاً عرض ہے کہ میں ہر بات سچ ہی کہتا ہوں یہ اور بات ہے کہ تم اسے غلط سمجھو۔"

"اوکے، اب یہ بتاؤ کہ تم میرے ساتھ آؤ گی یا......" زوباریہ نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے اسے دیکھا۔

"تمہارے ساتھ ہی ہاسپٹل چلتی ہوں پھر واپسی پہ تمہیں گھر چھوڑ کے اپنے گھر جاؤں گی۔" میمونہ نے پرسوچ انداز میں کہا۔

"نہیں میمونہ ہو سکتا ہے مجھے اپنی باری کا انتظار کرتے ہوئے دیر لگ جائے اس لئے تم چلی جاؤ تمہارے گھر والے بھی پریشان ہوں گے۔" زوباریہ نے اسے دیکھا۔

"میں اپنے گھر فون کر کے بتا دیتی ہوں۔" میمونہ نے کندھے سے لیدر کا شولڈر بیگ اتارا اور اپنا سیل نکالنے لگی۔

"رہنے دو مونا، تمہارے House no سے بار بار Miss calls موصول ہو رہی ہیں جبکہ تم بتا بھی رہی تھیں کہ کوئی خاص مہمان آئے ہوئے ہیں ایسے میں تمہارا رکنا اچھا نہیں۔" وہ اسے منع کرنے لگی۔

"اور تم شام کے ٹائم یوں اکیلی گھر جاؤ گی میرا دل نہیں مانتا تمہیں اس طرح تنہا چھوڑ کر جانے کو۔"

"Don.t worry moona مسلسل حادثات نے مجھے بہت مضبوط کر دیا ہے اور ویسے بھی اب بہت سے محاذ مجھے تنہا سر کرنے ہیں تو اتنی سی بات پہ کیا گھبرانا، تم جاؤ اوپر والا میرے ساتھ ہے ناں، مجھے کچھ نہیں ہو گا۔" وہ بڑی سہولت سے کہہ کر ہاسپٹل کے سامنے اترنے لگی اس کے اصرار پہ میمونہ نے متذبذب انداز میں چند لمحے دیکھا پھر تسلی دینے والے انداز میں اس کے ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے رکشہ ڈرائیور کو چلنے کا کہا۔

عذاب رتوں کے موسم میں
ہنسنے کو دل چاہے
تو لمحے درد کے
فاصلے بڑھاتے ہیں
زندگی پہ محیط ہوئے جاتے ہیں
آنسو بھی پلکوں پہ جو چمکتے ہیں
مستقل آنکھوں کا ورثہ ہو جاتے ہیں
دکھ کی اذیتیں اتنی کہ
سانسیں پل عذاب کے گن نہیں پاتی نہیں
اور خوشیاں جو ہوں ہاتھ آنے والی
وہ پل میں چھن جاتی ہیں

"غربت، لاچاری سے بھری نگاہیں سسکتی رینگتی زندگی پہ لگے موت کے گھنٹے کی ٹک ٹک سن رہی تھیں، موت جوان کی مفلسی اور بے بسی پہ اپنے پر پھیلائے رقصاں ہونے کو تیار تھی، وسوسے، وہم، درد کا بے انتہا ظالمانہ احساس، خوابوں کی اوڑھنی لئے کھڑی خواہشات سے دیکھتی معصوم لڑکی، جیسے رخسار گلنار کیئے رکھنے کی سرگوشیاں ہنساتیں تو کبھی موت کی آہٹیں دلاتیں، آئس کریم، چاکلیٹ کے لئے ضد کرتی روتی بسورتی سکول جاتی ماھم اور ہر وقت چارپائی پہ مفلوج جسم لئے دل خراش سوچوں سے الجھتا عدیل، ایسے میں غربت، بیماری مہنگا ترین علاج، اس کا دل چاہا تھا زندگی سے ہاتھ چھڑا کر کہیں دور بھاگ جائے لیکن بھاگا ہی تو نہیں جاتا کیونکہ دکھ طویل ہوں یا مختصر اذیتیں مسلسل ہوں یا مسائل

کے انبار دل چاہے نہ چاہے سب کو جھیلنے کو جھیلنا تو پڑتا ہے۔" رپورٹس کی فائل لے کر انتہائی صدماتی اور سکتے کی کیفیت میں وہ یک ٹک ڈاکٹر کو دیکھے جا رہی تھی پچھلے ٹیسٹوں کے بعد اس نے رپورٹ دیکھ کر کتنے وثوق سے کہا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، ہو سکتا ہے کہ رپورٹس چینج ہو گئی ہوں، ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹرز پینل کو غلط فہمی ہوئی ہو۔" ہو سکتا ہے کی گردان اتنی لمبی تھی کہ ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا تھا مگر جو اب ہوا تھا وہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

"کیا یہ واقعی سچ ہے ڈاکٹر صاحب کہ اگر تین ماہ کے اندر میری والدہ کا تبدیلی گردہ آپریشن نہ ہوا تو وہ......" ڈوبتی ناؤ میں سہارے کے لئے اس نے اٹکتے ہوئے فقرہ ادھورا چھوڑا۔

"I am so sorry یہ حقیقت ہے۔" ڈاکٹر نے اسے دیکھا۔

"اس کے لئے تو ایک بڑی رقم درکار ہو گی۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"Exactly اور پاکستان میں یہ آپریشن صرف جناح ہسپتال میں ہوتا ہے اور اس پہ کم از کم خرچ تیس ہزار ہو گا اور میری معلومات کے مطابق پاکستان میں فی الحال گردہ دستیاب نہیں آپریشن کے لئے آپ کو ہالینڈ لے جانا پڑے گا اپنی والدہ کو۔" ڈاکٹر کا انداز خالص پروفیشنل تھا وہ پریشانی اور دکھ سے بھیگی پلکیں جھکا کے ایک بار پھر رپورٹس کو دیکھنے لگی۔

"السلام علیکم!" ہشاش بشاش لہجے میں کہتے ہوئے کوئی شخص تیزی سے آیا تھا۔

"وعلیکم السلام، اچھے رہے یار، تم نے تو بہت انتظار کروایا۔" ڈاکٹر صاحب اٹھ کر گلے ملتے ہوئے شکوہ کر گئے۔

"سوری یار Butt تم تو جانتے ہو کہ یہ بزنس پارٹیز کتنا ٹائم لیتی ہیں پھر بھی اپنے حساب سے میں جلدی جان چھڑا کر پہنچا ہوں۔" وہ شخص بولتے ہوئے مڑا تو زوباریہ نے بے ارادہ ہی پلکیں اٹھا کے نگاہیں سامنے کیں تو ہنستے مسکراتے واصب درانی نے تحیر سے اس بھیگی آنکھوں والی حسین لڑکی کو دیکھا تھا۔

"سات بجے کے بجائے ساڑھے آٹھ اسی کو جلدی کہتے ہیں، ٹائم کو اتنی بے وقعتی کے باوجود تم اتنے کامیاب بزنس ہو کیسے؟" ڈاکٹر اجمل نے پوچھا۔

"یہ بعد پہ رکھو پہلے اپنے پیشنٹ کو اٹینڈ کر لو۔" واصب درانی نے اس کی توجہ ایک طرف بیٹھی زوباریہ کی طرف دلائی۔

"اوہ یس، سوری مس زوباریہ آپ کچھ دیر کے لئے نظر انداز ہو گئیں، آپ کی والدہ کی گزشتہ رپورٹس ہمارے پاس تھیں، ان کے لئے آپ کو چند منٹ انتظار کرنا ہو گا زحمت تو آپ کو ہو گی۔"

"کوئی بات نہیں ڈاکٹر صاحب۔" وہ خود پہ قابو پاتے ہوئے بولی۔

"ہاں تم بتاؤ کچی بستیوں میں میڈیکل کیمپ لگانے کا تجربہ کیسا لگا پھر؟" واصب درانی سوالیہ انداز میں ڈاکٹر اجمل کو دیکھ کر بولا۔

"Good step مگر اسے مزید بڑھانے کی ضرورت ہے اور کچھ تم جیسے لوگوں کی Help بھی چاہیے اگر وہ اس طرف توجہ دیں اور ماہانہ دو کیمپ ہی ہر بستی میں لگ جائیں تو بہت سے لوگوں کی بھلائی ہو گی۔" ڈاکٹر اجمل سنجیدگی سے بولے۔

"تو میں Fully sport کر رہا ہوں اب بھی کہتا ہوں کہ جس قدر ادویات چاہیں وہ سٹاک کروا دوں گا اگر رقم چاہیے تو وہ لے لو اور ادویات کا بندوبست خود کر لینا۔"

"تم تو پہلے دن سے ہمارے ساتھ ہو اور میرا ذاتی خیال ہے کہ تم جیسے دو چار اور بڑے لوگ توجہ دیں تو کچھ اور علاقوں میں یہاں علاج معالجے کی سہولیات دستیاب نہیں اور نہ لوگ ہیں

www.pkdigest.com

جانے کے متحمل ہیں، وہاں بھی خدمت خلق کا بیڑہ اٹھائے رکھنا ایک احسن امر ہے۔"

"تم درست کہتے ہو میں اس حوالے سے Social spirit (سماجی جذبہ) بیدار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور کچھ ہم خیال لوگ ہیں جو میرے ہمراہ ان میڈیکل کیمپس کا دورہ کر کے سماجی صحت و بہبود کے لئے کچھ خاص حصہ ڈونیٹ کریں گے اپنے بینک بیلنس میں سے Butt اچھے اسپیشلسٹ ڈاکٹرز اور میڈیکل سٹاف کا بھی مکمل تعاون اور جذبہ خدمت خلق ہونا چاہیے کہ وہ مکمل ذمہ داری سے لوگوں کا Treetment دیں نہ کہ ڈاکٹر سہیل آفندی کی طرح ہر پیشنٹ سے یہ کہتے جائیں آپ کا مسئلہ سیریس ہے، آپ شام کو میرے پرائیویٹ کلینک تشریف لائیے گا، وہاں آپ کا معائنہ ہوگا۔" واصب درانی کہتے ہوئے ہنس پڑے۔

"کم آن واصب یار، تم نے تو اس بات کو لے کر میرا اچھا خاصا ریکارڈ بنا رکھا ہے لیکن اب اطمینان رکھو کہ ہمارے ہاں اب کوئی لالچی یا ضمیر فروش ڈاکٹر نہیں بلکہ سبھی سٹاف ممبرز اچھے اخلاق و کردار کے ساتھ خدمت خلق کے بہترین جذبے سے سرشار ہیں اور اپنی تنخواہوں سے بھی عطیہ دے رہے ہیں۔"

"Are you sure" واصب درانی نے انہیں بہ غور دیکھا۔

"Off curse تم یقین رکھو کہ تمہارا پیسہ ہم غلط جگہ استعمال نہیں کر رہے۔"

"اوکے، اب ایک کولڈ ڈرنک اور منگواؤ میرا گلا خشک ہونے لگا ہے۔" واصب درانی نے کہتے ہوئے سر کرسی کی پشت سے ٹکا لیا۔

"سر یہ رپورٹس۔" نرس فائل اٹھائے اندر آئی تھی۔

"Thanks اور پلیز جاتے ہوئے ایک کولڈ ڈرنک بھجوا دیجئے گا۔" وہ فائل اٹھا کر بولے۔

"مس زوبار یہ لیجئے یہ ہیں آپ کی والدہ کی گزشتہ رپورٹس، نئی رپورٹس اور ان میں کوئی فرق نہیں جو صورتحال یا کنڈیشن کے حوالے سے جو پرابلم آپ کی Mother کی درپیش ہے وہ پوری سچائی سے بتا دیے ہیں اب مسئلہ آپ کے سامنے ہے اور حل بھی آپ کی جیب پہ منحصر کرتا ہے۔"

"جیب کا ہی تو مسئلہ ہے سر یہاں اکثر ہمیں روپوں کے لالے پڑ جاتے ہیں اور یہ میں لاکھ کی بات ہے۔" بہت ضبط کے باوجود اس کا لہجہ بھرا گیا۔

"آپ کو حوصلہ کرنا ہوگا آپ کی Mather واقعی Serious condition سے گزر رہی ہیں اور آپ بروقت آپریشن کروالیں تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔" ڈاکٹر اجمل تسلی بھرے انداز میں بولے۔

"لیکن ہم تو بہت غریب ہیں ڈاکٹر صاحب اتنا مہنگا آپریشن ہم کیسے افورڈ کر سکتے ہیں۔" اس کی آنکھیں رواں ہونے لگیں تو وہ پلکیں جھپک کر چہرہ نیچے کو جھکا گئی۔

"اوکے ڈاکٹر صاحب اگر آپریشن کے سلسلے میں کچھ سبب بنا تو میں آپ سے ایک بار ضرور کروں گی۔" وہ ڈاکٹر کے آفس روم سے نکلی اور ہسپتال کے کاریڈور میں رکھے بنچ پہ بیٹھ کر رپورٹس کو پھر سے دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بے اختیار سسکنے لگی۔

"Miss any problom" پاس سے گزرتی نرس نے ازراہ ہمدردی پوچھا۔

"No nothing" وہ چہرہ رگڑتے ہوئے اٹھی دائیں ہاتھ میں فائل پکڑی اور بائیں کندھے پر بیگ لٹکایا پھر تیز قدم اٹھاتی باہر سڑک پہ آ گئی۔

"بروقت آپریشن تو اسی وقت ہوگا جب پیسہ آئے گا کہاں میں لاکھ اور کہاں پانچ ہزار کی ملازمت جس میں سارے گھر کا خرچ کھینچا تانی

کر کے بعد مہوش کی ٹیوشنز کے چلتا ہے ہم لوگ تو ملتان سے کراچی تک کا کرایہ افورڈ نہیں کر سکتے ہالینڈ کیسے لے جائیں گے امی کو علاج کے لئے۔" اس کے نڈھال ذہن میں متضاد خیالات آ رہے تھے اور آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھری ہوئی تھیں، ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے اس نے ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے شفاف سڑک پہ جاتی واصب درانی کی خوبصورت گاڑی کو دیکھ کر اس نے سوچا تھا۔

"زندگی کس قدر خوبصورت ہوتی گر امارت و حیثیت کے ساتھ ایسے خوبصورت شخص کا ساتھ ہوتا پھر کم مائیگی کے رونے ہوتے نہ بے بسی کا وبال مگر حقیقت اور خواب میں یہی تو فرق ہے جو زندگی کے تلخ حقائق کو واضح کرتا ہے اور مقدر کی طے شدہ وضاحتیں بھی مقدر جو سوئی کی طرح ہوتا ہے، جو ہمارے اپنے ہاتھ میں قید ہے اور کسی کو بڑا دھیان سے کھولنا پڑتا ہے اپنے حصے کی آسانیاں، خوشیاں تلاشنے کے لئے کیونکہ سوئی اگر گر جائے ریت میں یا رات میں پھر مشکل سے ہی ملتی ہے اور کیا معلوم ہمارے مقدر کی سوئی کھلی تو اس میں خوشیوں کا لمبا دھاگہ پڑے گا یا دکھ کی مزید گانٹھیں لگیں گی۔" اپنے گھر کے سامنے ٹیکسی رکواتے ہوئے اس نے کرایہ ادا کیا اور تھکے تھکے قدموں سے دروازہ پار کیا۔

"امی کہاں ہیں؟" مہوش کو برآمدے میں بیٹھے دیکھ کر اس نے پوچھا تھا۔

"خواب آور دوا کے زیر اثر سو رہی ہیں، تمہارے لئے چائے بناؤں۔" مہوش نے بتاتے ہوئے سوال پوچھا۔

"ہاں بنا لو سر درد کی ٹیبلٹ بھی دے دو مجھے۔" زوبار یہ اس کے پیچھے کچن میں چلی آئی۔

"کیسی رہی پارٹی؟" مہوش نے برنر جلاتے ہوئے دلچسپی سے سوال کیا۔

"بہت زبردست اور اتنی اچھی Gathering بہترین Arrangement کہ مزا آ گیا۔"

"بہت بڑے بڑے لوگ آئے ہوں گے؟" مہوش کا شوق بھرا لہجہ تھا۔

"ایسی بزنس ڈنر پارٹیز، پارٹیز کے نام پہ بڑے لوگوں سے مل بیٹھنے کا بہانہ ہوتا بلکہ یہ فنکشن ہوتے ہی بڑے لوگوں کے لئے ہیں جن سے ایک وقت کے کھانے کے عوض بڑی بڑی بزنس ڈیلنگز ہو جاتی ہیں اپنی اولادوں کے رشتے تک طے کر لیے جاتے ہیں۔"

"آپ تو ایسی پارٹیز اٹینڈ کرتی رہتی ہیں، آپ سے کبھی کوئی ایسا شخص کیوں نہیں ٹکرایا جو افسانوں کے ہیروز کی طرح ایک غریب مگر حسین لڑکی پہ فدا ہو جائے۔" مہوش کے کہنے پہ اسے ہنسی آ گئی۔

"افسانے اور حقیقت میں بڑا فرق ہوتا ہے My dear sister خواب آنکھ میں تو چمکتے ہیں مگر زندگی میں نہیں اور حقیقتیں زندگی میں زہر گھول دیتی ہیں۔"

"مگر آپی ایسا زہر ہماری زندگی میں گھلتا ہے ہر بار کیوں؟"

"کیونکہ ہم غلط وقت میں غلط جگہ پہ غلط حیثیت میں پیدا ہو چکے ہیں اور ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم مقدر کے معاملے میں بے بس ہیں اسے بدلنے پر قادر نہیں اگر ہوتے تو یہ سب نہ ہوتا۔" وہ اتنی یاسیت سے بولی کہ لحہ بھر کو مہوش اسے تحیر بھری بے بسی سے دیکھتی رہی پھر چائے کپوں میں ڈالنے لگی۔

"ویسے آج ایک شخص بھی پارٹی میں شامل تھا جیسے تمہاری رفعت سراج اور آسیہ مرزا کے ناولز کے ہیروز ہوتے ہیں Well drress Qualifid, ginius اور تم دیکھتیں تو حیران رہ جاتیں کیونکہ انداز نشست و برخاست اتنے مہذب، بولنے کا طریقہ اتنا دلنشین اور دیکھنے

www.pkdigest.com

سننے میں ایسی انفرادیت بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے جیسی اس بندے میں تھی۔"

"Really پھر تو تمہارے اصرار پر انکار کر کے میں نے واقعی برا کیا۔" مہوش تاسف سے بولی۔

"ویسے بالکل ایسے ہی بے انتہا خوبیوں والے شخص کا تصور آپ کے آئیڈیل میں بھی تو جھلکتا ہے، آپ اپنے شریک حیات میں ایسی چیزیں ہی تو چاہتی ہیں۔"

"خواب اور حقیقت میں بڑا فرق ہوتا ہے مہوش تعبیروں اور تمناؤں میں بڑے فاصلے ہوتے ہیں اور تصور کو حقیقت کا روپ پہنے دیکھ کر میں بھی کچھ دیر کو بہت خوش ہوئی لیکن میرے اس تصور کو آسماں سے زمیں پر گرنے میں صرف لمحہ لگا مجھے آفس سے نکلنے کے آدھ گھنٹہ بعد ہی پتہ چل گیا کہ ہم تو خدا کی مخلوق کے اس درجے سے منسلک ہیں جو کیڑوں کی طرح زمین پر رینگتی ہے جس کا معاشرے میں بھی نہ کوئی مقام ہے نہ حیثیت جینے کی آس میں مرتے چلے جاتے ہیں اور جینے کی چاہ میں روتے۔"

"ہوا کیا ہے جو تم اتنی یاسیت بھری باتیں کر رہی ہو۔" مہوش پریشان ہوئی۔

"کمرے میں چلو بتاتی ہوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

بے چینی کے عالم میں میڈیکل رپورٹس الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے مہوش نے حیرت بھرے دکھ میں گھر کر اسے بے چینی سے دیکھا تھا، زوباریہ آنسوؤں سے لبریز نگاہیں چرا گئی، کچھ دیر [illegible] بعد وہ دھیرے سے [illegible] بولی۔

"[illegible] بہت برا ہوا ہے ہمارے ساتھ، ہم یہ سب کیسے افورڈ کریں گے اتنا مہنگا علاج اور اتنے اخراجات ہم دونوں مل ملا کے مہینے بھر میں آٹھ ہزار جمع کر پاتی ہیں وہ بجلی کے بل، گیس کے بل اور پانی کے بل روز مرہ کے کھانے، پینے، ملنے برتنے میں کھینچ تان کے پورے کرتے ہیں ساتھ عدیل کے علاج، امی کی ادویات ہم تو سب بمشکل کر پاتے ہیں اوپر سے یہ اذیت۔" مہوش رندھی آواز میں بولی تھی زوباریہ نے کچھ لمحے اسے تفکر سے دیکھا، وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی، رشتے داروں میں کسی سے اتنی امید نہ تھی کہ تین روپے دے دیں کجا کہ تین لاکھ ددھیالی عزیزوں نے تو سب باپ کے مرتے ہی منہ موڑ لیا تھا کہ کسی مشکل موقع پر کوئی مدد نہ کرنا پڑ جائے، میکے کے نام پر صرف ماموں تھے جو ممانی سے چھپا کے دے دیں تو چند ہزار تک تین لاکھ کا کڑوا گھونٹ وہ بھی نہ بھر سکتے تھے۔

"ہوں، یہ تو مجھے بھی پتہ ہے مگر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہے اب ہم امی کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرنے تو نہیں دے سکتے۔" زوباریہ گہرا سانس لے کر بولی۔

"مگر کریں گے کیا یہ ہی تو مجھے سمجھ نہیں آ رہا۔" مہوش بولی تو وہ بے بسی سے دیکھ کر رہ گئی۔

"اس وقت پریشانی نے میرے سوچنے سمجھنے کی سب صلاحیتیں سلب کر لی ہیں میں کچھ نہیں بتا سکتی، فی الحال لائٹ آف کر کے خاموشی سے سو جاؤ صبح اٹھ کر اس مسئلے کا کوئی حل نکالیں گے ابھی مجھے سکون کی بہت ضرورت ہے۔" زوباریہ نے کہہ کر کروٹ بدلی تو مہوش نے اٹھ کر لائٹ آف کر کے نائٹ بلب جلایا اور لیٹ گئی۔

"ماہم تمہارے ایگزامز کب سٹارٹ ہو رہے ہیں۔" زوباریہ نے دسترخوان پہ ناشتے کے لوازمات سجاتی چھوٹی بہن کو دیکھا۔

"Next month کی پندرہ کو پہلا پرچہ ہے، روبی آپی میں کالج میں ایڈمیشن ضرور لوں گی۔"

"انشاء اللہ لے لینا تمہیں منع کس نے کیا ہے۔" زوباریہ مسکرائی۔

"بس یونہی اپنے حالات دیکھتے ہوئے ڈر سا تھا کہ کہیں تعلیم کو خیرباد نہ کہنا پڑے۔" ماہم ہولے سے بولی تو زوباریہ نے میٹرک کے سال آخر میں پڑھتی اپنی پندرہ سالہ بہن کو بغور دیکھا تھا۔

"گھر کے حالات خواہ کیسے بھی ہوں تم اطمینان رکھو اس کا اثر تمہاری تعلیم پر نہ پڑے گا۔" وہ سنجیدہ ہوئی۔

"Thanks آپی آپ بہت Caring ہیں۔" ماہم نے کہا تو وہ ہنس دی۔

"یہ مہوش امی کو دلیہ کھلا کے فارغ ہوئی کہ نہیں اور عدیل کھانا کھا چکا ہو تو اسے چائے دے آؤ، پھر ہم لوگ بھی ناشتہ شروع کریں۔" وہ ماہم سے بولی۔

ناشتے اور باورچی خانے گھر کی صفائی سے فارغ ہو کے وہ دونوں برآمدے کی سیڑھیوں پہ آ بیٹھیں۔

www.pkdigest.com

"میرا خیال ہے ہم گھر بیچ دیتے ہیں۔" مہوش نے تجویز دی تو زوباریہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا پھر چند لمحے غور کرنے کے بعد نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں یہ گھر زیادہ سے زیادہ بھی پانچ لاکھ میں بکے گا، ہمیں تین لاکھ کی ضرورت ہے۔"

"ابو کی ڈیتھ پر کمپنی کی طرف سے جو تین لاکھ ملے تھے وہ بھی تو بینک میں رکھے ہیں کچھ زیورات ہیں وہ بیچ دیتے ہیں باقی رشتے داروں سے اکٹھے کر لیتے ہیں۔" مہوش نے پرسوچ انداز میں کہا۔

"امی گھر بیچنے پر کبھی راضی نہیں ہوں گی، اک یہی آخری سہارا تو ہے ہمارے پاس جس نے زمانے کی اونچ نیچ سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔" زوباریہ کے لئے یہ بھی ناقابل قبول تھا۔

"تو پھر اور کیا کریں گی آپ، راتوں رات کوئی قارون کا خزانہ دریافت ہو جائے گا یا چھت پھاڑ کر الہ دین کا چراغ برآمد کر لیں گی، یہاں تین مرلے کے مکان میں کوئی گمشدہ امیر رشتہ دار اپنی جائیداد ہمارے نام لگا کر نہیں مرنے والا ہے، سوائے اس گھر کو بیچنے کے کچھ نہیں کر سکتے ہم اور آپ یہ بات قبول کر لیں اور رہی بات امی کی تو انہیں ہاسپٹل میں رکھ کر ہم یہ کام ایک ہفتے میں کر سکتے ہیں۔" مہوش حقیقت شناس تھی بہت سنجیدگی سے بولتی گئی۔

"مہوش یہ کام اتنا آسان نہیں جتنا تم سمجھ رہی ہو، زیورات اور ابو کے بقایاجات امی نے ہماری شادیوں کے لئے بینک میں رکھوائے تھے، اب یوں بنا انہیں بتائے میں کیسے یہ سب کر لوں۔"

"آپی ہماری شادی امی کی زندگی سے اہم نہیں ہے وہ زندہ ہوں گی صحت و تندرستی سے ہمارے درمیان ہنسیں بولیں گی ہمارے لئے یہ خوشی سب خوشیوں سے بڑھ کر ہے۔" مہوش نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو مگر امی کو اعتماد میں لئے بغیر پراپرٹی، گولڈ جیولری وغیرہ فروخت کرنا مجھے مناسب معلوم نہیں دیتا۔" زوباریہ صاف گوئی سے بولی۔

"آپ امی سے بات کریں گی تو امی کبھی نہیں مانیں گی اور یوں ہم ان کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے پھر کیا ہم جی سکیں گے جب ہمارے سر پر باپ کے بعد ماں کا سایہ بھی نہ رہے گا۔" مہوش کے تیکھے سوالات، امی کی بیماری اور ان کے گرد موت کا دائرہ تنگ کرتی زندگی۔

"کیا کروں میں؟" زوباریہ نے انتہائی بے بسی اور پریشانی کے عالم میں سر کو دونوں ہاتھوں میں تھاما، وہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھی اپنے گھر کی ذمہ داریوں کا بیڑا اسی نے اٹھایا تھا، ان ذمہ داریوں میں تعلقات نبھانے میں آپسی لین دین فالج زدہ بھائی کا علاج، امی کا

علاج، بہنوں کی تعلیم اور جہیز بنا کے رکھنا یہ سب کچھ کرتے ہوئے وہ کس قدر تنگی کا شکار ہوئی تھی، اس نے بھی کسی کو نہیں بتایا تھا سارے دکھ اپنے اندر رکھ لئے تھے کسی دور پڑے سکھ کی آس میں، وہ سکھ جس کو پانے کی آس میں وہ بڑے اونچے، خوش کن اور روپہلے خواب بنا کرتی تھی، اچھی آسائشوں اور خوشیوں سے بھرپور زندگی کے خواب جو موجودہ صورت حال میں لگتا تھا کہ بس خواب ہی رہ جائیں گے اور وہ سکھ کی تلاش میں دکھ بھوگتے بھوگتے مر جائے گی۔

"ہم تینوں بہنوں کا امی ہی تو سہارا ہیں، ان کے ہوتے ہوئے اپنوں نے بیگانگی و نفرت والا رویہ روا رکھا ہوا ہے، تو ان کے بعد ہمارا کیا ہوگا، کیا امی کو یونہی قطرہ قطرہ موت انڈیلتے دیکھوں اپنے سامنے سسکتے تڑپتے، زندگی کو پھسلتے دیکھوں، نہیں امی اپنے آپ کو اس دکھ سے بچانا ہے اور آپ کو مرنے سے، آپ کا علاج کروانا ہے چاہے اس کے لئے خود کو بھیک مانگنا نہ سکھا دوں، ماں کو روگ لگا کے جوان بیٹیوں کو ظالم زمانے کے در پہ چھوڑ کے یا خدا تجھے ہم پر لمحہ بھر رحم نہیں آیا۔" آنسو چپکے سے پھسلے اور اس کے رخسار تر ہوتے چلے گئے۔

سلسلہ در سلسلہ عذابوں کا موسم
سانس سانس پہ قائم عتابوں کا موسم
درد بیٹھ گیا ہے رگوں میں مار کے کنڈلی
ٹھہر گیا ہے جاں میں یادوں کا موسم
ہم ہجر کے نصاب سے چنتے رہے درد
چپکے سے گزر گیا گلابوں کا موسم
روح ہے کہ دشت میں بھٹکائے پھرتی ہے
جو بن دکھا رہا ہے سرابوں کا موسم
اب لفظ کھل کر برسنے لگے ہیں دماغ پہ
دل سمجھ نہیں پاتا تھا کتابوں کا موسم
ذات ہے اسیر زندگی ہے امتحاں
پیش در پیش ہے حسابوں کا موسم
سر بازار ہنس رہا ہے دل غزل
پس چشم رو رہا ہے خوابوں کا موسم

اگلے دن اس نے آفس سے چند دن کی رخصت لی اور امی کے علاج کے سلسلہ میں سنجیدگی سے کچھ کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے سب سے پہلے پھپھو کے گھر جانے کا سوچا اگرچہ پھپھو کے حالات زندگی بہت شاہانہ تھے لیکن اتنے برے بھی نہ تھے کہ وہ مدد ہی نہ کر سکیں، سو وہ مہوش کے ہمراہ ان کے ہاں پہنچی۔

پھپھو کچھ دیر کو تو انہیں دیکھ کر بالکل حیران سی رہ گئیں مگر ملیں بہر حال اچھے طریقے سے اندر کمرے میں لے جا کر کولڈ ڈرنکس کے ساتھ نمکو، کیک بسکٹ، چائے سے تواضع کی پھر امی کا احوال پوچھا اور زوبی نے ان کے پوچھنے پر بڑی خاموشی سے میڈیکل رپورٹس نکال کر دکھا دیں۔

"بہت دکھ کی بات ہے، مگر انسان کر کیا سکتا ہے اسباب تو اتنے ہیں نہیں کہ تم دونوں بہنیں جو سات آٹھ ہزار ماہانہ کماتی ہو وہ علاج کے لئے کافی ہو سکیں اپنے ماموں سے بات کر لی تھی تم نے۔" وہ انہیں دیکھتی ہوئی بولیں۔

"جی ماموں سے بھی بات کرنا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اگر سب مل کر تھوڑا بہت کریں تو......"

"ارے بی بی یہاں تو اپنے پیٹ کے لالے پڑے ہوئے ہیں ہم نے نیا گھر لیا ہے پینتیس لاکھ کی صرف زمین ہی ملی ہے ابھی تعمیر کا کام ادھورا پڑا ہے رقم ناکافی ہونے کی وجہ سے پھر جوان بچیاں ہیں کل کو انہیں بھی اپنے گھر کی کرنا ہے یہی بات ہے ہم تو کچھ نہیں کر سکتے۔" پھپھو نے اتنی تیزی سے کہا تھا کہ وہ کچھ دیر کو چپ کی چپ رہ گئیں۔

"ایسا کرو اپنے ماموں سے بات کرو وہ تو اتنا کماتے ہیں پورا علاج اپنے پیسوں سے کروا سکتے ہیں انہیں کس چیز کی کمی ہے آخر وہ بیٹے دبئی

گئے ہوئے ہیں۔" وہ پھر بولیں۔

"پھپھو کرنے کو تو آپ بھی بہت کچھ کر سکتیں ہیں آپ کے بھی دو بیٹے سول سروس میں اور تیسرا انکم ٹیکس میں ہے انہوں نے پاکستان کو ہی لوٹ کر دبئی بنا رکھا ہے مگر جب آپ کی نیت ہی نہیں تو فائدہ۔" مہوش نے دل ہی دل میں انہیں کہا تھا۔

"مجھے کہیں جانا ہے میں ذرا تیار ہو لوں تم دونوں بیٹھو کھانا کھا کر جانا اور یہ پانچ سو روپیہ ہے رکھ لو کام آئے گا میں کسی دن بھابھی کو دیکھنے آؤں گی۔" پھپھو اٹھتے ہوئے بولیں تو زوباریہ کو بے طرح غصہ آیا ہے۔

"نہیں پھپھو مہربانی یہ پانچ سو روپے آپ سنبھال کر رکھیں آپ کے گھر کی تعمیر میں کام آئیں گے اور امی کا کیا ہے انسان آتے ہی دنیا میں جانے کے لئے ہیں ایک اور چلا گیا تو کچھ فرق نہیں پڑے گا مگر آپ کا گھر کوئی روز بروز تھوڑا [illegible] ہے آپ وہاں پیسے لگائیں گی [illegible] چاہتے ہاں وہ رقم ضرور لوٹا دیں جو آپ نے اس والے گھر کی تعمیر کے لئے ابو نے امی کو سونے کا سیٹ بیچ کر دی تھی اور آپ نے اس کی واپسی کا آج تک نام نہیں لیا۔" زوباریہ بہت خشک اور سرد انداز میں بولی تھی۔

"ارے کیسا سونا کیسے پیسے، غضب خدا کا تم ایسی چار سو بیس لڑکی ہو، بی بی وہ تو ہمارے اپنے خاندانی سیٹ تھے جو تیری ماں کو چڑھائے تھے اس کے نام تو نہیں لکھوا دیے تھے، ابھی تو ہمارا بہت کچھ تمہاری طرف بنتا ہے ہم تو مردہ بھائی کے کفن کا خیال کر کے خاموش ہے ورنہ تم ماں بیٹیاں آج سڑک پر آ جاؤ اگر ہم گھر لے لیں۔" پھپھو تڑخ کر بولیں۔

"آپ کے بھی سسرال والے ہیں اگر وہ بھی آپ سے اپنے خاندانی زیورات اور گھر واپس مانگ لیں تو، تو سوچیں آپ کو سڑک بھی نہ میسر ہو کھڑے ہونے کو پھر آپ کہاں ہوں گی؟" زوباریہ جواباً اسی انداز میں بولی۔

"ارے نکلو یہاں سے بد زبان لڑکی، میرے گھر میں کھڑی ہو کر مجھے باتیں سنا رہی ہے، چل بھاگ بھیک منگی ماں کی منگتی اولاد۔" وہ باقاعدہ اس کو بازو سے پکڑ کر باہر دھکیلنے لگیں۔

"نکالنے کی ضرورت نہیں ہم خود ہی جا رہی ہیں مگر آپ کے اس غرور اور بے ایمانی کی سزا قدرت آپ کو ضرور دے گی اور خدا کرے جب دیمک کو آپ کا ہاتھ بڑھے تو ہمارا گھر موجود نہ ہو بخشش کو۔" مہوش نفرت بھرے انداز میں کہہ کر زوبی کا ہاتھ پکڑ کر پل میں وہاں سے نکل گئی۔

"ارے جاؤ جاؤ، حراف، آوارہ۔" وہ چیخ کر بولیں اور مہوش طیش سے دانت کچکچاتی پیچھے کو مڑی۔

"بس مہوش بولنے دو اپنے گناہ بڑھا رہی ہیں تم صبر سے چلو گند پہ پاؤں رکھنے سے چھینٹے اپنے اوپر اڑتے ہیں۔" زوباریہ نے اسے روکا۔

"آپ دیکھ رہی ہیں وہ کیسے زبان درازی کر رہی ہیں ہماری عصمتوں پہ کیچڑ اچھال کر اور وہ یاد نہیں جب اپنی پندرہ سالہ بیٹی نے کنواری ماں بن کر گند اچھالا تھا زمانے بھر میں۔"

"کہا ناں صبر سے کام لو، اللہ سب دیکھ رہا ہے، ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے۔"

"اللہ کرے جیسے انہوں نے امی کا زیور بے ایمانی سے ہڑپ کر لیا ویسے ان کا سب کچھ ہڑپ ہو جائے کچھ نصیب نہ ہو۔" مہوش بھرائی آواز میں بولی اور یہ اس کی دکھ کی انتہا تھی ورنہ وہ بہت کم کسی سے ناراض ہوتی یا برا بھلا کہتی تھی کجا کہ بددعا اور اس وقت وہ بددعا دے رہی تھی بہت دکھے دل سے اور ضروری نہیں ہے بددعا صرف زبان سے دی جائے دکھا ہوا دل خود ایک بددعا کی گزرگاہ بن جاتا ہے، پھر آتی جاتی سانسیں اپنی تپتی آہوں سے بہت سے سکھوں کو جلا کر راکھ

www.pkdigest.com

کرتی جاتی ہیں۔
"مہوش ہماری پھپھو ہیں وہ چاہے بری سہی انہیں بددعا نہ دو۔"
"جسے ہمارے دکھ ہماری تکلیف کا احساس نہیں اس سے ہمارا کوئی رشتہ کوئی تعلق نہیں ہمیں بیدردی سے درد کے سمندر میں دھکیلنے والے ہمارے کچھ نہیں لگتے۔" وہ سختی سے آنکھیں رگڑ کر بولی۔
"پھپھو پہلے تو کبھی اتنی اجنبیت اور بے رخی سے پیش نہیں آئیں جیسے آج کیا، آج تو انہوں نے بیگانگی اور نفرت کی انتہا کردی ابو کو سگی اور اکلوتی بہن اور ان کی بیوہ اولاد کے لئے ایسی بے دید، یہ دولت کتنی جلد خون کے سچے رشتوں کو سفید کردیتی ہے۔" زوہار یہ تاسف سے بولی۔
"آپی یہ رشتے سچے تھے ہی نہیں یہ تو شروع سے بے فیض تھے مطلبی، خود غرض، سازشی اور دھوکہ باز، ابو کے جاتے ہی کیسے انہوں نے ہفتے بھر میں رویے، تیور اور نگاہیں بدل لیں۔" مہوش نے کہا تو زوہار یہ نے اک گہری سانس اپنے اندر اتار کر سامنے سے گزرتے رکشہ کو ہاتھ ہلایا۔
"کیا ارادہ ہے تایا کے گھر چلا جائے یا ماموں کے۔" زوہار یہ نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
"وہاں جا کر کیا کرنا ہے توقع، امید فضول ہے وہ لوگ بھی سوائے باتوں، طعنے، تشنے، طنز کے علاوہ کچھ نہیں دیں گے، آپ گھر چلیں ہم اکیلی ہوگی۔" مہوش کے کہنے پہ وہ کچھ سوچ کر گھر کی طرف جانے کا ارادہ کر کے چپ ہوگئی۔

"تم آئیں نہیں اتنے دن آفس اور نہ کوئی فون کیا، مجھے خود بھی اپنی مصروفیت تھی کہ جانے کا سوچ کر بھی تمہارے گھر کا چکر نہیں لگا سکی۔" میمونہ اسے آتے دیکھ کر بولی۔
"ہاں بس پریشانی میں تمہیں فون کرنے کا خیال نہیں رہا۔" وہ دھیرے سے بولتی آگے آئی۔
"اب کیسی Condidion ہے تمہاری Mother کی۔"
"Unsure (غیر یقینی)۔"
"مطلب۔" میمونہ نے تفکر سے نگاہیں اٹھائیں۔
"مطلب کہ رزلٹ حسب سابق ہے اور بعض Medical point ایسے ہیں کہ یہاں کچھ بھی Avdid نہیں کیا جا سکتا اگر کر دیا تو رزلٹ Destructive (تباہ کن) ہوگا۔"
Oh. very bad بہت پریشانی والی بات ہے یہ تو۔"
"پریشانی سی پریشانی مونا ہمارا پورا گھر Upset ہے اور ڈاکٹرز کے مطابق یہ آپریشن ہوگا بھی ہالینڈ میں وہاں روانگی و علاج رہائش کے اخراجات کم از کم تیس لاکھ ہیں کیسے کریں یہ بندوبست، پھپھو سے مدد کے لئے گئے انہوں نے صاف انکار کر دیا تایا اور ماموں کی طرف جانے کی ہمت نہیں ہوتی۔"
Very sad۔" میمونہ نے متاسف انداز میں ہونٹ سکیڑے۔
"ویسے تمہیں ایک بار ہمت کر چکر لگا لینا چاہیے تاکہ کل کو وہ یہ نہ کہیں بھی ہم سے کون سا کسی نے ذکر کیا تھا یا مدد کے لئے کہا تھا ورنہ کیا تھا دے دیتے۔" مونا نے کہا۔
"ہاں یہ بات تو میں نے بھی سوچی ہے اور تایا ابو یا ماموں مدد کر بھی دیں گے مگر دونوں کی بیویاں انتہائی بے مروت و بے خلوص ہیں، کچھ نہیں دینے دیں گی۔"
"تم ایک کوشش کر کے تو دیکھو تمہاری تائی Social work کے سلسلہ میں تو لاکھوں عطیہ کرتی ہیں کیا بیوہ دیورانی کے علاج کو امداد نہیں دے سکتیں۔"
"یہی تو بات ہمیں رشتے دار ظاہر کرتے انہیں شرمندگی ہوتی ہے اور عطیات تو وہ دیتی ہی

ضرورتمائش کے لئے ہمیں اخبارات میں تصاویر لگوانے کو، خیر تم یہ سب چھوڑو، میرے پیچھے آفس کیسا رہا یہ بتاؤ۔"
"تمہارے بعد آفس ویسا ہے جیسا تم نے چھوڑا تھا، ہاں بہت سے بڑے News papors میں اس بزنس ڈنر پارٹی کی خصوصی رپورٹ ہمراہ تصاویر کے شائع ہوئی ہے اور تمہارے بعد ایک دن واصب درانی ہمارے آفس آئے تھے، سچی میں نے تمہیں بہت مس کیا تھا اس دن۔"
"اچھا، وہ ہلکے متبسم انداز میں بولی اور وہ ہیرو نما شخص چشم سے تصور کے آئینے میں مسکرایا تھا۔"
"واصب درانی کی ایڈورٹائزنگ ایجنسی بھی ہے وہ کچھ فوٹو جینک چہروں کی تلاش میں ہمارے آفس آئے تھے، نئے ایڈ کے سلسلے میں انہیں نئی ماڈل کی تلاش ہے۔"
"تو ملی ماڈل۔" وہ دلچسپی سے دیکھنے لگی۔
"تم تو پھنسی پر تھیں ماڈل کیسے ملتی۔" مونا ہنسی۔
"کیا مطلب؟" وہ گھورتے ہوئے بولی۔
"تسلیم کمال صاحب نے تمہاری فائل فوٹو دکھائی ہے موصوف کو جو کلک کر گئی ہے اب یہ پتہ نہیں کہ دل پہ یا کیمرے پر مگر موصوف تم سے ملنے کے لئے بہت بے چین ہیں۔"
"بکواس مت کرو، تم جانتی ہو مجھے ماڈلنگ کا کوئی شوق نہیں۔"
"شوق سے ضروری نہیں بہت سے لوگ محض مجبوری یا پیسے کی خاطر بھی اس فیلڈ میں آتے ہیں اور جب پیسہ دگنا، تگنا، چوگنا ہو کر ملنے لگے تو مجبوری اور ضرورت خود بخود شوق Plus لالچ میں بدل جاتی ہے۔" مونا نے آنکھ دبا کر کہا۔
"Shut up تم میری نیچر کو بخوبی جانتی ہو، مجھے یہ سب بالکل پسند نہیں۔"
"ارے مجبوری کی خاطر تمہیں پیسے کی ضرورت بھی ہے اس وقت جو اس طرح کم عرصے میں پوری ہو سکتی ہے۔"
"اور جو عزت کو دیوالیہ نکلے گا وہ شوبز کی لڑکیوں کو پسند کرنے کے باوجود کتنے لوگ انہیں معزز کہتے ہیں یا اپنانے کو تیار ہو جاتے ہیں، مجھے تم معاف ہی رکھو اور یہ تسلیم کمال صاحب انہیں بھلا جرأت کیسے ہوئی میری تصویر ایسے کسی مقصد کے لئے بنا پوچھے کسی کو دکھانے کی۔" وہ طیش میں آئی۔
"ہمارے باس ہیں، وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"
"پھر اپنی بیٹی کو راستوں، دیواروں کا اشتہار بنا میں، مجھے کیوں؟ میں ان کی اس حرکت پر ان کا سر پھاڑ دونگی۔" وہ تلملا کر اٹھی تھی۔
"No please sit down۔"
I am so sorry میں تو یہ سب مذاق میں کہتی رہی ہوں۔" اس کے تیور دیکھ کر مونا کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔
"مذاق، ایسا بھونڈا اور بے تکا مذاق کرتے تمہیں شرم نہیں آئی۔" وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔
"تم بھی تو اپنی خواب کہانیاں سنا سنا کر مجھے کتنا ستاتی ہو اگر آج میں نے ایک خواب کہانی سنا کے مذاق کر لیا تو کیا ہوا۔" وہ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر دوستانہ انداز میں بولی۔
"بس رہنے دو، یہ دکھاوا۔" وہ اس کے ہاتھ پیچھے کر کے بولی۔
Come on زوبی تم Tense تھیں تمہیں ذرا ہنسانے کو تھوڑا جوک کر لیا تو کیا ہوا تم تو برا مان گئیں یار، سوری کر تو رہی ہوں۔"
"دفع ہو جاؤ بات مت کرو مجھ سے۔" وہ چڑ کر اپنی سیٹ کی طرف بڑھی اور میمونہ ہلکے سے مسکراتے ہوئے دوبارہ اس کے پیچھے لپکی

www.pkdigest.com

زوباریہ نے آہٹ پہ مڑ کے اشتعال سے دیکھا پھر یک لخت ہنس دی اور میمونہ نے کلمہ تشکر پڑھتے ہوئے اپنے اعصاب ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

رنگ برنگے پھولوں کی روش کے درمیان نرم گھاس پہ چلتے ہوئے اس نے چہرہ اٹھا کے اپنے ہمراہ چلتے خوبصورت شخص کو دیکھا تھا اور اس کے چہرے پہ بڑی آسودہ بہت مطمئن مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" وہ چلتے ہوئے رک کر بولا۔

"محبت کے رنگوں میں بھیگتے محبت کو خوشبو بنا کر اوڑھتے خود پہ رنگ بن کر کھلتے دیکھ رہی ہوں۔"

"اچھا پھر یہ کہو، کیا بتا رہے ہیں محبت کے یہ رنگ۔" وہ بہت شوق و محویت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہی کہ محبت ابدتا ابد زندہ پائندہ اور خوبصورت ہے، محبت ہر جذبے سے بڑھ کر زور آور ہے اور ایسی طاقت رکھتی ہے اپنے اندر کہ ایک دفعہ انسان اس کے ریشمی پرچھولے تو ساری عمر پوروں سے اس کے رنگ چھڑائے نہیں چھٹتے اس کا رنگ جگنو بھر دیتا ہے زندگی کے آنچل میں، سب کچھ پس منظر میں چلا جاتا ہے اور زندگی کا منظر محبت کا ساتھ اس کی آرزو بن جاتا ہے۔"

"اور اس آرزو کا عکس کیسا ہوتا ہے؟" وہ اس کی شرمتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"جیسا ہمارے چہروں، آنکھوں میں چھلکتا ہے ہمارے لہجے ہماری باتوں میں ابھرتا ہے، ایسے جیسے اداس بے چین رات کے سینے سے صبح کا نور ابھر کر سارے عالم پہ چھا جاتا ہے یونہی محبت کا رنگ زندگی کے سب رنگوں پہ نمایاں ہو جاتا ہے۔" وہ بہت خواب آلود لہجے میں بولی۔

"اور اس رنگ کی کیفیت تا دیر رہنے دو زوباریہ احمد تا کہ میں اس کیفیت میں جی سکوں اور زندگی کے اصل کیف کو محسوس کر سکوں۔" وہ اس کے کندھے پہ اپنا بازو دراز کر کے اسے قریب کرتے ہوئے بولا اور زوباریہ کے چہرے پر گلابیاں اترنے لگیں۔

وہ میری رات کا چاند ہے
وہ میری آنکھ کا خواب ہے
وہ میری سوچ کا اجلا حرف
وہ میرے ذہن کا خیال ہے
وہ میری راہ کی روشنی
وہ میری ساری حیات ہے
وہ میری سانس، وہ میری آنکھ
لکھ وہ میری ذات ہے
وہ میری صبح جمال کا رنگ
وہ میری مہکتی رات ہے

"اے زوبی آج گھر نہیں جانا کیا، آفس میں رات گزارنے کا ارادہ ہے کیا جو یوں آرام سے سو رہی ہو۔" میمونہ بڑے زور سے اس کے کان میں چلائی تھی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔

"اوہ پانچ بج گئے سارا عملہ رخصت ہو گیا۔" وہ تیزی سے اپنے کاغذات سمیٹتے ہوئے بولی۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے سب تمہارے جاگنے کا انتظار کرتے بیوقوف لڑکی کم از کم جگہ کا خیال تو کر لیا کرو۔"

"یار کیا کروں گھر میں امی کی خرابی طبیعت کی وجہ سے اکثر رات جاگ کر کاٹنی پڑتی ہے اور آفس کی تھکا دینے والی روٹین نیند بیچاری بھی کیا کرے اس نے بھی تو اپنا حصہ لینا ہے۔"

"یہ حصہ بعد میں گھر جا کر لے لینا پہلے باہر نکلو پھر کشہ ٹیکسی نہیں ملے گی ابھی تو آفس وین پہ چلے جائیں گے۔" وہ مونا کے بولنے پہ اپنا بیگ سنبھال کے آفس سے نکلی تو سامنے نئے خوبصورت جینکس کلیکشن شاپنگ سینٹر سے نکلتے

واصب درانی کو دیکھ کر جیسے تھم سی گئی۔

"ایک تو تمہاری یہ جاگتے میں سونے کی عادت سخت زہر لگتی ہے مجھے اب، ارے زوبی یہ تو واصب درانی ہے ناں کتنا اچھا لگ رہا ہے ناں۔" وہ بولتے بولتے سامنے دیکھ کر رکی۔

"مونا یہ واصب درانائی ہی ہے اور پتہ ہے کچھ دیر پہلے یہ شخص خواب میں میرے ساتھ تھا۔" وہ بہت کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

"ایسے لوگ خوابوں میں ہی ملتے ہیں خوابوں میں ہی کھو جاتے ہیں، حقیقت میں ان کا کوئی کردار کوئی حصہ ہم جیسی لڑکیوں کی زندگی میں نہیں بنتا اس لئے تم یہ خواب دیکھنے چھوڑ دو اس لئے کہ خواب صرف دکھ دیتے ہیں۔" وہ رسان سے سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"نہیں مونا خواب خوش کن خواب دکھ بھری زندگی میں سکھ کی امید بنا کرتے ہیں خواب ضرور دیکھنے چاہئیں۔"

جھک کر پھینک دو پلکوں پہ خواب جتنے ہیں
شاید اسی وجہ سے ہیں عذاب جتنے ہیں

"اگر خواب سکھ دیتے تو کسی نے یہ نہ کہا ہوتا۔" مونا اسے دیکھ کر بولی۔

"تم یہ دکھ سکھ خواب کی تکرار چھوڑو، واصب درانی کو دیکھو، ایسا شخص میرے خوابوں کی تعبیر نہیں بن سکتا کیا؟" وہ حسرت سے بولی۔

My God اسی لئے کسی نے سچ کہا ہے۔"

افسانوں کی دنیا میں سب سچ نہیں ہوتا دل اور بھی اچھے گا پڑھیئے نہ کتابوں کو

"تم یہ کہانیوں کی ہیروئن بننا چھوڑ دو اور اپنے گھر کی راہ لو کیونکہ تمہاری باتوں میں آفس وین چلی گئی۔" مونا ذرا اشتعال آمیز انداز سے کہہ کر رکشے ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگی اور وہ اپنی نگاہوں سے دور جاتی واصب درانی کی چمکتی کار کو دیکھنے لگی۔

آج دوسری رات تھی جو وہ جاگ کر کاٹ رہی تھیں، کل بھی پوری رات امی درد سے نڈھال، تڑپتی، بخار سے سلگتی رہی تھیں کبھی الٹیاں کبھی چکر، کبھی ہلڈیہائی کبھی لو اور آج بھی کم و بیش یہی صورت حال تھی، عدیل کو مالش کرتے کرتے مہوش تھک گئی تو رک کر ان کو دیکھنے لگی۔

زوباریہ امی کے سر کو دبا رہی تھی اور ماہم ٹانگوں کو پکڑے میں صرف امی کی ہائے وہائی گونج رہی تھی یا زوباریہ کی دبی دبی سسکیوں کی آواز، اپنے تمام حالات کو سدھارنے سنبھالنے کی ذمہ داری اٹھانے کے باوجود اس کا دل بہت کم ہمت تھا، وہ بہت عجیب لڑکی تھی چھوٹی چھوٹی خوشیوں پہ بے تحاشا خوش ہونے والی اور غموں پہ بے تحاشا رونے والی، کبھی خوابوں میں بستی تو کبھی حقیقت میں ہنستی تنگ آتی تو اپنے رب سے بھی شکوے شکایات کرنے لگتی۔

"زوباریہ بیٹی روؤ مت اٹھو اپنے رب سے دعا مانگو، وہ مجھے اتنی زندگی تو دے دے کہ تم لوگوں کے فرض سے سبکدوش ہو سکوں۔" امی نحیف اور کمزوری آواز میں بولیں۔

"امی دعائیں بھی لگتا ہے کہ ہاتھوں پہ دھری رہ جاتی ہیں، یارب نے ہم پہ نظر کرنا چھوڑ دی ہے کہ اثر نہیں ملتا۔"

"نہ زوبی ایسے کفریہ کلمات منہ سے نہیں نکالتے، جلد یا بدیر رب سب کی سنتا ہے بس صبر اور نماز سے مدد لیا کرو اللہ کہتا ہے ناں "ان اللہ مع الصابرین" بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

"دیکھیں آپی امی اتنی تکلیف اور بیماری میں بھی اتنے صبر آمیز سکون سے کام لے رہی ہیں آپ بھی حوصلہ کریں۔" مہوش نے بہن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"زوبی اپنے ماموں کو تو بتانا تھا میں نے تم

www.pkdigest.com

ہے کہا بھی تھا کہ ان سے کہنا مجھ سے ملنے آئیں۔'' امی آہستگی سے بولیں۔

''امی آفس سے نکلتے نکلتے اتنی شام ہو جاتی ہے کہ پھر کہیں جانے کا نائم نہیں رہتا کل چھٹی ہے مہوش کو لے کر میں چلی جاؤں گی ماموں کے گھر۔'' زوباریہ نے چہرہ صاف کر کے جواب دیا۔

''پہلے تو ماموں کبھی کبھار چکر لگا لیتے تھے اب تو تقریباً دو ماہ ہو چلے وہ آئے نہیں۔'' ماہم نے کہا۔

''کاروباری بندہ ہے اتنے مصروف ہوتے ہوئے بھی سسرال کا چکر روز لگاتے ہیں جو دوسرے شہر میں ہیں اور ایک یہی شہر میں رہتے ہوئے بہن سے ملنے کا وقت مہینے میں دو بار بھی نہیں ملتا۔'' زوباریہ نے کڑھتے ہوئے دل میں سوچا مگر زبان سے نہیں کہا کہ ماں کو دکھ ہوگا جانتی تو وہ بھی نہیں مگر میکے کا بھرم بھی تو رکھنا تھا اور صبح ہوتے ہی وہ مہوش کو لے کر ماموں کے گھر روانہ ہوئی مگر گیٹ پہ بڑا بڑا سا وزنی تالا ان کا منہ چڑا رہا تھا، برابر والوں سے پوچھا تو جواب ملا۔

''وہ تو دبئی سیٹل ہو چکے ہیں اپنے بیٹوں کے پاس۔''

''کب؟ مطلب کتنے دن ہوئے انہیں یہاں سے گئے۔'' زوباریہ سکتے سے نکلتے ہوئے بولی۔

''تقریباً دو ماہ ہو چلے ہیں۔''

''دو ماہ۔'' وہ کن سی دیکھتی رہ گئی۔

''اور بتانا بھی گوارہ نہیں کیا ہم اتنے برے تو نہ تھے ماموں۔'' زوباریہ کے حلق سے آنسوؤں ابلنے لگے۔

''آپ سے کیا رشتہ تھا جی ان کا۔''

''کچھ نہیں بس یونہی جان پہچان تھی، ایک کام کے سلسلے میں ملنا تھا۔''

''بس جی یہ بڑے لوگ ایسے ہوتے ہیں آج یہاں کل وہاں ویسے بھی ان کے کوئی عزیز تو یہاں تھے نہیں سسرال کے لوگ تھے وہ بھی سب دبئی میں اب خود بھی وہیں چلے گئے۔''

''واقعی ان کا کوئی تھا تو نہیں جس کے لئے رکتے واہ میری بھولی بے غرض ماں ایک بھائی وہ بھی ایسا لاپرواہ اور اجنبی کہ دیار خیر جا بسا اور سگی بہن کو خبر تک نہیں۔'' اس کے اندر بہت درد اٹھا تھا اور آنکھیں بھر بھر آ رہی تھیں۔

''چلو مہوش ہم غلط جگہ آ گئے تھے۔'' اس نے سن کھڑی بہن کو دیکھا۔

''مجھے ماموں سے لاتعلقی اور بیگانگی کی یہ امید نہ تھی۔'' مہوش ابھی تک صدمے کے زیر اثر تھی۔

''ہمیں اب کسی سے بھی کسی بھی قسم کی امید کر لینی چاہیے یا نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ہم بالکل اکیلے ہیں ہمارا کوئی بھی نہیں جو ہمارے دکھ درد سن سکے۔'' وہ تلخی سے بولی۔

''ٹھیک کہتی ہیں آپ اور یقین جانیں مجھے اب تایا کے گھر سے بھی کوئی امید نہیں حالانکہ ابو کی زندگی میں وہ یاسر بھائی کے لئے مانگی رہی ہیں مگر دولت پاتے ہی انہوں نے تیزی سے پینترا بدلا تھا اور یاسر بھائی کے اصرار کے باوجود انہوں نے یہ رشتہ ہونے نہیں دیا۔''

''اچھا ہی ہوا پہلے بدل گئیں جو بعد میں بدل جاتیں تو ہم کر لیتے، ویسے بھی خدا کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔''

''میرا خیال ہے یہ آخری در بھی دستک دے کر چھوڑنا چاہیے دیکھیں کیا جواب ملتا ہے، اگر کسی کو چھوڑنا ہے تو کسی بات پہ آگے کسی وجہ کے تحت تو چھوڑیں۔''

اور ایک موہوم سی امید کے تحت وہ تایا کے گھر بھی آ گئیں۔

''ارے زوبی آپی آپ اور مہوش تم تو یہ میں تو ترس کے رہ گئی تھی آپ سے ملنے کو۔'' ان کی

تایا زاد بہن سائرہ گلے ملتے ہوئے بھیگی آنکھوں سے بولی۔

''یہ لکیریں اور فاصلے تو یہیں سے کھینچے گئے ہیں۔'' مہوش بلا ارادہ بول پڑی اور سائرہ یکدم چپ ہو گئی۔

''آپ بیٹھیں میں کولڈ ڈرنک لاتی ہوں۔'' اس نے اٹھنے کا بہانہ تراشا۔

''نہیں سائرہ تم تکلفات چھوڑو، ہم بہت جلدی میں ہیں ہمیں تایا جان سے ملوا دو۔'' زوباریہ نے کہا۔

''آپ بیٹھیں ذرا میں ابھی ڈیڈی کو بتاتی ہوں۔'' وہ اٹھ گئی۔

''کتنی امارت جھلک رہی ہے یہاں کے در و دیوار سے مگر دل جانے اتنے تنگ کیوں ہیں۔'' زوباریہ نے سوچا تھا اور سر صوفے کو ٹیک سے نکالا۔

''السلام وعلیکم!'' تایا جان بہت ہشاش انداز میں ملے تھے، سب کا احوال پوچھا اور انہوں نے کچھ رسمی گفتگو کے بعد کو میڈیکل رپورٹس انہیں دکھائیں تو کچھ دیر کو وہ واقعی شاکڈ رہ گئے۔

''تم فکر مت کرو میں کچھ کرتا ہوں اور بھابھی انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گی۔'' مہوش اور زوباریہ کی بھیگی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مکمل تسلی دی۔

''اپنے ماموں کو بتایا تم نے۔'' تایا تشویش سے بولے۔

''ماموں تو دو ماہ پہلے دبئی چلے گئے اور ایڈریس فون نمبر ہمیں معلوم نہیں، پھپھو کو بتایا تھا انہوں نے صاف جواب دے دیا کسی قسم کی مدد سے۔'' زوباریہ روتے ہوئے بولی۔

''حوصلہ رکھو، ایک در بند سو در کھلے میں ہوں ناں، تم بیٹیوں کی جگہ ہو بھائی کی اولاد نہیں یوں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے اور ان کے ٹوٹے حوصلے مجتمع ہونے ہی لگے تھے کہ تائی کی پاٹ دار آواز سے پھر ڈھے گئے۔

''ہاں آپ نے فلاحی تنظیم جو کھولی ہوئی ہے، غرباء یتیموں کے لئے اور تم سنو بی بی اگر اس امید پر آئی ہو کہ ہم سے کچھ لے سکو تو صاف بات یہ ہے کہ ایسی گنجائش ہم نہیں نکال سکتے، بچوں کو پڑھانے لکھانے کی کوشش میں گزر اوقات مشکل سے ہوتی ہے، تمہارے ہاوا کوئی لمبی چھوڑی جائیداد تو ہمارے نام لگا کر مرے نہیں تھے جسے بیچ کر ہم تمہیں لاکھ دے دیں ہزار دو ہزار ہوتے تو اور بات تھی مگر یہ تو لاکھوں کا معاملہ ہے، کھانے کو روٹی نہیں ملتی اور اپنی ماں کو دیکھو کیسے امیروں والی بیماری پال کے بیٹھی ہے۔'' تائی ایک بار بولنے پر آئی کسی کی ہمت نہ ہوتی روکنے کی تایا پھر آہستہ سے بولے تھے۔

''تم فکر نہ کرنا میں کچھ کروں گا اور تم بھی بس کرو ناہید۔'' ان کا اتنا کہنا غضب ہو گیا تائی تم ٹھونک کر ایک بار پھر میدان میں اتر آئیں۔

''ارے جب احسان کے واجبات ملے تھے تب تو تمہاری بھاوج نے ہم پر اعتبار نہیں کیا، بھاگی گئی تھی بینک میں جمع کروانے کتنا کہا تھا ہم نے کہ شہباز کے امریکہ جانے کا بندوبست کرتے ہوئے رقم کم پڑ رہی ہے ہمیں قرضہ دے دو، وہ کما کر بھیجے گا تو ہم ادا کر دیں گے مگر ناں جی صفا چٹ انکار ہو گیا اب موت کی دہلیز پر پہنچیں تو ہم یاد آ گئے، اب انہیں پیسوں سے علاج کرواؤ ہمارے بینک تو نہیں کھلے نہ روز لاٹریاں نکلتی ہیں کہ مفت خوروں کا علاج کراتے پھریں کوئی چیریٹی ورک تو شروع کر رکھا ہم نے، تم تو ویسے بھی باہر سیریں کرتی پھرتی ہو کام کے بہانے تیس لاکھ تو بنا چکی ہو گی۔'' اب ان کا انداز تحقیر آمیز ہونے کے ساتھ تلخی بھی ہو گیا، وہ دونوں غصے و غم سے کھڑی ہو گئیں، مگر کمرے سے باہر نکلتے ہی

www.pkdigest.com

کاریڈور میں کھڑے شخص پر نظر پڑتے ہی زوباریہ کا چہرہ خفت و شرم اور احساس ذلت سے سرخ پڑ گیا۔

"کیا یہ ضروری تھا کہ اس وقت یہ شخص یہاں موجود ہوتا ہماری ذلت کا تماشا دیکھنے کے لئے۔" سلگتے دماغ کے ساتھ اس نے سوچا۔

واصب درانی بلیو جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے بہ غور دیکھ رہا تھا زوباریہ کے آنسو یک لخت پلکوں کی باڑھ پھلانگ کر رخساروں پہ آئے تو وہ تیزی سے باہر نکلی، جہاں مہوش اسے پیچھے آتے نہ دیکھ کر پریشان کھڑی تھی۔

سر پر اس طرح سورج قہر کا بھڑکا عمر بھر خدا جیسے ہم غریبوں کا نہیں تھا

"پتہ تو تھا کہ یہاں کیا ہوگا، ایسے ہی آ گئے بے عزتی کروانے اور اگر آپ فوراً مجھے منع نہ کرتیں تو ایسے چودہ طبق روشن کرتی کہ ہوش آ جاتے انہیں۔" مہوش فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے کلس کر بولی۔

"مہوش چپ کرو میرا موڈ اس وقت بہت خراب ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔

بلیک کرولا ان کے قریب آہستہ روی سے رکی تو وہ توجہ دیے بغیر چلتی آگے بڑھ گئیں مگر فرنٹ ڈور کھلتا دیکھ کر وہ رک گئیں کیونکہ اندر سے نکلتے واصب نے شاید بلکہ یقیناً انہیں ہی پکارا تھا، کیونکہ ان دونوں کے سوا وہاں کوئی نہ تھا۔

"یہ میرا کارڈ ہے آپ کل میرے آفس ضرور آئیں، ہوسکتا ہے میں آپ کا مسئلہ حل کر سکوں۔" کارڈ زوباریہ کے ہاتھ میں دے کر وہ گاڑی آگے لے گیا۔

Thats amazing "very deshing man۔" مہوش بڑبڑائی پھر چونک کر بولی۔

"آپ جانتی ہیں انہیں۔"

"ہاں یہ واصب درانی ہے، درانی انڈسٹریز کے مالک انہی کا ذکر کیا تھا اس شام میں نے۔" وہ ابھی تک سڑک پر اڑتی دھول پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

"جب میں کمرے سے نکلی تو یہ تایا کے کاریڈور میں کھڑے تھے یاسر کے کمرے کے سامنے شاید دوستی ہوگی ان سے اور تمام گفتگو بھی سن چکے تھے۔" زوباریہ نے بتایا اور گہرا سانس لے کر کارڈ بیگ میں رکھا۔

"یا اللہ کوئی ایسا سبب بنا دے کہ یہ شخص امی کے سلسلے میں ہماری مدد کر دے۔" مہوش کا انداز دعائیہ تھا۔

"یہ دنیا ہے یہاں انسان بستے ہیں فرشتے نہیں اور راستوں سے اٹھنے والی دھول بھی منزل نہیں بنا کرتی۔" زوباریہ سنجیدگی سے بولی۔

"کبھی کبھی دھول بھی منزل بن جایا کرتی ہے، راستے مسافر نہیں ہوتے مگر راستوں میں ملنے والی رفاقت لمحہ بھر کی بھی ہو کبھی کبھی زندگی کا دوام بخش جاتی ہے۔" مہوش فلسفیانہ انداز میں بولی اور زوباریہ بنا کچھ کہے اپنے روٹ پہ جانے والی بس رکنے پر اسے چلنے کا اشارہ کرنے لگی۔

اس کا درانی انڈسٹریز کے آفس جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا مگر دوسرے دن وہ جیولرز کے پاس زیورات بیچنے کی بات کرنے گئی تو پرس میں ہاتھ ڈالتے ہی واصب درانی کا دیا کارڈ ہاتھ میں آ گیا واپسی میں بے ارادہ ہی اس نے درانی انڈسٹریز کا ایڈریس ٹیکسی والے کو سمجھایا اور اب درانی انڈسٹریز کی شاندار عمارت کے سامنے کھڑی وہ حیرت سے اپنے اچانک ہونے والے فیصلے پر پریشان سی تھی۔

"آ گئی ہوں تو دیکھ ہی لیا جائے کہ کیا ہوتا ہے۔" اس نے کشمکش سے نکلتے ہوئے چوکیدار کو اپنا نام لکھ کر دیا کچھ دیر بعد وہ گیٹ کھولتے ہوئے اندر آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

"بی بی آپ اس لڑکے کے ساتھ جاؤ یہ آپ کو صاحب کے آفس تک چھوڑ دے گا۔" تو عمر سے لڑکے کو اس کے ساتھ بھیجتے ہوئے وہ گیٹ بند کرنے لگا۔

متاثرانہ انداز سے وہ اس پرشکوہ عمارت کے طول و عرض کو دیکھتی آفس کی طرف جاتی راہداری پر چلنے لگی، گلاس ڈور کھول کر وہ آفس کے اندر آ کر نشست سنبھال چکی تھی۔

"زوباریہ احسان ہے آپ کا نام۔" ریوالونگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگائے دلکش خدوخال کا مالک شخص اس کو بہ غور دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"Yes sir۔" وہ ریشمی پلکیں اٹھا کر بولی تو واصب درانی سیدھا ہو بیٹھا۔

"مس زوباریہ زندگی ہر ایک پہ نہ تو مہربان ہوتی ہے نہ بہت نامہربان یہ فٹ بال کی طرح سب کے کورٹوں میں گھومتی رہتی ہے بس سچ تک لگنے کی دیر ہے اور اس کا انحصار بھی انسان کے اپنے اوپر ہوتا ہے کہ وہ کتنا کھلاڑی ہے اور لمبی چھلانگ لگانے کے لئے ذرا پیچھے ہٹنا ضروری ہے لیکن اتنا پیچھے بھی نہیں کہ آپ کے مقدر کی جیت کوئی اور لے جائے۔"

"آپ میری بات سمجھ رہی ہیں ناں۔" وہ اس پہ نگاہیں جمائے بولا۔

"جی سمجھ رہی ہوں۔" وہ آہستگی سے بولی حالانکہ یہ سب اس کے سر کے اوپر سے گزر گیا تھا۔

"کیا مجھ پر اعتماد کر کے آپ اپنی والدہ کی کیس ہسٹری مجھے بتا سکتی ہیں۔" سامنے بیٹھا شخص یقیناً مسیحا نہیں تھا اور کوئی بہت بڑا شوسل ورکر بھی نہیں لیکن اسے لگا کہ یہاں اگر وہ خود کو کھول دے تو ہلکی پھلکی ہو جائے گی، دکھ کم پڑ جائیں گے، پھر وہ سب بتاتی چلی گئی اور وہ سنجیدگی و توجہ سے سنتا رہا اور زوباریہ کے خاموش ہونے پہ اسے بہ غور دیکھتے ہوئے وہ کسی گہرے خیال میں گم ہو گیا۔

"مس زوباریہ اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو ایک آپشن آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" وہ پلکیں اٹھا کے اس کے چہرے کو لمحہ بھر دیکھ کر نہایت اختصار سے بولی۔

"اگر آپ اپنی موجودہ جاب چھوڑ کر یا وہاں سے رخصت لے کر میرے پاس جاب کر لیں تو آپ کی والدہ کا علاج بیرون ملک میں کروا دوں گا، دوسرے معنوں میں جو رقم آپ کی والدہ کے علاج پر خرچ ہو گئی وہ آپ کی پے منٹ ہو گی، تین ماہ جاب کا معاوضہ تیس لاکھ اگر آپ کو منظور رہے تو۔"

"ایسی جاب کون سی ہے جس کے معاوضے میں اتنی بڑی رقم ملے گی، کیا آپ کوئی غیر قانونی کام کرتے ہیں۔" اس نے مشکوک انداز میں واصب درانی کو دیکھا۔

"اسٹوپڈ لڑکی میں ایسے کسی کام میں ملوث نہیں۔" وہ اس کی بے یقینی پر جھنجھلایا۔

"پھر اتنا زیادہ پیسہ آپ مجھے کیوں دے رہے ہیں۔" اب وہ خوفزدہ ہو کر کھڑی ہو گئی۔

"ہو نہ ہو ضرور یہ لڑکیاں یا ہیروئن وغیرہ کی اسمگلنگ کرتے ہوں گے تبھی تو اتنے امیر ہیں۔" وہ آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھتے ہوئے دل میں سوچنے لگی۔

"نہ میں اسمگلنگ کرتا ہوں نہ کوئی دوسرا کرپشن ورک۔" وہ غصے سے بولا۔

"یہ تو اندر کی سوچ بھی پڑھ لیتا ہے۔" اب وہ حقیقتاً ڈر گئی۔

"بیٹھ جاؤ۔" واصب درانی کا انداز تحکم آمیز تھا۔

"نہیں، مجھے یہاں کام نہیں کرنا۔" وہ انکار میں سر ہلا کر جلدی سے مڑی۔

واصب درانی نے آگے بڑھ کر تیزی سے

www.pkdigest.com

اس کا ہاتھ پکڑا چیئر پر بٹھایا پھر تنبیہی انداز میں سختی سے کہا۔

''اب اگر میری بات مکمل ہونے سے پہلے تم نے اس جگہ سے ہلنے کی کوشش کی تو I will kill you۔''

''اوہ گاڈ، یہ تو قاتل بھی ہے۔'' اس نے حواس باختہ ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔

''کیا تم اپنے دماغ کو بے کار سوچوں سے خالی نہیں کر سکتیں۔'' اسے پرسوچ انداز میں خود کو دیکھتے پا کر وہ پھر جھنجھلایا۔

''خالی دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے۔'' وہ برجستہ بولی تو پہلی بار واصب درانی کے تنے ہوئے نقوش میں مسکراہٹ کی بے ساختہ لہر چمکی اور وہ محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔

''فکر نہ کرو، تمہارا دماغ دونوں صورتوں میں شیطان کو پناہ دینے پر قادر ہے۔''

''بندہ صرف خوبصورت ہی نہیں حاضر جواب بھی ہے۔'' اس نے دل میں سراہا۔

''تو پھر تمہیں میری آفر منظور ہے۔'' غیر محسوس طور پر وہ دوران گفتگو آپ سے تم تک کا تخاطب اختیار کر گیا تھا۔

''آپ نے اپنی آفر کی تفصیل تو بتائی نہیں۔'' وہ یکدم سنجیدہ ہو گئی۔

''جو کام تم نے کرنا ہے وہ یوں سمجھ کہ ایک ڈرامہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، سب جھوٹ ہے اداکاری ہے مگر یہ جھوٹی ایکٹنگ بھی تمہیں اس مہارت سے کرنی ہے کہ کسی کو اس پر جھوٹ کا گمان نہ ہو، کوئی لمحہ بناوٹ نہ لگے، سچ محسوس ہو سب کچھ حقیقت کا تاثر دے۔'' وہ اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کیا مطلب؟ میں کچھ بھی نہیں آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔'' وہ الجھ کر بولی۔

''سب بتاتا ہوں مگر ایسے نہیں پہلے وعدہ کرو کہ تم یہ راز صرف خود تک محدود رکھو گی اس کا ذکر کسی سے بھی کبھی نہیں کرو گی۔'' وہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''اور اگر میں یہ راز جان کر کام کرنے سے انکار کر دوں تو.....'' وہ اسے دیکھنے لگی۔

''تو پھر تمہارے لئے یہ دروازہ ابھی کھلا ہے فوراً چلی جاؤ، کیونکہ بغیر تمہاری ہاں کے میں اپنی انتہائی ذاتی زندگی کا کوئی راز تم پہ منکشف کیسے کر سکتا ہوں۔'' وہ بہت سنجیدہ تھا۔

'Its ok' آپ بتائیں، میں آپ کے کام کی نوعیت جان کر ہی کچھ کہہ سکتی ہوں۔''

''نہیں ایسے نہیں، میں لاکھ اک معمولی کام کے دے رہا ہوں اور رقم لینا آپ کی مجبوری بھی ہے ضرورت بھی، آپ کے لئے یہ کام مشکل بھی نہیں جبکہ قدم بہ قدم میں آپ کے ساتھ ہوں گا تو آپ کے لئے کرنے میں عار نہیں ہونا چاہیے۔''

Ok, I promiss میں تیار ہوں آپ بتائیں کرنا کیا ہے؟'' وہ کچھ دیر سوچ کر بولی۔

''تمہیں میرے گھر میں میری وائف کی حیثیت سے رہنا ہو گا میں تم سے کورٹ میرج کروں گا مگر یہ صرف کاغذی کاروائی ہو گی اس تعلق کو سچا ثابت کرنے کے لئے حقیقتاً اس رشتے کی ترجیحات و ڈیمانڈز ہم میں قائم نہیں ہوں گی ہم مکمل طور پر اجنبی ہوں گے صرف تنہائی میں، دنیا کی نظر میں ہمیں اپنے اپنے کردار اس طرح نبھانے ہیں، میں تمہاری والدہ کو بالینڈ بھجوا دیا جائے گا اور جب تک صحت یاب ہو کر وہ واپس آئینگی، اس وقت تک میرا مسئلہ بھی حل ہو چکا ہو گا پھر تم آزاد ہو گی۔'' وہ بڑے سکون سے بتا کر اب اسے دیکھ رہا تھا جو دم بخود اسے دیکھ رہی تھی۔

''آپ مذاق کر رہے ہیں یا مجھے پاگل سمجھ رہے ہیں۔'' بے یقینی، تحیر اور غصے کے ملے جلے تاثرات لئے وہ کہہ اٹھی۔

''نہیں یہ مذاق نہیں ہے بلکہ ایک جاب سمجھ لو جو تمہیں محدود عرصہ کے لئے کرنی ہے، تمہارا

کوئی نقصان نہیں ہو گا، الٹا تمہارے گھر کا ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا۔'' وہ اطمینان سے بولا۔

''آپ کا مسئلہ کیا ہے جو آپ یہ سب کرنا چاہ رہے ہیں۔'' اب وہ مکمل طور پر خود کو حاضر کر کے پوچھ رہی تھی۔

''میرا مسئلہ تو اسی وقت تمہارے سامنے کھلے گا جب تم میرا ساتھ دینے پر راضی ہو گی۔'' واصب درانی اس کے اندازے سے زیادہ ذہین تھا۔

''اور میں اسی وقت راضی ہو سکوں گی جب مجھے مسئلے کی اصل نوعیت کا علم ہو گا۔'' وہ حتمی انداز میں بولی واصب درانی اس کے ملیح چہرے پر نظریں جمائے کچھ دیر دیکھتا رہا پھر گہری سانس اپنے اندر اتارتے ہوئے بولنے لگا۔

''رحماء میری محبت ہے ہم یونیورسٹی میں ایک ساتھ پڑھتے رہے اسی پیریڈ کے دوران ہمارے درمیان دوستی کا رشتہ محبت کے مضبوط بندھن میں بدل گیا ہم نے آپس میں تجدید محبت اور عمر بھر ساتھ نبھانے کے وعدے کیے۔''

''تمہاری محبت میں بھی تو ہو سکتی تھی واصب درانی، تم یہ وعدے مجھ سے بھی تو کر سکتے تھے۔'' اس کی بے چین سانسوں نے دہائی دی تھی مگر وہ بولی نہیں بس پتھر بنی سنتی جا رہی تھی۔

''لیکن بعد میں رحماء اور میری فیملی میں کچھ ایسے اختلاف پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے ہمارا رشتہ طے نہ ہو سکا۔''

''اور اللہ کرے ہو بھی نہ سکے۔'' اس نے چپکے سے بددعا کی۔

''خاص کر میری والدہ اور رحماء کی امی میں اختلافات شدید ہیں۔''

''اور شدید تر ہوتے جائیں۔'' وہ پھر سے دل میں بولی۔

''اور اب صورت حال یہ ہے کہ ڈیڈ اپنے بزنس پارٹنر کی بیٹی لیلیٰ سے میری شادی کے لئے بضد ہیں ماما اپنی بھتیجی سے مجھے بیاہنا چاہتی ہیں اور بھائی بھی وہ جس کی ماں کا عرصے سے اتا پتہ معلوم نہیں اور ان دونوں رشتوں سے انکار کی صورت میں ان کی مشترکہ پسند پھپھو کی بیٹی نسرین ہے جو اپنی دیگر عادات کی وجہ سے مجھے سخت ناپسند ہے پھر میں رحماء کے علاوہ کسی اور کے لئے سوچ بھی نہیں سکتا۔'' وہ رہان سے بولتا جا رہا تھا اور وہ دم سادھے اسے دیکھتی جا رہی تھی، اس کے عشق کی کہانی سن رہی تھی وہ جو اسے پچھلے چند دنوں میں ہزار بار سوچ چکی تھی اسی انداز میں جس انداز میں وہ رحماء کو چاہتا تھا۔

''مگر صرف سوچنے سے کیا ہوتا ہے واصب درانی اگر سوچ زور آور ہوتی تو تم اس وقت میرا ذکر کر رہے ہوتے نہ کہ رحماء کا۔'' وہ سلگتے ہوئے اسے خاموشی سے دیکھتی رہی۔

''جبکہ رحماء اور میں مشترکہ طور پر اپنے گھر والوں کو راضی کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں اس وقت رحماء انگلینڈ میں اپنے تین سالہ تعلیمی کورس کے سلسلے میں مقیم ہے، جس کے مکمل ہونے میں تھوڑا عرصہ رہ گیا ہے۔''

''یا اللہ اس تھوڑے عرصہ کی طوالت عطا کر دے۔'' اس نے آسمانوں کے مالک سے رجوع کیا تھا۔

''میرے گھر میں صبح شام جنگ کا محاذ رہتا ہے، ماما اور ڈیڈ اپنی اپنی پسندیدہ لڑکیوں کے لئے مجھے کنوینس کرتے رہتے ہیں اور میرا راضی ہونا ناممکن ہے ہو بھی جاؤں تو رحماء نہ مانے گی اور پھر اپنی فیملی کی پسندیدہ لڑکی کی شادی کے کچھ عرصہ بعد یعنی رحماء کے آنے پر طلاق دینے میں مجھے دشواری ہو گی، دوسرا ازدواجی تعلقات میں وہ ذرا سی سے توجہی نہ دیں گی جبکہ میں مکمل توجہ و خلوص کے ساتھ صرف رحماء سے Commict ہوں، اس کے علاوہ کسی اور سے کوئی بھی تعلق میرے

www.pkdigest.com

لئے بالکل ناممکن ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا اور وہ چند ثانیوں تک خاموشی سے اس کی سمت دیکھتی رہی پھر الجھن بھرے لہجے میں بولی۔

''اس ساری کہانی کو مجھے سنانے کا کیا مقصد ہے، میں اس میں بھلا کیا کرسکتی ہوں جبکہ میرا آپ کی فیملی یا کلاس سے کوئی ریلیشن بھی نہیں پھر یہ سراسر آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔'' اس کے بولنے پہ واصب درانی نے چونک کر دیکھا تھا بڑے غور اور سنجیدگی سے پھر وہ کھڑا ہو گیا، کچھ دیر یونہی کھڑا اسے دیکھتا رہا دو قدم پیچھے ہٹ کر اس نے ریوالونگ چیئر کی پشت پہ ہاتھ ٹکاتے ہوئے نپے تلے الفاظ اور متوازن لہجہ میں کہنا شروع کیا۔

''بہت سوچ و بچار کے بعد ہم یعنی رحماء اور میں نے یہ حل نکالا ہے کہ کوئی ایسی لڑکی جو میری فیملی، میرے اسٹیٹس سے انجان اور اس تعلق کی حقیقت سے باخبر ہو وہ چند ماہ کے لئے میرے گھر رہ کر میری بیوی کا کردار کرے تاکہ میں موجودہ صورتحال سے پرسکون رہ کر نبٹ سکوں پھر رحماء کے آنے پر میں اس لڑکی کو طلاق دے دوں اور پھر ہم شادی کرلیں گے۔''

اپنا سارا پلان اس سے شیئر کرنے کے بعد بھی وہ بالکل پرسکون تھا اور زوباریہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا لب بھینچے وہ بنا پلک جھپکے وہ اسے دیکھتی جا رہی تھی، وہ جن نظروں سے دیکھ رہی تھی واصب درانی خفیف ہونے لگا، کیونکہ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ سب سمجھ چکی ہے۔

''واہ واہ، واصب درانی صاحب واہ خوب پلاننگ ہے اور آپ کو میں مسائل و مصیبت میں پھنسی لڑکی نظر آ گئی تو آپ نے سمجھ لیا کہ بس آپ کا مقصد پورا ہو گیا، آپ اور رحماء مجھے چارے کے طور پر استعمال کرکے بعد میں خود تو آرام سے شادی کے مزے لوٹیں گے میرا کوئی مستقبل ہوگا نہ حیثیت، واصب درانی صاحب میں مجبور و بے بس ضرور ہوں مگر بے حیا یا بدکردار نہیں جو اپنی عزت نفس اور اپنے وقار کو داؤ پر لگا دے آپ کے لکھے ڈرامے میں ایکٹ کرے، آپ کو پہلی بار دیکھ کر میں نے بے اختیار کہا تھا کہ وہ لڑکی کتنی خوش قسمت ہوگی جو آپ کی بیوی بنے گی، لیکن آج مجھے اس لڑکی کی بدقسمتی پر قبل از وقت یقین و افسوس ہو رہا ہے، آپ بہت شاندار شخصیت اور آئیڈیل حیثیت کے مالک ہیں مگر آپ بہت پست ذہنیت اور برے اطوار کے حامل بھی ہیں۔''

بغیر کسی لحاظ و مروت کے اس کا پرتپش اور درشت لہجہ اسے سن کر گیا اور چہرے پر سرخی چھا گئی۔

''آپ کو اپنی سوسائٹی میں ہی اپنے مطلب کی بہت سی لڑکیاں مل جائیں گی جو آپ کی آفر کردہ مدت کے لئے بخوشی یہ کام کرسکتی ہے، میں آپ کے مطلب اور سوچ سے بہت مختلف لڑکی ہوں، حالات سے پریشان ہو کر بکنے سے بہتر ہے کہ بھیک مانگ لوں۔'' وہ چبا چبا کر ہر لفظ ادا کر رہی تھی اور واصب درانی کا چہرہ رنگ بدلتا جا رہا تھا۔

''آپ نے غلط دروازے پر دستک دی ہے آئندہ صحیح راستہ منتخب کیجئے اور درست دروازہ کھٹکھٹائیے گا۔'' وہ تلخ اور سخت لہجے میں بولی۔

''تم کچھ کہہ لو زوباریہ احمد مگر میری یہ بات بھی آج کی تاریخ اور سنہ کے ساتھ نوٹ کرلو کہ بہت جلد تم اسی جگہ پہ کھڑی اسی آفر کو قبول کرنے کی درخواست کر رہی ہوگی۔'' وہ کچھ باور کروا رہا تھا۔

''ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا۔'' وہ بہت یقین سے کہہ کر لمحے میں گلاس ڈور کھول کے راہداری سے گیٹ تک کا فاصلہ طے کر گئی مگر باہر سڑک پہ آتے ہی اس کی آنکھوں سے بہت سا

نمکین پانی بہہ نکلا تھا۔

ڈالے راکھ بالوں میں
سمیٹے درد آنکھوں میں
دہکا کے آگ سانسوں میں
ذہیر سے اذیتوں کے
چن رہا ہے کوئی
ٹوٹتے بکھرتے لمحے

اسے گھر آ کر بھی واصب درانی پہ طیش آئے جا رہا تھا مگر کسی کو بتا کر مزید پریشان کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا، مہوش کالج سے آ کر افسردہ سی بیٹھی تھی بچہ پوچھنے پر پھٹ پڑی۔

''آج تایا مل گئے اور میرے ساتھ ہی امی کو دیکھنے گھر آ گئے امی سے باتیں کرتے ہوئے انہوں نے امی کو دس ہزار دیے ان الفاظ کے ساتھ ''فیکٹری کو بہت لوس ہو رہا ہے بیٹوں کو مزید تعلیم کے لئے باہر بھیجا ہے سائرہ کی شادی کرنے کا ارادہ ہے وہاں بھاری جہیز دینا پڑے گا'' اتنی توجیحات انہوں نے پیش کیں کہ میں وہی پیسہ ان کے منہ پہ مارنا چاہتی تھی مگر امی کی وجہ سے چپ رہ گئی کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ بیماری کے ہاتھوں پریشان وہ مزید صدمے کا شکار ہوں۔'' وہ رونے لگی تھی اور زوباریہ بے بسی سے دیکھ کر رہ گئی۔

''میرا خیال ہے ہم کنسٹرکشن کمپنی کے دفتر چلتے ہیں گھر کا کچھ کریں اگر یونہی دن گزرتے گئے تو ہمارے پاس وقت تھوڑا رہ جائے گا۔'' زوباریہ نے کہا۔

''مگر صرف گھر بیچنے سے کیا ہوگا جو رقم ہمیں درکار ہے وہ ایک گھر سے نہیں مل سکتی۔''

''شروعات تو کریں مدد کرنے والا خدا ہے وہ ضرور کچھ کرے گا۔'' ماہم ان سے چھوٹی ہونے کے باوجود بہت حوصلہ مند اور پرامید تھی۔

اور اگلے دن وہ کنسٹرکشن کمپنی کے دفتر گئیں تو اندازہ ہوا کہ کام اتنا آسان نہیں جتنا سمجھ لیا تھا پھر امی کو معلوم ہو گیا اور انہوں نے صاف الفاظ میں مکان بیچنے سے منع کر دیا، زیورات کی قیمت بھی اونے پونے مل رہی تھی، اوپر سے امی کی روز بروز بگڑتی حالت اسے ہولا رہی تھی۔

''عذابوں کے یہ سلسلے صرف ہمارے لئے کیوں، زندگی دکھ کا اشتہار اٹھا کر صرف ہمارے گھر پہ کیوں منجمد ہو گئی ہے، ہماری زندگی پہلے کون سی اتنی خوش باش تھی جو مزید درد ملے، یا اللہ ہم جیسے لوگوں کو تو دنیا میں صرف دکھ بھوگنے کے لئے بھیجتا ہے کیا؟'' اس کے چہرے پہ ان گنت دکھ لکھے تھے دل گہرے درد میں رو رہا تھا۔

''زوبی آپی کیا سوچ رہی ہیں؟'' مہوش ماش کی دال چھنتی ہوئی اس کے پاس آ بیٹھی۔

''کچھ نہیں، سوچنے کو اب رہ ہی کیا گیا ہے۔'' وہ دلگیر انداز میں بولی۔

''ایسا نہ کہیں آپی، دیکھیے گا ہماری زندگی میں بہت خوشیاں ہوں گی اتنی کہ دامن بھر جائے گا۔''

''ابھی تو دکھوں کے بوجھ سے جھولی پھٹ رہی ہے ان سے بچے تو کچھ دیکھیں گے۔''

''پتہ نہیں وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب ہمارے مقدر لکھے گئے۔'' وہ شکوہ کناں ہوئی۔

''آپی مقدر کو دوش نہ دیں یہ تو آزمائش ہے اور خدا ہمیشہ ان بندوں کو آزماتا ہے جو اس کے بہت محبوب ہوں آیا کہ دیکھے وہ آزمائش کی اس مشکل گھڑی میں گھر کر اپنے ایمان، صبر اور استقامت پر قائم رہتے ہیں یا بھٹکتے ہیں، محبت اور عبودیت کے اس سفر میں اگر شکوے شکایات نہ ہوں تو کوئی تکلیف عذاب خداوندی نہیں بنتی، بلکہ ہمارے صبر و برداشت کا اجر بن جاتی ہے، ہمیں اللہ سے اپنا معاملہ مضبوط رکھنا چاہیے یقین

www.pklibrary.com

مستحکم رکھنا چاہیے پھر کوئی مشکل، مشکل نہیں رہتی، اچھا ان باتوں کو چھوڑیں یہ بتائیں اس دن جو شخص ملا تھا اس کے آفس میں آپ۔" بولتے بولتے مہوش نے گفتگو کا رخ بدلا۔

"گئی تھی مگر وہاں بھی کچھ نہیں بنا وہ شخص جو چاہتا ہے مجھے قبول نہیں۔"

"کیا چاہتا ہے وہ۔" مہوش نے چونک کر دیکھا۔

"بس رہنے دو یونہی ذہن کو خراب کرنے والی بات ہے۔" وہ بولی۔

"پھر بھی آپی مجھے پتہ تو چلے اس نے کہا کیا ہے لگتا تو بہت اچھا تھا۔" مہوش کا انداز تحیر زدہ تھا۔

"بہت سے لوگ ظاہری شخصیت حلیے سے اچھے لگتے ہیں مگر ہوتے نہیں اسے بھی ایسا ہی سمجھ لو۔"

"سمجھ لو سے کیا مراد ہے آپ مجھے ٹھیک سے بتائیں بات کیا ہے۔" مہوش پریشان ہوئی۔

زوباریہ نے چند لمحے پرسوچ انداز میں دیکھا پھر آہستہ آہستہ سب بتاتی گئی اور مہوش منہ کھولے حیرت زدہ اس کا منہ دیکھ رہی تھی۔

"اس سارے معاملے کو جاننے کے بعد منہ سے انکار ہی نکلتا ہے۔" وہ کتنی دیر بعد بولی۔

"میں نے اسی وقت انکار کر دیا تھا اور موصوف کو ایسی کھری کھری سنائیں کہ دانتوں تلے پسینہ آ گیا ہوگا کسی غریب کی عزت اور ضرورت سے کھیلنا اتنا آسان نہیں جتنا اس نے سمجھ لیا تھا۔"

"اچھا کیا اب ہم ایک پریشانی سے بچنے کو دوسری پریشانی قبول کر اپنے آپ کو تو داؤ پر نہیں لگا سکتے کیا ڈرامہ باز شخص ہے۔" مہوش نے کہا اور وہ ہنا کچھ کہے گہرا سانس لے کر خلاؤں میں دیکھنے لگی۔

"زوبی اگر تم برا نہ مانو تو ایک بات کہوں۔" میمونہ لنچ بریک کے دوران اس کے ٹیبل پہ آئی۔

"تم بلا تمہید و خدشہ کے کہو جو کہنا ہے۔" وہ ذرا سا ہنس کر بولی۔

"تمہیں وہ ڈیشنگ پرسنالٹی یاد ہے واصب درانی۔" مونا جھجک کر بولی۔

"مجھے وہ بھولا ہی کب تھا اور اسے یاد کرنے کے علاوہ، میں نے اور کیا بھی کیا ہے۔" اس نے سوچا مگر کہا نہیں۔

"مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ شخص ویلفیئر کے بہت سے پلانز پہ کام کرتا ہے، تم اپنی امی کی بیماری کے سلسلے میں ان سے بات کرو، مجھے یقین ہے وہ ضرور تمہاری کچھ نہ کچھ مدد کریں گے۔" اس کی بات پہ زوباریہ نے غور سے اسے دیکھا پھر ہنس پڑی۔

"کچھ نہ کچھ مدد، وہ بہت ساری مدد کے لئے تیار ہے اتنی کہ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتیں۔"

"تم مل چکی ہو اس سے۔" میمونہ شدید حیرت سے بولی۔

"کئی دن پہلے اور امی کا تمام علاج اپنی جیب سے کرانے کا وعدہ بھی کر چکا تھا مگر میں نے فوری اور حتمی انکار کر دیا۔"

"Why۔" میمونہ نے استعجاب آمیز حیرت سے دیکھا۔

"اس لئے کہ وہ اس مدد کے جواب میں اپنے ایک ذاتی کام کے لئے میری مدد کا درخواست گزار ہے اور مجھے یہ سودا منظور نہیں۔"

"سودا، مدد تم کیسی باتیں کر رہی ہو زوبی cannot understand۔"

"وہ مجھے تیس لاکھ دینے کے عوض تین کے لئے اپنی کاغذی بیوی بنا کر اپنے گھر رکھنا چاہتا ہے اور میں ضرورت یا مجبوری کے تحت

نہیں گر سکتی کہ اپنی عزت نفس کو داؤ پر لگا دوں، میرے لئے ہر چیز سے اہم اپنا وقار اور عزت ہے باقی سب بعد میں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تم نے تو مجھے اچھا خاصا شاک سا لگا دیا ہے واصب درانی ایسا لگتا تو نہیں اور پھر اس کو کمی کیا ہے جو وہ تمہارے ساتھ ایسا کر کے تمہیں گھر رکھے۔" میمونہ الجھن آمیز تاثرات کے ساتھ بولی۔

"موصوف ایک عدد طوفانی عشق کے دعویدار میں گھر والے منکر انہیں سبق سکھانے اور محبوبہ کے لئے راہ صاف کرنے کو وہ شادی کا جھوٹا ڈرامہ رچانا چاہتے ہیں۔" وہ تفصیلاً بولی۔

"مطلب سب جھوٹ موٹ ہوگا پھر تو تم یہ آفر قبول کر لو تمہارا ایک بہت بڑا مسئلہ سدھر جائے گا۔" مونا بولی۔

"میں نے کہا ناں مجھے عزت چاہیے ذلت نہیں۔"

"تم اس سے محبت بھی تو کرتی ہو تمہیں اچھا لگتا ہے وہ شخص اور تم اس بات کو کئی بار کہہ چکی ہو۔"

"پھر بھی اپنی خواہشوں کے لئے ایک ناپسندیدہ کام کو خوش فہمیوں کے لبادے اوڑھا کر ضرورتوں کا پورا کرنا میرے لئے ناممکن ہے، ضرورتیں، محبت کے جذب کردار کی پختگی پہ حاوی نہیں ہو سکتے، وہ شخص صورت، شخصیت اسٹیٹس کا بہت اچھا ہے مگر میں جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتی جو آئندہ میرے لئے بڑا روگ بن جائے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے وہ اس دوران تم سے سچ مچ محبت کرنے لگے اور اس کاغذی رشتے کو حقیقت میں بدل ڈالے۔" میمونہ نے اسے دیکھا۔

"یہ ڈرامہ یا فلم نہیں ہے مونا جو ہماری سوچ ہماری ذہنوں کے مطابق سب کرتی جائے یہ حقیقت ہے اور حقیقتوں کا زہر بہت تلخ ہوتا ہے اور پھر مجھ ایسی لڑکی سے رشتہ استوار رکھنا جو خوبصورتی کے علاوہ اور کچھ نہیں رکھتی نہ اونچا گھرانہ نہ بینک بیلنس نہ جائیداد۔"

"بہت عجیب سی سچویشن ہے اور میں تمہیں کوئی مشورہ بھی نہیں دے سکتی بہر طور تم خود باشعور اور سمجھ دار لڑکی ہو یقیناً تمہارے اپنے تحفظات ہیں میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بنا کسی مشکل میں ڈالے تمہارا یہ وقت نکال دے اور تم آزمائش و مجبوری کے ہاتھوں دلگرفتہ ہو کر کچھ نا مناسب کرنے سے بچ جاؤ۔" میمونا بہت خلوص سے بولی تھی۔

"بس دعا دو مجھے دعاؤں کی بہت ضرورت ہے ویسے کبھی کبھی کیوں لگتا ہے خدا سب کو سب کچھ دیتا ہے مگر میرے حصے کی دعائیں بیت جاتی ہیں یونہی بنا منظوری پائے۔"

"نہیں زوبی وہ رب ہے سب دیکھتا سنتا اور جانتا ہے اور مانتا بھی ہے اپنے ناتواں بے بس بندوں کی لیکن کچھ مصلحت ہے کہ دیر جو ابھی کچھ ہونے نہیں دیتی مگر جو بھی ہوگا بہتر ہوگا۔" میمونا نے اس کے ہاتھ پکڑ کر حوصلہ دیا۔

"اللہ کرے سب بہتر ہی ہو۔" وہ پلکیں صاف کرنے لگی۔

رزق، ملبوس، مکاں، سانس، مرض، قرض، دوا منقسم ہو گیا انساں انہی افکار کے بیچ

"کسی کے درد کا صرف دو آدمی اندازہ کر سکتے ہیں ایک وہ جس نے خود اس درد کا مزہ چکھا ہو، دوسرا وہ جو خود اپنے پہلو میں درد آشنا دل رکھتا ہو۔" اور اس کے اردگرد دونوں قسم کے لوگ نہ تھے بلکہ تیسری قسم تھی غرور، نفس پرستی، خود غرضی، حسد اور لالچ میں بھیگی روحوں والے لوگ جو اپنے

www.pkdigest.com

بے درد رویوں سے زندگی کا درد کچھ اور بڑھا دیتے ہیں، اپنوں کی بے اعتنائیوں نے زندگی کے دکھوں کو مزید اذیت زدہ کر دیا تھا اور اس کی دلنشین آنکھوں کے سہانے خواب کسی کونے میں پڑے سسک رہے تھے، ناکافی وسائل خونی رشتوں کی بے اعتنائی، انتہائی نازک حالات اسے موجودہ صورتحال کو بہت خوفناک بنا رہے تھے اور وہ اسی موڑ تک آ رہی تھی یہاں جانا نہیں چاہتی تھی۔

''امی نے جوانی میں بیوگی کی چادر اوڑھ کر بہت کسمپرسی اور نامساعد زمانے میں بھی شدید محنت و مشقت کر کے ہم سب کو پڑھایا لکھایا ہر سرد و گرم سے محفوظ رکھا اور اگر آج اگر ان کے لئے کچھ کرنے کا وقت آیا ہے تو میں یہ حق ادا کروں گی۔'' وہ عزم سے بولی۔

''نہیں، آپ ابو کی ڈیتھ کے بعد سے اپنی تعلیم جاری رکھنے کے ساتھ جس طرح کام کر کے ہمارے تعلیمی اخراجات پورے کر رہی ہیں وہ بہت بڑا ایثار ہے پلیز آپی اپنی زندگی کو داؤ پر مت لگائیں امی تو یہ سنتے ہی مر جائیں گی کہ ان کے علاج کے لئے آپ نے کیا کیا ہے۔'' مہوش اس کو سمجھاتے ہوئے رو پڑی۔

''تم دونوں وعدہ کرو کہ میرا ساتھ دو گی تو امی کو کچھ علم نہیں ہوگا میرے ساتھ وعدہ کرو کہ اس مشکل کو دور کرنے میں مجھے ثابت قدم رکھنے میں مدد دو گی یہ راز صاف اپنے سینوں میں محفوظ رکھو گی۔'' اس نے التجائیہ انداز میں کہتے ہوئے ماہم اور مہوش کو دیکھا تو وہ بلکتے ہوئے اس کے ساتھ لگ کر رونے اور اسے چومنے لگیں۔

زندگی مجھے اپنے اصول بتاؤ؟
جینے کے خراج و وصول بتاؤ؟
ہر ایک چہرہ پہ دکھ کا غازہ
ہر اک راہ میں کیوں دھول بتاؤ؟
خوشبو سے خالی ہوئی پتیاں
بکھر گئے ہیں کیوں پھول بتاؤ

''غربت اور لاچاری کے بستر پہ بچھی سسکتی رینگتی زندگی کب تک اپنی زندگی اور بے بسی کا تماشہ دیکھے گی خوشنما امیدوں کے گلاب دیکھتی خواب آنکھیں صبر کے کتنے منظر اپنے پانیوں میں سمیٹ لیں گی، خواہشوں سے دل بھی نہیں بھرتا پھر اپنی ماں کو زندگی کے پنجہ اجل میں جکڑے لمحہ بہ لمحہ موت کی طرف بڑھتے کیسے دیکھوں؟ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔'' اس نے سوچتے سوچتے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''اگر دولت صرف چند منتخب خاندانوں میں بادشاہت کی طرح نہ بٹی ہوتی اور صاحب اختیار طبقہ ناکافی وسائل رکھنے والے طبقہ کو اجتماعی سہولیات دینے کی کوشش کرتا تو ہم جیسے حساس لوگ لہو لہو دل لئے کیوں پھرتے؟'' انتہائی قباحت آمیز لگنے والا ایک ناگوارہ کام ہوتے ہوئے جا رہا تھا اور یہ مہربانی کس کی تھی تقدیر وقت یا زمانہ کون سی چیز ہے جو زندگی کے شب نامہ پہ حاوی ہوئے جا رہی ہے؟

''ایسا کون سا گناہ سرزد ہوا کہ یہ ماتم بھری زندگی نصیب ہوتے جا رہی ہے؟''

''کیا ہم بھی بہت سے لوگوں کی طرح ہنستے بولتے وقت کی گہما گہمی سے لطف اٹھاتے ایک پرسکون زندگی نہیں جی سکتے تھے؟''

''انسان تقدیر کے ہاتھوں اتنا شدید بے بس کیوں ہو جاتا ہے کہ حالات سے سمجھوتا کرنے پہ مجبور ہو جاتا ہے اور پھر حالات کی بے رحم چکی میں اپنے خواب، آرزوئیں، امیدیں، اصول سب پستا چلا جاتا ہے، اپنے ہر دل احساس کو مار کر تلخیوں کا سارا زہر اندر اتار کر۔'' اس کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔

''ایک طلب، ایک فرمائش ایک خواہش، بہار زندگی کی تمنا صرف یہ اس سے زیادہ تو کچھ بھی نہیں مانگا تھا، جذبوں کے قیمتی جواہر امیدوں کے حوصلوں سے کیسے خالی ہو گئے خالص اپنائیت اور عزت سے خالی خشک پتوں جیسا ٹوٹتا بکھرتا جیون تھکاوٹ زدہ، ذہنی شعور کے حوالے سے بٹا ہوا بندھن، اضطراب و بے چینی جبکہ حوصلوں کی بڑے لمبے عرصے تک ضرورت تھی پھر خواہشوں کے برعکس ہی کیوں ہوا سب کچھ اور ہو گیا ہے تو اس پہ دل کو صبر کیوں نہیں آ جاتا کہ جبر کا موسم اپنے مانگے سے ملا ہے۔''

پھولوں، پودوں، موسموں عشق کرنے والی خوش مزاج لڑکی جس کی دلنشین آنکھیں خوابوں کی دلفریب چمک سے فروزاں اور سانسیں کسی خوش امید وقت کی آس میں صندلیں رہا کرتیں اس وقت رنجیدہ، دلگرفتہ، ملول اور اداس تھی اترے اور ستے چہرے کے ساتھ بوجھل پلکوں تک آئے پانی کو خساروں پہ بہنے کی کوشش سے روکنے میں بار بار پلکیں جھپک رہی تھی اپنے آپ کو رک کر Compose کرنے میں تھوڑی دیر لگی پھر وہ گلاس ڈور کھول کر اندر قدم رکھ چکی تھی۔

''مجھے آپ کی آفر قبول ہے۔'' عجیب ہارے ہوئے انداز میں کہتی وہ ایک بار پھر واصب درانی کے سامنے بیٹھی تھی اور اس نے صرف دیکھا تھا، متورم آنکھیں شفاف چہرہ سلیقے سے اوڑھا دوپٹہ اور شاکنگ پنک کلر کا لباس پہنے وہ بہت پرکشش لگ رہی تھی۔

واصب درانی بلا ارادہ ہی اسے دیکھتا جا رہا تھا نگاہوں کی تپش کے احساس نے اسے پلکیں اٹھانے پر مجبور کیا تو اسے دیکھتے پا کر وہ فوراً سیدھا ہو بیٹھا اور کچھ اہم باتیں اسے ذہن نشین کروانے لگا، سسکتی رینگتی زندگی غربت اور لاچاری کے بستر پہ بچھی کب تک صبر کر سکتی ہے۔

''امی مجھے آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔'' زوبار یہ ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

''تو کہو نا بیٹی، جھجک کیسی۔'' انہوں نے بیٹی کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ کوئی بات کہنے کے لئے باقاعدہ اجازت مانگے، اب ایسی کونسی بات تھی۔

''پہلے آپ وعدہ کریں کہ میری بات بغور سن لیں گی اسے سمجھیں گی پھر کچھ کہیں گی درمیان میں نہیں بولیے گا اور یہ بھی وعدہ کریں کہ میری بات سن کر خفا نہیں ہونا۔'' وہ ان کے ہاتھ تھام کر بولی۔

''اتنے وعدے ایک ساتھ بیٹی تم کو جو بات کرنی ہے کر لو، مجھ میں کون سی ہمت ہے خفگی کی اور تم لوگوں کے سوا میرا اور کون ہے میں تم سے ناراض کیسے ہو سکتی ہوں۔'' وہ کمزور اور نحیف آواز میں بولیں۔

''امی آپ کے علاج کے لئے اپنوں سے امداد طلب کی تھی، مگر کچھ ہو نہیں سکا کئی طرف ہاتھ پاؤں مارے تھے ہر طرف سے جواب ملا، تھک ہار کر ہم نے گورنمنٹ سے اپیل کی (اس نے واصب درانی کا نام چھپا کے گورنمنٹ کا نام لیا) تو آپ کے علاج اور بیرون ملک قیام و طعام کا تمام انتظام حکومت پاکستان کی وساطت سے طے ہو گیا سترہ تاریخ کو آپ کی روانگی ہے ایک اسپیشل نرس ہر وقت آپ کے ہمراہ ہو گی تاہم آپ کو ہمارے بغیر جانا ہو گا کیونکہ ہم تینوں میں سے کسی کو ساتھ جانے کی اجازت نہیں مل سکی۔'' وہ بات مکمل کر کے خاموش ہوئی تو ان کے چہرے پر خفگی کا تاثر نمایاں تھا۔

''تم مہوش اور ماہم اکیلی کیسے رہو گی اور پھر تین جوان لڑکیوں کو تنہا چھوڑ کر میں کیسے چلی

www.pkdigest.com

جاؤں۔"

"امی پلیز اب سب کچھ ہو چکا ہے ہم گھر کو تالا لگا کر یا کرائے پر دے کر یہ چند ماہ ہاسٹل میں رہ لیں گی آپ ہماری فکر نہ کریں۔" وہ بہت بہادر نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"زوباریہ تو نے اتنا کچھ اکیلے طے کر لیا، مجھے بتایا تک نہیں، اب بتا رہی ہو تو اتنی بڑی کب ہو گئی کہ ہر مشکل خود اپنے طور پر حل کرنے لگے۔" امی کا انداز دکھی اور شکوہ کناں تھا۔

"امی آپ کا علاج تو کرانا تھا ہم کو اور جب کوئی ساتھ دینے یا ہمقدم چلنے کو تیار نہ تھا تو پھر اکیلے سب کرنا تھا اور آپ باجی سے خفا مت ہوں ہم نے مشترکہ طور پر بہت سوچ سمجھ کے اور ہر طرف سے مایوس و مجبور ہو کے خود اپنے مرضی سے اس کام کے لئے ذمہ اٹھایا تو سب ہو گیا۔" مہوش نے انہیں پرسکون کرنے کی کوشش کی اور ثریا بیگم کے آنسو بے تابی سے ٹوٹ ٹوٹ کر رخساروں پہ پھسلے اور تکیے کو بھگونے لگے انہوں نے اپنے ناتواں بازو پھیلا کر بیٹیوں کو دیکھا تو وہ ان کے سینے سے لگ کر سسک پڑیں۔

امی کی روانگی کا مرحلہ نپٹا تو اس نے مہوش اور ماہم کا ہاسٹل میں ایڈمیشن کروا کے گھر کرائے پر دے دیا اور اسی دن ایک اور کڑے مرحلے سے بھی قسمت نے گزار دیا۔

"کیسی شادی ہے یہ، جس میں مایوں نہ مہندی سکھیاں نہ گھر والے، دل کو چھونے والے شوخ گیت نہ دھڑکنیں مہکا دینے والے خوابوں کی تعبیروں کا عکس شہنائی نہ رخصتی کے گیت پریت نہ میت۔" کورٹ سے نکلتے ہوئے اس کی آنکھیں بے اختیار بھیگ گئیں۔

"لو، پانی پیو، گرمی بہت ہے۔" واصب درانی نے سوفٹ ڈرنک پکڑاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اس نے کوئی جواب نہیں دیا ڈرنک پکڑ کر لبوں سے لگا لی۔

"جانے یہ خوش نصیبی تھی کہ بدنصیبی۔"

"کیا ہے زندگی تھوڑے دن قبل میں اس شخص کو رشک و حیرت سے دیکھ رہی تھی، اس کی حیثیت و شخصیت سے متاثر تھی اور اس وقت یہ شخص مجھ سے چند انچ کے فاصلے پر مکمل استحقاق و اختیار لئے موجود ہے۔" وہ سر جھکائے واصب درانی کے متعلق سوچ رہی تھی۔

ایک خواب جس نے تعبیر پائی مگر مختلف کیفیات کے زیر اثر اس تعبیر کے روپ میں کھڑی ہو کر ہنسے کہ روئے اسے اپنے احساسات سمجھ نہیں آ رہے تھے۔

"چلیں۔" وہ ڈرنکس کے پیسے ادا کر کے اس کی سمت مڑا تو وہ اپنی سوچوں سے نکلتی ہوئی گاڑی کی پچھلی سیٹ کی جانب بڑھی۔

"زوباریہ۔" واصب درانی نے پکارا تو اس نے وہیں سے گردن گھما کر دیکھا اسے آج سے پہلے اپنا نام خوبصورت کبھی نہیں لگا تھا۔

"فرنٹ سیٹ پہ بیٹھو، میں تمہارا شوہر ہوں، شوفر نہیں جو پیچھے جا رہی ہو۔" وہ خاصی بے تکلفی سے بولا جیسے ان دونوں میں پرانی جان پہچان ہو، وہ چند پل کی ہچکچاہٹ کے بعد آگے آ گئی۔

"میرے گھر جا کر تمہیں مختلف اور مشکل حالات کا سامنا ہو گا لیکن تم نے خود کو مضبوط رکھنا ہے، ہر دم اپنے دماغ کو الرٹ رکھنا ہے، بے شک ہم صرف کاغذی رشتے میں منسلک ہوئے ہیں لیکن کسی بھی حوالے سے تم پر کوئی آنچ آئے یا تم میری وجہ سے شدید مشکل محسوس کرو مجھے برا لگے گا اور میں چاہوں گا کہ تم خود کو کبھی تنہا یا مجبور مت سمجھنا واصب درانی کے Qualification اور sataitus اور Ideas کے مطابق اس کی وائف کو جیسی Confident Impressive اور Perpetuad ہونا چاہیے خود کو اسی طرح پیش

www.pkdigest.com

کرنا ہر مشکل کو چیلنج سمجھ کر قبول کرنا اور خود کو تنہا مت سمجھنا۔" اسے بریف کرتے ہوئے واصب درانی نے لمحہ بھر دیکھا اور پھر دوبارہ توجہ سامنے سڑک پہ کر لی وہ ڈبڈبائی آنکھیں بند کرتے ہوئے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا گئی اور ایک گہرا سانس لے کر ایئر فریشنر کی خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔

گاڑی اے سی کولنگ سے ٹھنڈی اور واصب درانی کے وجود سے اٹھتی خوشبو سے مسحور کن تھی، اس کی زندگی کا یہ پہلا چانس تھا اتنی مہنگی اور زبردست گاڑی میں نرم و گداز سیٹوں پہ بیٹھ کر سفر کرنا، واصب درانی نے لمحہ بھر اس کی سمت دیکھا اور اسی پل اس کی پلکیں اٹھیں ہمراہ بیٹھے شخص کے چہرے پر بہت مہربان تاثر تھا۔

"Be brave میں ہوں ناں تمہارے ساتھ تو پریشانی کیسی؟" وہ اس کی شبنمیں پلکوں کو دیکھ کر بولا وہ اس وجیہہ و شکیل بندے کو دیکھنے لگی وہ مسکراتے ہوئے اسٹیئرنگ وہیل گھمانے لگا تھا ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر ایف ایم ون ہنڈرڈ ٹیون کر دیا، امانت علی کا ہٹ نمبر "میں تیری آں سائیاں" چل رہا تھا ان دونوں کی نگاہیں بے ارادہ ہی ایک دوسرے پہ اٹھی تھیں واصب درانی نے بہت مانوس اور اپنائیت بھری مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی تھی، اسے یک بہ یک ایک خوشگوار احساس ہوا سب کچھ بے حد اچھا لگنے کا احساس۔

دید کا زینہ چڑھنے لگی ہوں
دید محبت پڑھنے لگی ہوں
تجھ سے بھی ڈرنے لگی ہوں
خود سے بھی ڈرنے لگی ہوں
جب سے محبت کرنے لگی ہوں
اندر ہی اندر مرنے لگی ہوں
آنکھ کا ساون جاگ گیا ہے
عشق کا دریا بھرنے لگی ہوں
رسم وفا پھر تازہ ہوئی ہے
کچا گھڑا لہروں پہ دھرنے لگی ہوں
پتھر ہیں کیوں ہاتھوں میں
الگ دنیا سے کیا کرنے لگی ہوں
جانے کس کے خواب کی خاطر
نیند کا بستر خوشبو سے بھرنے لگی ہوں
تیرے قرب کا طلسم پھر ہوا کارگر
خود سے پھر ہرنے لگی ہوں
روشنی گھر میں رکھنے کو
چاند کی جانب بڑھنے لگی ہوں
وصل کی چاہت کرتے کرتے
ہجر کی آگ میں سڑنے لگی ہوں

گاڑی معروف اور پوش ترین علاقے کی سڑک پہ جا رہی تھی کچھ دیر بعد سرسبز پودوں اونچے درختوں اور رنگ برنگے پھولوں کے درمیان بنے ڈرائیو وے سے گزرتی سلور گرے کلر کے بڑے سے گیٹ سے اندر چلی گئی، وہ ایلیٹ کلاس سے تعلق رکھتا تھا، جدی پشتی امیر تو مرسڈیز، امپورٹڈ کرولا اور لینڈ کروز جیسی گاڑیاں پہلے سے کار پورچ میں موجود تھیں، مختلف اقسام کے پھولوں سے بھرا لان، قسم قسم کے درختوں کا سلسلہ جو لان میں بنی راہداری کے ساتھ چلتا کاریڈور تک جا رہا تھا اسے گاڑی سے اترنے کا اشارہ کرتے ہی وہ دھیرے سے بولا تھا۔

"Be brave zobaria تم اس وقت زوباریہ واصب درانی ہو، اسی حیثیت کے زعم کو لے کر آگے بڑھو اور خود کو کمزور مت ظاہر کرنا۔"

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ خائف سی بولی۔

"مجھے دیکھو، میں ہوں ناں تمہارا حوصلہ اور ہمت پھر ڈر کیسا؟" وہ اس کے مقابل کھڑا تھا، زوباریہ نے اسے لمحہ بھر دیکھا اور اس کے ہاتھ

میں اپنا ہاتھ دے دیا۔

واصب درانی اپنے مضبوط ہاتھ میں اس کا ہاتھ لئے ثابت قدمی سے چل رہا تھا اور بے حد خوبصورت ساز و سامان سے بھرے کمروں کے سامنے سے گزرتے تزئین و آرائش کی داد دیتی نگاہوں سے وہ اس محل نما گھر کی خوبصورتی اور امارت پہ تحیر زدہ سی تھی، واصب درانی نے رک کر اسے دیکھا، لیف گرین اور مسٹرڈ کڑھائی سے مزین وائیٹ کلر کا بے حد باریک اور قیمتی لباس پہنے واصب درانی کے ہمراہ اندر آئی خوبصورت اور سمارٹ سی لڑکی نظر انداز کرنے کے قابل ہرگز نہ تھی اسی لئے وہ اسے کچھ دیر وہیں رکنے کا اشارہ کر کے ڈائننگ ہال سے آتی پرشور آوازوں کو سننے لگا۔

"جب میں یہ بات کہہ چکا ہوں کہ واصب کی شادی ہو گی تو صرف لیلیٰ سے پھر مزید بحث کرنے کی کیا تک بنتی ہے۔" درانی صاحب کی اشتعال انگیز آواز آئی تھی۔

"واہ، اس گھر کی بہو وہی لڑکی بنے گی جسے میں پسند کروں گی واصب میرا بیٹا ہے۔" راحیلہ بیگم ان سے زیادہ اونچی آواز میں چیخی تھیں۔

"اس بیٹے کا باپ میں ہوں اور میری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔" درانی پھر چیخے، واصب درانی بے اختیار اندر داخل ہوا تھا جبکہ زوباریہ عجیب سے احساسات کے زیر اثر وہیں کھڑی رہی۔

"تم نے بتانا تو تھا کہ کہاں ہو، میں صبح سے تمہارا موبائل چیک پہ چیک کیے جا رہی ہوں مسلسل No respons ہے تمہیں علم بھی تھا کہ جیولر کو ٹائم دیا ہوا ہے۔" بیگم درانی اسے دیکھتے ہی بولیں۔

"لیلیٰ بھی تمہارا دو بار پوچھ کے جا چکی ہے۔" درانی صاحب نے کہا۔

"آپ اس چڑیل کو کہہ کیوں نہیں دیتے کہ وہ میرے بیٹے کا پیچھا چھوڑ دے۔" راحیلہ بیگم زور سے بولی۔

"تم چپ کیوں نہیں ہوتیں بدتمیز عورت۔" درانی مڑ کر غصے سے بولے۔

"بھائی پلیز آپ ہی اس جھگڑے کی مین وجہ آپ اس میں کچھ کرتے کیوں نہیں، کیا ہر وقت گھر میں خانہ جنگی کا ماحول بنا رہتا ہے، دو گھڑی کھانے کے لئے بیٹھو تو وہ بھی سکون سے نہیں ملتا۔" عامر بیزاری سے اسے دیکھ کر بولا اور وہ اپنے والدین کو دیکھ رہا تھا جو بچوں کی طرح ایک دوسرے کو طعنے دے رہے تھے۔

"مام، ڈیڈ پلیز سٹاپ اٹ، آپ دونوں کو میری خاطر لڑنے جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ زندگی میری ہے اسے اپنی مرضی اور اپنے فیصلے سے گزارنے کا اختیار ہے مجھے اور میں یہ اختیار استعمال کر چکا ہوں۔" اس کے سنجیدہ لب و لہجے پہ انہوں نے چونک کر دیکھا تھا۔

"What do you mean?"

راحیلہ بیگم کا لہجہ اور نگاہیں دونوں تیکھی تھیں۔

"مطلب ابھی سمجھاتا ہوں۔" اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا زوباریہ کو نا پا کر وہ واپس باہر گیا، اس کا ہاتھ تھام کر وہ ہمراہ لئے اندر آیا چند قدم آگے بڑھا اور بڑے متوازن و مضبوط لہجے میں بولا۔

"یہ زوباریہ ہے، زوباریہ واصب درانی۔"

(باقی اگلے ماہ)

☆☆☆

www.pkdigest.com

موسم گل کی دستک

فوزیہ غزل

دھماکہ سا ہوا تھا شاید، جو جس زاویے پر تھا وہیں رکا رہ گیا، ان کی نظریں زوبار یہ پہ ٹک گئی تھیں، حسین چہرہ، جاذب نقوش، نازک اندام اور خوش لباس لڑکی بنا میک اپ کے جس کا شفاف چہرہ توجہ کھینچ رہا تھا بلاشبہ وہ بہت پرکشش اور خوبصورت تھی۔

''تم جانتے ہو کہ مجھے ایسا سنگین مذاق نا پسند ہے۔'' راحیلہ درانی خود پہ قابو پا کر بولیں۔

''یہ مذاق نہیں حقیقت ہے، سوری ماما، پاپا لیکن مجھے آپ کے خود غرضانہ اقدام کو روکنے کے لیے یہ سٹینڈ لینا پڑا، ورنہ آپ دونوں اپنی انا بلند رکھنے کے لیے میری زندگی تباہ کر دیتے۔'' وہ بہت اطمینان سے بولا تھا اور کچھ دیر کو پھر خاموشی چھا گئی تھی۔

''اوہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھلے عرصہ سے جو جنگ ہمارے گھر جاری تھی آج اس کا خاتمہ ہو گیا۔'' عامر نے خاموش ماحول میں شگفتگی کا سماں پیدا کرنا چاہا۔

''سیز فائر یا ایک اور نئی جنگ کا خاتمہ۔'' اس کے برابر بیٹھی جویریہ نے ہولے سے کہا۔

''واصب تم نے اتنا بڑا قدم اٹھا کر اچھا نہیں کیا، اب میں آپا کو کیا جواب دوں گی پھر میں خود تو شادی کے کارڈ تک بنوا چکی ہوں۔'' راحیلہ درانی سخت لہجے میں بولیں۔

''اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے نہ تم بے کار کی ضد باندھتیں نہ وہ ایسا کرتا۔'' درانی صاحب بولے۔

''میں ضد باندھ رہی تھی یا آپ نے گھر کو اکھاڑہ بنا رکھا تھا۔'' وہ بھی دوبدو چیخیں۔

''جویریہ تم اپنی بھابھی کو لے چلو انہیں گھر دکھاؤ۔'' واصب نے جویریہ کو متوجہ کیا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے [illegible] سے اپنا کھانا ختم کرو اور ہمیں ذرا [illegible] یوں چھپ کر نکاح پڑھتے ارے ایک بہن ہے اور

مکمل ناول

©W.W.W.pkdigest.com

بہنوں کے سو ارمان ہوتے ہیں۔" وہ پھر بیٹے پر برس پڑیں۔

"No minde ان ارمانوں پہ پانی آپ نے ہی پھیرا ہے اگر آپ میری خوشی پہ خوش ہو کے رحماء کو لے آتیں تو اتنا سب نہ ہوتا۔" وہ گلہ آمیز نگاہوں سے ماں کو دیکھ رہا تھا۔

"اس چنڈال کا نام مت لو میرے سامنے، وہ کسی صورت اس گھر کے لیے قابل قبول نہیں۔"

"وہ آپ کو قبول نہیں تھی آپ کی Choice مجھے قبول نہیں تھی آپ اپنی مرضی کرنا چاہتی تھیں میں نے اپنی کر لی، So way، کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا۔" وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"کچھ نہ کچھ تم نے بہت کچھ کر دیا ہے۔" وہ تیز اور سخت لہجے میں بولیں۔

"چلیں مان لیا، جس قسم کے حالات آپ لوگوں نے پیدا کر دیے تھے ان میں بھی کچھ ہونا تھا And I am so sorry اگر آپ میرے جذبات کا خیال کرتیں تو میں بھی آپ کا پاس رکھتا، جب آپ نے والدین ہو کر مجھے بکاؤ مال سمجھ لیا تھا تو میں کیا کرتا، میں بھی ایک انسان ہوں مجھے بھی Tention free ماحول چاہیے، میں بھی جینا چاہتا ہوں۔"

"ماں، باپ کو ناراض کر کے تم کیا اچھی طرح جی سکتے ہو۔" درانی احب نے بیٹے کو گھور کر دیکھا۔

"جب آپ لوگ مجھے دکھ دے رہے تھے تب کیا میرے لئے خوشگواری کا ساماں تھا۔" وہ تیکھے لہجے میں پوچھ رہا تھا، پھر نروس ہوتی زوباریہ کو دیکھ کر جویریہ سے بولا۔

"جویریہ پلیز تم اسے میرے کمرے میں لے جاؤ، یہ کلاس تو اب طویل ہوتی جائے گی۔" اور جویریہ اٹھنے کا بہانہ تلاش کر رہی تھی وہ اور عامر اٹھے اور زوباریہ کو ڈائننگ ہال سے باہر لے آئے، زوباریہ نے تشکر کا سانس لیتے ہوئے یہ سب درانی کو دیکھا تھا۔

"اب بھابھی کو پانی پلاؤ، اتنی دھواں دھار لڑائی میں ان کا تو خون خشک ہو چکا ہوگا۔" عامر نے لاؤنج کے صوفے پہ گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ال مینرڈ لڑکے تم نے سنا نہیں لیڈیز فرسٹ، پہلے انہیں بٹھاؤ پھر خود بیٹھو۔" جویریہ نے گھر کا۔

"Oh i am so sorry babi، آپ بیٹھیں اتنی دیر کھڑے کھڑے تو آپ ویسے تھک چکی ہوں گی۔" وہ خفیف ہوتا ہوا کھڑا ہو گیا اور زوباریہ ہلکی مسکراہٹ چہرے پہ لاتے ہوئے بیٹھ گئی، اتنے میں جویریہ کولڈ ڈرنک لے آئی۔

"بھابھی اب یہ گھر آپ کا ہے اس لیے نو تکلف نو فارمیلٹی کھانا حاضر ہے پلیز نوش فرمائیں۔" اس نے ڈرنک ختم کرتے ہی وہ کھانے کی ٹرے آگے کرتے ہوئے بولی۔

"مجھے یہاں لانے سے قبل واصب نے کھانا کھلا دیا تھا اس کے لئے اتنی تکلفات اور ساتھ Thanks اتنی زحمت کا۔" وہ ہلکے تبسم انداز میں بولی۔

"زحمت کیسی اب یہ گھر آپ کا ہے، کھا کھائیں، ورنہ کے سوئیں۔" عامر ہنسا۔

"آیئے پھر آپ کو تھوڑا گھما پھرا دیں اور اپنا گھر دکھائیں۔" جویریہ مسکرا کے بولی، وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور عامر کو بھی ساتھ چلنے کی آفر کی۔

"میرا تو ویسے ہزار بار کا دیکھا ہوا ہے لیکن آپ کے ساتھ ایک بار پھر دیکھ لیتے ہیں۔" عامر کا اپنا ہی جولی انداز تھا، تبھی یہ وہ مسکرا پڑی۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ جدید انداز میں بنایا گیا یہ محل نما گھر خوبصورتی نفاست اور انفرادیت میں بے مثال تھا، ہر کونہ فینسی، دورنگا، ماربل سے تعمیر شدہ تھا اور امپورٹڈ ٹائلز فلور تھا ہر بیڈروم سے اٹیچڈ اعلیٰ معیار کے واش رومز اور

ٹیرس رومز، امریکن سٹائل کچن ایک کچن کامن روم سے ملحق اور دوسرا ڈائننگ ہال کے ساتھ بنا تھا کشادہ اور اٹالین طرز کا کیبنٹ سسٹم بہت خوبصورت تھا کچن کی ساری کراکری فرانس اور پیرس سے لائی ہوئی تھی، ہیروں کی طرح چمکتی برقی لائٹنیں، انٹرم میں لگے زینے اور کیپسول لفٹ سے لیکر جدید ترین فائر الارمز، روم سیکورٹی کیمرے امپورٹڈ پردہ گرلیں، امپورٹڈ الیکٹرک ورکس اور Fish aquariem تک ہر چیز نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی کمروں کی کلر اسکیم، سیٹنگ اور ڈیکوریشن میں آرٹسٹک مزاجی کی جھلک موجود تھی اور کمروں میں بچھے قالین ایسے نرم و دبیز جن میں پاؤں دھنسے جا رہے تھے۔

"بہت خوبصورت گھر ہے۔" یہ وہ فقرہ تھا جو سنگ مرمر کی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے اس کے منہ سے پھسلا تھا، یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اسے خود پر رشک محسوس ہو رہا تھا ایک کاغذی رشتے کے طفیل ہی وہ اس وقت وہ بھی اس شاندار لگژری بنگلے میں مالکانہ حیثیت سے موجود تھی، ایسے شاندار گھر اس نے صرف ڈراموں یا فلموں میں دیکھے تھے اور وہ سوچا کرتی تھی۔

"ان کمروں میں رہنے والے لوگ کیسے ہوتے ہوں گے؟"

"اس گھر کا سب سے خوبصورت اور شاندار حصہ تو آپ نے دیکھا نہیں۔" جویریہ نے کہتے ہوئے ایک کمرے کا دروازہ کھولا تھا اس کی نگاہیں ایرانی کارپٹ سے ہوتی سنگل بیڈ پر بچھی قیمتی مخملی چادر سے کھسک کر بیڈروم کے کارنر میں سجے پی سی سسٹم، فل سائز ٹی وی، ڈی وی ڈی پلیئر، وال پینٹنگز اور قیمتی امپورٹڈ ڈیکوریشن پیس اسکائی بلیو کلر اسکیم جو کمرے سے لے کر پردوں، قالین بیڈشیٹ ہر چیز میں نمایاں تھی۔

"ڈریم لینڈ اور ڈریم گرل۔" سوچتے ہوئے وہ خفیف انداز میں مسکرائی۔

©www.pkdigest.com

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب	165/-
خمار گندم	300/-
دنیا گول ہے	325/-
آوارہ گرد کی ڈائری	300/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	200/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	180/-
نگری نگری پھرا مسافر	[illegible]5/-
خط انشاء جی کے	[illegible]00/-
بستی کے اک کوچے میں	[illegible]5/-
چاند نگر	185/-
دل وحشی	165/-
آپ سے کیا پردہ	250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو	[illegible]00/-
انتخاب کلام میر	160/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر	160/-
طیف غزل	120/-
طیف اقبال	120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار لاہور

فون نمبرز: 7321880-7310797

"اور یہ بھائی کے کمرے سے ملحقہ ان کا اسٹڈی روم ہے۔" جویریہ اسے بڑے سے ہال کمرے میں لئے داخل ہوئی، جہاں چاروں طرف نئی جہازی سائز شیلفوں میں ملکی و غیر ملکی خصوصاً انگلش کلاسیکل ادب کی کتابیں بہت نفاست سے سجی تھیں۔

"بھائی کو چارلس ڈکنز، سمرسٹ ماہم، ہیمنگوے کے لکھے ادب سے بہت دلچسپی ہے وہ زیادہ تر انہی کی بکس لیتے ہیں۔" عامر نے اسے کتابوں کو دلچسپی سے دیکھتے پا کر بتایا۔

"آپ ہمارے مسلسل بولنے پر بور تو نہیں ہو رہیں۔" انہیں اچانک خیال آیا تو پوچھا اور زوباریہ اس محل نما گھر میں پھرتے پھرتے تھکنے کے باوجود مسکرا کر بولی۔

"نہیں تو۔"

"آپ تو مروت میں ماری جائیں گی، جویریہ کے سر پہ اس وقت دھن سوار ہے ابھی یہ صرف فرسٹ پورشن دکھا پائی ہے جبکہ اس سے زیادہ حصہ رہتا ہے۔" عامر اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں بولا تو جویریہ نے اسے گھور کے دیکھا جبکہ زوباریہ گھبرا کر بولی۔

"واقعی پھر تو میں سچ مچ بہت تھک چکی ہوں۔" وہ دونوں خوب ہنسے کچھ دیر بعد وہ بھی ان کی ہنسی میں شامل ہو گئی۔

"ہم اتنی دیر سے آپ کے ساتھ ہیں لیکن آپ کا کوئی تفصیلی انٹروڈکشن نہیں ہوا، آپ کی فیملی وغیرہ۔" جویریہ نے پوچھ کر اس کو مشکل میں ڈال دیا تھا، وہ کوئی مناسب جواب دینے کا سوچ رہی تھی جب واصب بولا تھا۔

"بہت رات ہو چکی ہے اب تم لوگ سو جاؤ، زوباریہ تم بھی اپنے کمرے میں چلو۔" وہ لاؤنج سے نکلتے ہوئے جویریہ کی بات سن چکا تھا۔

"Ok well wisher۔" وہ دونوں اسے گڈ نائیٹ کہہ کر پلٹے۔

زوباریہ نے بیڈ روم میں آ کر آرام دہ انداز میں دونوں پاؤں اٹھا کر صوفے پر آلتی پالتی مارنے کے انداز میں بیٹھ گئی اور نظریں گھماتے ہوئے ایک بار پھر اس بنگلے کے آرکیٹکچر کے ساتھ مکینوں کے عمدہ ذوق کو سراہا، پھر سائیڈ ٹیبل پہ رکھا سڈنی شیلڈن کا ناول "If tommorow comes" اٹھا لیا کہ واصب درانی اندر داخل ہوا تو Boss hugo کی بھینی بھینی خوشبو فضا میں چھانے لگی۔

"صبح میرے ساتھ مارکیٹ چلنا اپنی Choice کے مطابق نارمل اور پارٹی ویئر سینڈلز، جیولری اس کے علاوہ جس کی تمہیں ضرورت ہو وہ سب چیزیں خرید لینا اور تم سے تمہارے پیرنٹس، فیملی ممبرز یا رشتے داروں کے متعلق پوچھا جائے تو تم سب کو صرف ایک جواب دینا کہ تمہارے عزیز و احباب فارن کنٹریز میں شفٹ ہیں، اس سے زیادہ تفصیل بتانا یا کچھ اور کہنا ضروری نہیں ہے۔" وہ اب اس کے سامنے بیٹھ چکا تھا، تبھی اس کے موبائل کا سائرن بجنے لگا تو وہ خاموش ہو کر کال ریسیو کرنے لگا۔

"ہاں، کہو کیسی ہو، بالکل مجھے یاد ہے۔" وہ یقین دلانے والے انداز میں بولا تھا۔

"یہیں ہے، نہیں میرا خیال ہے ابھی یہ مناسب نہیں پھر وہ کافی شائی اور پزل سی ہے شاید تمام صورتحال کے لئے مکمل طور پہ خود کو تیار نہیں کر پا رہی۔"

"اٹس اوکے۔" آف کر کے اس نے موبائل سائیڈ کارنر پر رکھا اور اس کے خیال کی تصدیق کر دی۔

"رحماء بھی تم سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔" وہ چپ رہی کیا کہتی۔

"ٹائم کافی زیادہ ہو گیا ہے اور تم بھی تھکی ہوئی ہو، آرام کرو، فی الحال تمہیں میرے کمرے میں رہنا ہوگا، حالات نارمل ہونے تک تم دوسرا

کمرہ استعمال نہیں کر سکتیں اور اس کے بعد میں الگ کمرہ لے لوں گا اور خود کو Compose رکھنا، ہم تنہائی میں میاں بیوی جیسے تو نہیں لیکن دوستوں جیسے تعلقات رکھ سکتے ہیں اور Friend ship بری نہیں، تم سمجھ رہی ہو نا۔" اس کے سب خواب چرا کر وہ کتنے آرام سے پوچھ رہا تھا۔

"میں آپ کی دوست ہوں۔" اس نے واصب سے زیادہ خود کو یقین دلایا تھا۔

"Thats a good chang" تو پھر ملاؤ ہاتھ۔" واصب درانی نے خوشگوار انداز میں دایاں ہاتھ آگے کیا تو اس نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا وہ جواباً اس کا ہاتھ دھیرے سے دبا کر واش روم میں چینج کرنے چلا گیا وہ اپنے ہاتھ کو اس کے لمس سے سرشار ہوتے دیکھتی رہ گئی۔

اس کے وجود میں بجلی بپا کر کے جانے والے کو خبر بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ اپنے پیچھے کیسی قیامت بپا کر چکا تھا۔

"خدایا اس امتحان میں ثابت قدم رکھنا میرا اختیار خود سے اٹھے نہ میرا دل میرے خلاف بغاوت کرے۔" اس کے خاموش لبوں سے دعا سسکی بن کر نکلی۔

"آپ بیڈ پر لیٹ جائیں میں صوفے پر چلی جاتی ہوں۔" اپنے تئیں اس نے مسئلے کا حل نکالا۔

"نہیں تم ادھر سو جاؤ میں یہاں ٹھیک ہوں اگر کوئی ڈر ہے تو نکال دو جو جگہ رحماء کی ہے وہ اسی کی رہے گی جو چیز اس کی ہے اسی کو ملے گی، مجھے امانت میں خیانت پسند نہیں اور تم بالکل محفوظ رہو گی یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔" وہ تسلی آمیز لہجے میں کہہ کر کمبل خود پہ لینے لگا۔

"تمہاری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی رحماء ہو گی لیکن میری زندگی میں آنے والا پہلا مرد وہ بھی اتنے اہم شرعی حوالہ کے ساتھ وہ تم ہو،

واصب درانی تم اپنے آپ کو رحماء کی امانت سمجھ رہے ہو، اپنے احساسات و جسم و دل سمیت سب اس کے لئے سنبھال کر بیٹھے ہو اور میں تمہارے لئے تڑپتا احساس، تمہارے لئے ترستا دل اور مہکتا جسم تم سے ہی کیسے چھپا لوں۔" اس کے چہرے پر نمی پھیلنے لگی۔

کبھی ادھر سے گزرو تم
تو میرے آنگن میں بھی اترنا
تاکہ پتہ چلے تمہیں
راستوں کی اداسی
کس کو ڈھونڈتی ہے
ادھورا چاند کیوں زرد رہتا ہے
دل ہے جہاں
وہاں کیوں درد رہتا ہے

زوباریہ کی آنکھ Morning darm سے کھلی اس نے ہاتھ بڑھا کر کلاک پکڑا صبح کے سوا پانچ ہو رہے تھے وہ تیزی سے اٹھی اور واش روم کا رخ کیا۔

"کمال ہے مجھے اتنی نیند آئی پہلے تو بہت دیر جاگتی رہی تھی جگہ کی تبدیلی رشتے اور احساسات کی تبدیلی، نیند تھی کہ آنے کا نام نہیں لے رہی تھی پھر آئی تو یوں۔" وضو کرتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

"تم اٹھ گئیں۔" واصب درانی اسٹڈی روم سے نکلا۔

"جی آپ کب اٹھے۔" وہ دوپٹہ اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ کر بولی۔

"میں Daily اسی ٹائم اٹھتا ہوں مجھے جاگنگ کرنا ہوتی ہے۔"

"میں نماز ادا کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے جائے نماز کی تلاش میں نظریں کمرے میں گھمائیں۔

"جائے نماز اسٹڈی روم میں رکھا ہے تم نماز پڑھو میں ذرا واک کر آؤں۔" واصب درانی

©www.pkdigest.com

شوز پہنتے ہوئے بولا۔

''آپ ٹھہریں میں نماز پڑھ لوں پھر آپ کے ساتھ ہی چلتی ہوں۔'' واصب درانی نے چند لمحوں تک اسے دیکھا تھا پھر سر اثبات میں ہلا کر وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔

''آپ کے گھر میں سب سو رہے ہیں اچھی خاصی صبح ہو گئی ہے، سورج نکلنے والا ہے اور کسی کو خبر نہیں۔'' گیٹ سے نکلتی ہوئی وہ حیرت کا اظہار کر گئی۔

''یہ بڑے لوگوں کی روٹین لائف ہے رات دو بجے سونا اگلی دوپہر بارہ بجے اٹھنا، یہاں صبح کب ہوتی ہے، کسی نے نہیں دیکھا، تم ادھر رہو گی تو آہستہ آہستہ باخبر ہوتی جاؤ گی۔''

''اور کچھ نہیں تو نماز پڑھنی چاہیے کم از کم اللہ کا فرض تو پورا کریں بعد میں پھر سو جائیں۔'' وہ بولی۔

''اس گھر میں قرآن، احادیث کی جلدیں خوبصورت جائے نماز سب موجود ہے مگر تلاوت و ذکر کا ٹائم نہیں ہماری ماما کے خیال میں نماز غریب لوگ پڑھتے ہیں جن کو کچھ لینا ہوتا ہے ہمارے پاس رزق، دولت، جائیداد کسی چیز کی کمی نہیں ہمیں کیا ضرورت ہے زمین چاٹنے کی۔''

''استغفر اللہ۔'' وہ بے ساختہ کانوں کو ہاتھ لگانے لگی۔

''پھر تو آپ بھی نماز سے پہلو تہی برتتے ہو نگے۔'' وہ اسے رک کر دیکھنے لگی۔

''جھوٹ نہیں بولوں گا بچپن میں قرآن اور نماز سب کی بہت پابندی کی پھر آہستہ آہستہ سب چھوٹ گیا، لیکن اب پچھلے کچھ عرصے سے میں بڑی باقاعدگی سے دینی اجتماع و درس تعلیمات اسلام کی کلاسز اٹینڈ کر رہا ہوں لہٰذا اسلامی ارکان کی ادائیگی خود بخود ہو رہی ہے۔''

''اچھی بات ہے، ہم اپنے خدا کا حق جتنا ادا کریں کم ہے۔''

''زوبار یہ رات جو کچھ ہوا، وہ سب تمہارے لئے خفت کا باعث بنا میں معذرت خواہ ہوں کہ تمہیں میرے حوالے سے یہ سب سننا اور سہنا پڑا، ماما کی عادت ہے وہ ایک بار بولنا شروع ہوتی ہیں تو کسی کا لحاظ نہیں کرتیں۔'' واصب درانی نے اس کے شفاف بے داغ چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے برا نہیں لگا وہ ماں ہیں آپ کی یہ سب کہنا ان کا حق ہے۔'' وہ آرام سے بولی۔

''Thanks تم واقعی بہت سمجھدار ہو ویسے ایک بات کہوں تم ان کے سامنے آنے میں ذرا احتیاط برتنا کیونکہ ان کا اگلا نشانہ تم ہو گی وہ ہر وقت تمہیں زیر عتاب رکھیں گی اور تم قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی خود کو مجرم محسوس کرو گی اور یہی وہ وقت ہو گا جب تمہیں اپنے اعصاب قابو میں رکھتے ہوئے صورتحال کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کرنا ہے، جب سب سنبھل جائے تو [illegible] حالات [illegible] سمت کرنے ہیں۔'' درخت کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا وہ اسے بہت رسان سے سمجھا رہا تھا۔

''اور اگر مجھ سے یہ سب نہ ہو سکا تو مطلب پھر آپ کیا کریں گے۔'' وہ کچھ جھجک کر بولی۔

''اس میں مشکل کچھ نہیں ہے بہت معمولی کام ہے پھر جب ہر قسم کے تعاون کے ساتھ میں تمہارے ہمراہ ہوں تو تمہیں صرف اچھے نتائج کا سوچنا چاہیے، ایسے نتائج جن میں کامیابی ہو۔'' وہ اس کے ملیح چہرے کو نگاہوں کے حصار میں لئے ہوئے تھا۔

''کیسی کامیابی، جس میں رجاء تمہارے ساتھ ہو یا میں، اپنی خوشی کسی اور کی جھولی میں ڈالنے کی کوشش کروں، اپنی محبت غیر کو سونپنے کے سامان کروں تمہارے لئے یہی اچھے نتائج ہیں اور میرے لئے زندگی انہی نتائج پہ تمام ہے، مجھے اگر کوشش کرنی ہے تو تمہیں اپنا رکھنے کے لئے کیوں نہ کروں۔'' وہ بے ارادہ ہی سوچے گئی۔

''پریشان ہو رہی ہو فی الحال اپنے ذہن سے سب جھٹک دو، ابھی موڈ حالات دیکھو اس کے مطابق اپنے منصوبے کو آگے بڑھانی جانا۔'' واصب نے کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''دراز قد، سڈول اور کسرتی جسم، وجیہہ نقوش سلیقے سے بنے بال خوبصورت رنگ و روپ اتنے ہینڈسم بندے کے ساتھ کی خواہش ہر لڑکی کرے گی جو جسمانی وجاہت سے مالا مال ہونے کے ساتھ امیر، کوالیفائیڈ اور صاحب جائیداد ہو لیکن میں تو یہاں ایک معاہدے کے تحت موجود ہوں میں یہ سب کیسے پا سکتی ہوں دولت، حسن اور اداؤں میں رجاء کے پاسنگ بھی نہ ہوں گی میں تو پھر تیرے ساتھ کی دعا کیسے کروں۔'' اس کی پلکیں نمکین ہونے لگیں۔

[illegible]

اسے کہو کر مجھے ہے بہت جنون اس کا

''عدیل تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے ڈاکٹرز کا کہنا ہے تمہارا مسئلہ اتنا Serious نہیں ہے۔'' وہ بھائی کے سر میں پیار سے انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔

''لیکن آپی ڈاکٹرز کے اتنے اخراجات کون ادا کرے گا۔'' عدیل مایوس کن آواز میں کہنے لگا۔

''تم اس کی فکر نہ کرو جب تک میں موجود ہوں جس حد تک ہو سکا اپنے گھر کی بہتری کے لئے بھرپور کوشش کروں گی۔'' زوبار یہ نے بھائی کو مشفق انداز میں دیکھا۔

''آپی آپ نے نئی جاب کیوں شروع کی ہے پہلے والی جاب اچھی تھی آپ روز گھر تو آتی تھیں اب وہیں رہنا دن رات، امی بھی یہاں نہیں ہے میرا دل نہیں لگتا، آپ جاب چھوڑ کر گھر آ جائیں۔'' عدیل بھرائے لہجے میں بولا۔

''میرے ننھے معصوم بھائی جاب نہیں کروں گی تو پھر کھائیں گے کہاں سے اور یہ تو تھوڑے دنوں کی بات ہے ابھی ہمارے باس نئی برانچ میں اپنے پرانے قابل اعتماد ورکرز رکھ رہے ہیں ساتھ نئی بھرتیاں بھی جاری ہیں جیسے ہی سٹاف مکمل ہوا تو میں واپس پرانی جگہ پہ آ جاؤں گی۔''

''لیکن آپ کا یوں وہاں رہنا مجھے اچھا نہیں لگتا اگر میں ٹھیک ہوتا تو کبھی آپ کو یوں دربدر نہ پھرنا پڑتا۔'' عدیل کے گلوگیر لہجے پر اس کی آنکھیں بھر گئیں۔

''میرے بھائی اتنے حساس نہ ہو انشاء اللہ تم جلد ٹھیک ہو جاؤ گے پہلے کی طرح بھاگو دوڑو گے کرکٹ کھیلو گے اپنے سکول جاؤ گے اور یہاں تک میری بات ہے تو وہاں میں اکیلی لڑکی تھوڑی ہوں، میرے ہمراہ بیسوں لڑکیاں ہیں ہم سب ہاسٹل میں ہوتی ہیں ہمارے ڈیوز آفس کے ذمہ ہیں پھر اتنی پرکشش سیلری ہے ہر ماہ دس ہزار لانا ہمارے بہت سے خرچ آسان ہو رہے ہیں اکرم بڑھنے کی وجہ سے۔'' وہ اس کی تسلی کر رہی تھی جھوٹ پہ جھوٹ بول گے۔

''آپی لیجئے گرما گرم آلو والے پراٹھے ساتھ چائے کی ٹھنڈی ٹھارلسی۔'' مہوش ہاٹ پاٹ اور لسی کا جگ ٹرے میں رکھ کر لائی۔

''اوہ تم نے اتنا تکلف کیا اتنی گرم دوپہر میں کھانا تو میں ویسے بھی کھا کر آئی تھی۔''

''بس رہنے دیں یہ فارمل باتیں ماہم رائتہ لاؤ اور جلدی آ جاؤ ہم بھی ساتھ بیٹھ کر کھا لیں۔'' وہ اس کے ساتھ بات کرتے کرتے کچن کی طرف منہ کر کے بولی۔

''لیجئے دہی کا رائتہ اور املی کی چٹنی۔'' ماہم نے برتن لا کر رکھے۔

''ویسے ہاسٹل چھوڑنے اور گھر میں رہنے کا فیصلہ کر کے تم نے اچھا ہی کیا ایک لحاظ سے اپنے

©www.pkdigest.com

گھر کی بات الگ ہی ہوتی ہے۔" زوبار یہ سیدھی ہوتے ہوئے بولی۔

"تو اور کیا ایک حصہ کرائے پر دے کر دو کمرے ہم استعمال کر رہے ہیں محلّے والے بھی سب شہری ماحول کے عادی اپنی اپنی پرائیویسی کے قائل نہ کسی کی ٹوہ لینے والی عادت نہ تنگ کرنے والی، آرام سے سب چل رہا ہے تو بس چلتے رہنا چاہیے۔" مہوش نے جواب دیا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو ویسے بعد میں کسی نے رابطہ کیا تایا یا پھپھو کی فیملی میں سے۔" وہ پوچھنے لگی۔

"یاسر بھائی آئے تھے کافی حیران ہوئے گھر میں موجودہ تبدیلیوں سے خاص کر ٹی وی اور نئے فریج کو دیکھ کر ہم نے بھی بتایا کہ امی ہاسپٹل میں ہیں اور آپ ان کے ساتھ ہوتی ہیں، مونا آئی تو اسے بھی یہی بتایا یہاں سب کو یہی بات معلوم ہے۔"

"Thank God" مہوش تم نے واقعی بہت ذہانت سے کام لے کر حالات کو سنبھالا ہے۔"

"آپی یہ غربت اور مجبوری کی بے بسی ہے ناں یہ خود بخود انسان کو چالاک اور ہوشیار بنا دیتی ہے۔" مہوش دکھ سے بولی۔

"کوئی بات نہیں مفلسی و لاچاری کے یہ دن بھی آخر ختم ہو جائیں گے۔" اس نے دلاسا دیا۔

"اور اس وقت تک ہم خود ختم ہو جائیں گے۔" مہوش بے اختیار بولی تو وہ ایکدم چپ سی ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"Any way یہ باتیں تو ختم ہونی نہیں ہیں آپ کھانا کھائیں پراٹھے ٹھنڈے ہو جائیں تو کھانے کا مزا نہیں آتا، بلکہ آپ ٹھہریں میں تھوڑا اچار لاتی ہوں پھر لطف آئے گا۔" وہ اٹھنے لگی تو ماہم اچار لے آئی اور وہ تینوں وہیں بیٹھ کر کھانے لگیں ساتھ ساتھ ان تینوں میں سے کوئی نہ کوئی عدیل کے منہ میں بھی لقمہ ڈال رہی تھی۔

وہ اس وقت مہنگے ترین شاپنگ سینٹرز کے پلازہ میں موجود قیمتی اور امپورٹڈ ملبوسات، سلکی گاؤن اور میک اپ کا سامان پسند کر کے کھڑی تھی، اتنے مہنگے کپڑے خریدنے پہ اس نے انکار یا احتجاج کرنے کی کوشش کی مگر واصب درانی نے کھلے دل سے پیسہ لٹایا تھا، پھر جیولر کے ہاں گئے اور ڈائمنڈ کا ایک دیدہ زیب نیکلس اسے متوجہ کر گیا وہ بہت پرشوق نگاہوں سے اس نیکلس کو دیکھ رہی تھی واصب درانی نے وہ نیکلس نکلوا کے اس کی صراحی دار گردن سے لگا کے دیکھا تو جیسے اس کا حسن اور چمک دوچند ہو گئی۔

"پتہ نہیں یہ نیکلس ہے ہی خوبصورت یا تمہارے وجود پہ آ کے اس کی قیمت بڑھ گئی ہے۔" واصب درانی کا بے اختیارانہ کہا گیا فقرہ اسے جھینپنے پر مجبور کر گیا، وہ والٹ سے رقم نکال رہا تھا ادائیگی کے لئے جب وہ بولی۔

"رہنے دیں اتنا مہنگا اور قیمتی سیٹ میں نے کبھی ایسی مہنگی چیزیں نہیں لیں۔"

"انکار نہیں تم اس وقت بیگم واصب کی حیثیت سے شاپنگ کر رہی ہو اور تمہارے لئے یہ رقم معمولی ہونی چاہیے۔" وہ مضبوط مگر دھیمے لہجے میں باور کرا گیا جبکہ وہ ابھی تک حیرت اور پریشانی سے جیولر کو نیکلس کے ساتھ کے ٹاپس اور انگوٹھی پیک کرتے دیکھ رہی تھی۔

اس کے بعد میچنگ پرس، ہینڈ بیگ اور شولڈر بیگز، سینڈلز فلیٹ اور سوفٹ چپل پھر فائیو اسٹار ہوٹل میں ہائی جینک فوڈ کے ساتھ ڈنر، یہ سب اس کے خوابوں اور خیالوں سے بڑھ کر تھا جو چیزیں بھی افسانوں، فلموں یا ڈراموں کا حصہ پا کر وہ اپنے خوابوں میں اتارا کرتی تھی وہ سب میسر تھیں حقیقت میں اور یہ حقیقت بھی خواب کی مانند تھی۔

ایسا سہانا اور روپہلا خواب جس کو دیکھتے ہوئے پلکیں جھپکتے بھی ڈر لگتا ہے کہ آنکھ نہ کھل جائے اور یہ خوبصورت تتلیوں کے پروں جیسی ریشمی زندگی دسترس سے نہ نکل جائے۔

"اور جو یہ خواب حقیقت بن جائے تو۔" اس نے واصب درانی کو کن انکھیوں سے دیکھا تھا جو اسٹیئرنگ وہیل تھامے سکون سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

اس کے روشن چہرے اور پرکشش نقوش کو دیکھتے ہوئے اس کے دل نے بڑی شدت سے اس سفر میں خوابوں کے رنگ طویل ہونے کی دعا مانگی۔

خوابوں کو آنکھوں کے سنگ رہنے دو
ابھی ہتھیلی پہ حنا کے رنگ رہنے دو
محسوس کرو نہ لمس وصل کی تازگی
کچھ دیر ماحول کو دنگ رہنے دو!
پانے کے نشے میں ڈوبے نہ دو خود کو
دل سے دھڑکنوں کی جنگ رہنے دو
[illegible]
مجھ میں محبت کی ترنگ رہنے دو!

درانی ہاؤس کا ماحول عجیب کھنچا کھنچا اور تناؤ زدہ تھا وہ دن بھر کمرے میں گھسی رہتی بیگم درانی گھر سے باہر جاتیں تو وہ باہر نکلتی پھر آزادانہ سارے گھر میں گھومتی جویریہ اور عامر گھر ہوتے تو ان سے اچھی گپ شپ لگتی ورنہ یہاں کسی کے لئے وہ قابل قبول نہ تھی۔

"جانے کیسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اور اللہ جانے گھرانہ ہے بھی یا یونہی کسی راہ چلتے کی نشانی ہے اور واصب کو دیکھیں اتنا عقلمند باشعور اور سمجھدار ہو کے کیسی حرکت کی ہے شادی کرنی تھی تو رحماء سے ہی کر لیتا کم از کم خاندانی اور صاحب جائیداد تو تھی اور اسے اپنی مرضی کرنا تو گھر کی بہو تو لگتی، جانے کس ٹٹ پونجیے کی اولاد اٹھا لایا ہے۔" بیگم درانی تیز آواز میں بول رہی تھی۔

"اب تمہیں رحماء یاد آ رہی ہے تمہی نے تو خودکشی کی دھمکی دی تھی اسے اس گھر میں لانے کی صورت میں رحماء کے خلاف پانی پت کی دشمنی بھی تم ہی گانٹھ کے بیٹھی تھیں۔" درانی صاحب طنزیہ بولے۔

"تو لڑائی میں یہ سب تو ہوتا ہے اب مجھے علم تھوڑی تھا کہ گھر سے باہر کوئی اور ڈائن اس پہ قبضہ جمائے گی، ان مڈل کلاس لڑکیوں کا اور کام ہی کیا ہوتا ہے اداؤں میں دکھا کے امیر اور صاحب جائیداد لڑکوں کو پھانس لیتی ہیں۔" وہ زہر اگل رہی تھیں۔

"خیر یہ تو نہ کہو اداؤں میں تو ہر عورت دکھاتی ہے تم اس عمر میں بھی اداؤں سے بھری ہوئی ہو وہ تو خیر تو جوان لڑکی ہے۔" درانی صاحب پھر طنز کر گئے۔

"اس عمر سے آپ کی کیا مراد ہے میں کوئی بوڑھی ہو گئی ہوں، ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔" انہوں نے زعم سے گردن اکڑا کے خود کو دیکھا۔

"واقعی ابھی تمہاری کیا عمر ہے تمہارا بڑا بیٹا واصب ستائیس سال کا ہے تم اس سے کوئی چند سال چھوٹی ہو گی۔" وہ استہزاء اور طنز سے بھرپور لہجے میں کہہ اٹھے۔

"درانی تم یہ فضول بحث چھوڑو میں حقیقت میں سنجیدہ ہوں اور ہر صورت اس بلا سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہوں۔" وہ ساڑھی کی فال سنبھالتے ہوئے بولیں۔

"اور اگر آپ کا صاحبزادہ پیچھا چھوڑنا ہی نہ چاہے تو پھر......"

"اسے وہی کرنا ہو گا جو ہم کہیں گے اور انکار کی صورت میں نتائج خطرناک ہوں گے۔"

"بیگم پہلے انکار کے نتائج تو بھگت لو پھر اگلے کے لئے بھی لائحہ عمل تیار کر لینا تمہاری انہی ہٹ دھرمیوں نے بیٹے کو باغی بنا دیا ہے اب ذرا تیل دیکھو اور تیل کی دھار پھر کچھ کرنا۔"

©www.pkdigest.com

''زوباریہ یہاں کیوں کھڑی ہو، کیا بات ہے۔'' واصب درانی نے پیچھے سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ پلٹ کر ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''کیا بتاؤں تجھے تم نے مجھے کس مشکل میں پھنسا دیا ہے اور بے قصور ہو کے بھی تمام الزامات کا بوجھ میرے شانوں پہ لادا ہے۔''

''Are you ok?'' اس کی خاموشی پہ وہ پریشان ہوا تھا۔

''ہاں وہ میرے سر میں درد ہو رہا تھا میں چائے بنانے جا رہی تھی۔'' اس نے جلدی سے بہانہ گھڑا۔

''تم ایسا کرو کمرے میں چلو، میں خود تمہارے لئے چائے اور ٹیبلٹ لے کر آتا ہوں۔'' وہ نرمی سے بولا تو وہ بدقسمت آنسوؤں کو چھلکنے سے بچاتی اپنے بیڈروم کی جانب پلٹ گئی۔

''مجھے معلوم ہے وجہ کچھ اور ہے جس نے تمہاری آنکھوں کو پانیوں کے حوالے کیا اور وہ وجہ کیا ہے میں جان لوں گا۔'' وہ سوچتی نگاہوں سے اسے جاتا دیکھنے لگا۔

واصب نے ایک لمبی میٹنگ کی تھی اپنے والدین کے ساتھ دلائل، طنز و تشنیع اور اکھڑ پن دونوں طرف سے ابھر کر سامنے آئے، عامر، جویریہ اور وہ تینوں خاموش لاؤنج میں بیٹھے تھے، ٹی وی پہ بہت اچھا ڈرامہ آ رہا تھا مگر ان میں سے کسی کی توجہ اس طرف نہ تھی۔

''ماما لوگ بھی ایک بات کے پیچھے پڑ گئے ہیں، پہلے اپنی غلطی سے یہ وقت لے آئے اب روز روز کی چیخم چنگھاڑ، دوسروں کا بھی جینا حرام کیا ہوا ہے۔'' جویریہ غصے سے بولی۔

''پھر ہماری کلاس میں یہ کون سی نئی بات ہے یہاں روز ایسے سینکڑوں واقعے ظہور پذیر ہوئے ہیں، ان کو پکڑ کر تو نہیں بیٹھ سکتے۔'' عامر بھی اکتایا ہوا تھا۔

''اس لحاظ سے West is best کہ وہاں جیو اور جینے دو کے اصول پہ زندگی بہت آسان گزر رہی ہے اور کسی کو کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہونا پڑتا۔'' جویریہ نے کہا، زوباریہ اب بھی کچھ نہیں بولی بس خاموش ٹی وی اسکرین کو دیکھتی سوچوں میں گم تھی۔

''ہمارا ایک سوشل سرکل ہے سوشل ایکٹیوٹیز میں ہم اپنی سوسائٹی کے لوگوں کو کیا منہ دکھائیں۔'' بیگم درانی کی تیز آواز لاؤنج تک آ رہی تھی۔

''یہی منہ دکھائیں اب میری شادی کا آپ کے منہ سے کیا تعلق آپ چہرہ بدلنے سے تو رہیں۔'' واصب نے زچ ہو کر کہا۔

''تمہیں معلوم تو ہے تمہاری ماما کتنی اسٹیٹس کانشس ہے اتنا اہم سٹیپ اٹھاتے ہوئے تمہیں کم از کم گھر میں کسی کو بتانا تو چاہیے تھا۔'' درانی صاحب سنجیدہ لہجہ میں بولے۔

''Sorry کر چکا ہوں، تم میرے Excuse کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے۔'' وہ کسل مندی سے بولا۔

''تمہاری ایک سوری کہہ دینے سے وہ دکھ مٹ جائے گا جو ہمیں پہنچا ہے، اگر تمہیں ہماری خفگی کی اتنی پرواہ ہوتی تو یوں چپ چپاتے بیاہ نہ رچاتے، غضب خدا کا جانے کہاں سے اٹھا لایا ہے نہ کوئی آگے نہ پیچھے خالی سفید چمڑی ارے حسن کو چاٹو گے کیا زندگی، پیسوں سے گزرتی ہے اور تم بتاؤ تمہاری چہیتی کا کتنا بینک بیلنس ہے کتنی جائیداد ہے اور کیسا خاندان ہے۔'' وہ چبا چبا کر تیکھے انداز میں بولیں۔

''یہ بات آج تو آپ نے کہہ دی ہے آئندہ مت کہیے گا اس کا بینک بیلنس جائیداد اور خاندان میں ہوں وہ جو کچھ ہے مجھ سے ہے اگر میں معذور ہوتا تو دولت کا لالچ کرتا لیکن الحمدللہ میں بفضل خدا صحت مند و تندرست ہوں، کما سکتا

ہوں اسے کھلا سکتا ہوں، وہ آپ پہ بار نہیں بنے گی، ہاں اگر آپ کو اس کا یہاں رہنا منظور نہیں تو میں اسے لے جاؤں گا میں الگ گھر افورڈ کر سکتا ہوں البتہ آپ پھر بیٹے کو کھو دیں گے۔'' واصب درانی بہت ٹھہرے اور سنجیدہ لب و لہجہ میں کہہ کر رکا نہیں تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔

مسٹر اینڈ مسز درانی ایک دوسرے کو دیکھ کر نگاہیں چرا گئے، دونوں باخبر تھے کہ بیٹا بہت جوشیلی اور ضدی طبیعت کا ہے موڈ تو بہت کچھ سہہ لیتا ہے ضد پہ آئے تو دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے اسے اپنے فیصلے سے انچ بھر کھسکانا بھی ممکن نہیں، بیٹے کو کھونے کا رسک وہ کسی صورت نہیں لے سکتے تھے، بیٹا بھی ایسا جس نے بزنس وارڈ میں تہلکہ مچا رکھا ہو اور بزنس ٹائیکون کی حیثیت رکھتا ہو۔

درانی صاحب اور مسز درانی نے لوگوں سے کیا کہا اپنے ملنے والوں کو کیسے مطمئن کیا یہ کوئی نہیں جانتا تھا مگر بظاہر حالات واصب کے حق میں ہو چکے تھے، لیکن زوباریہ کے لئے تناؤ تا حال موجود تھا، عامر اور جویریہ سے اس کی دوستی خوب تھی وہ کالج سے آ کر اکیڈمی جاتے کچھ وقت کمپیوٹر اور چیٹنگ کرتے پھر عامر باہر گھومنے نکل جاتا اور جویریہ کیبل پہ پروگرامز دیکھتی اس دوران اسے کمپنی دینے کی وہ دونوں بھرپور کوشش کرتے بیگم درانی گھر میں ہوتیں تو وہ اپنے کمرے میں رہتی اس دوران سامنا ہو جاتا تو وہ اسے کڑی اور تحقیر آمیز نگاہوں سے گھورتیں، درانی صاحب کا رویہ اگر حوصلہ افزا نہ تھا تو حوصلہ شکن بھی نہ تھا، واصب اس کے ساتھ تھا اس کے لئے یہی بہت تھا، ویسے بھی وہ ہر روز امی سے بھی بات کرتی تھی مہوش اور عدیل سے بھی پھر اس کے بیڈروم میں ٹی وی کیبل ڈی وی ڈی، سی ڈی پلیئر کی سہولت موجود تھی مختلف معیاری ماہنامے اور مصروف فیشن میگزینز تھے جن کو پڑھتے ہوئے کچھ وقت اچھا گزر جاتا۔

ٹی پنک اور ہلکے فیروزی کنٹراسٹ کا جدید لباس پہنے ہمراہ ہم رنگ چوڑیاں اور صراحی دار گردن کے اوپر سجا خوبصورت نقوش والا سرخ و سفید چہرہ گورے اور صاف ستھرے ہاتھ پاؤں نفیس سے میک اپ کے ساتھ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے صوفے پہ بیٹھی وہ شی میگزین کے اوراق الٹ رہی تھی جب واصب درانی بیڈروم میں داخل ہوا تو کچھ دیر مبہوت کھڑا اسے یونہی دیکھتا رہ گیا، وہ رحماء سے کئی درجہ حسین تھی بلکہ اس کی خوبصورتی میں ایک پرنور سا تقدس تھا حیا تھی جو اس کی کشش اور بھی بڑھا دیتی تھی، اس کی پرشوق نگاہوں کے مسلسل ارتکاز نے زوباریہ کے رخساروں کو تپش سی دی تو وہ سر اٹھا کے دیکھتے ہوئے ایکدم سے دوپٹہ درست کر کے سلام کر گئی۔

''وعلیکم السلام! پلیز ایک گلاس ٹھنڈا پانی تو پلاؤ۔'' بریف کیس رکھ کے ٹائی کی ناٹ ڈھیلا کرتا وہ گرنے کے انداز میں صوفے پہ بیٹھا تھا۔

زوباریہ منرل واٹر کی ٹھنڈی بوتل اور گلاس لائی تو اس نے بوتل پکڑ کر منہ سے لگا لی اور خالی کر کے چھوڑی مگر اندر بہت عجیب آگ لگی تھی کہ کم ہونے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھی۔

''آج آپ نے بہت دیر کر دی۔'' زوباریہ اس کے سامنے آ بیٹھی تھی۔

''ہاں، ایک فارن ڈیلیگیشن سے میٹنگ تھی ٹائم زیادہ لگ گیا، تم بتاؤ گھر میں تو سب ٹھیک رہا، تمہیں تو کسی نے کچھ نہیں کہا۔'' اس کی بے تاب نگاہیں پھر سے زوباریہ کے ملیح چہرے کا طواف کرنے لگیں۔

''ٹھیک ہی رہا سب کچھ Exactly میں خود ذرا احتیاط برتتی ہوں ابھی آپ کی مدر کا سامنا کرتے ہوئے۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''اچھی بات ہے مگر احتیاط ہی نہ کرتی رہنا تمہیں اپنا کام بھی ساتھ ساتھ کرنا ہے۔'' وہ باور کرا گیا، زوباریہ کچھ دیر چپ سی رہ گئی پھر سر جھٹک کر بولی۔

''کھانا لاؤں آپ کے لئے۔''

''پکایا کیا ہے؟'' وہ پوچھنے لگا۔

''مٹن گوشت، چکن پلاؤ، سندھی بریانی، فش کباب اور......''

''سب رہنے دو یہ ہر روز کیا گوشت پکا لیتے ہیں کچھ اور نہیں پک سکتا اتنی گرمی میں میٹ، چکن، کھانے کو دل کرتا ہے بھلا۔'' وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔

''میں نے دوپہر میں اپنے لئے ابلے چاول، مونگ کی بگھار والی دال بنائی تھی اگر آپ پسند کریں تو......'' وہ کچھ جھجکتے ہوئے بولی تو واصب فوراً بولا۔

''اوون میں گرم کرکے لے آؤ اور اپنے لئے بھی لانا دونوں مل کر کھاتے ہیں میں اتنے ہاتھ منہ دھولوں۔'' زوباریہ اثبات میں سر ہلا کر کچن میں چلی گئی اور وہ منہ پہ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ڈالنے لگا مگر اندر کی بے چینی پانیوں سے دھلنے والی نہ تھی، دل جلتا ہو تو صرف وصل رت کے گلاب اسے ٹھنڈک عطا کرتے ہیں اور موسم گل کی دستک ابھی اس کی سرزمین دل سے آنکھ بچا کے گزر رہی تھی سوائے خود کو یونہی جلتے دیکھنا تھا۔

تپش میں دل کی ہاتھ جلتے ہیں
آگ ہے ایسی کہ دن رات جلتے ہیں
میرے ساتھ رتجگے میں تارے رہیں شب بھر
روتی ہیں آنکھیں تو ساتھ جلتے ہیں
بہت کچھ ہونا ضروری تو نہیں اس میں
محبت کرنے والے تو بے بات جلتے ہیں

زوباریہ وارڈروب میں کپڑے ترتیب سے رکھ رہی تھی، جب واصب نے نچلے خانے میں اہم امور کی دفتری فائل رکھنے کو کہا تھا اور فائل رکھتے ہوئے وہاں بڑی البم نے اس کی توجہ خود پہ خود کھینچ لی۔

''کیا میں یہ البم دیکھ سکتی ہوں۔'' اس نے مڑ کر پوچھا تو وہ دوستانہ مسکراہٹ لئے بولا۔

''Sure why not بلکہ ادھر لے آؤ میرے پاس میں خود سب کا انٹروڈکشن کرواتا ہوں۔'' اس کے انداز میں بے تکلفی تھی وہ بھی پرجوش سے انداز میں قریب بیٹھ گئی۔

''یہ سب پکچرز میرے کالج اور یونیورسٹی کیریئر کی ہیں۔'' وہ اپنے کلاس فیلوز، پروفیسرز کے متعلق بتاتے ہوئے بولا۔

کئی تصاویر میں وہ اپنی تعلیمی کارکردگی کی بناء پر شیلڈز، میڈلز وصول کرتا نظر آرہا تھا، کہیں سینئر، جونیئر فیلوز میں بیٹھا گپ شپ کے خوشگوار موڈ تھے، پھر ایک ساتھ کئی کی تصویروں پہ زوباریہ کی نظر جم سی گئی بہت ماڈرن سے ... ماڈرن انداز کی خوشدلی سے مسکراتی بے انتہا حسین لڑکی واصب کے ساتھ ہر تصویر میں موجود تھی اس کی سوالیہ نظریں بڑے نامحسوس انداز میں اٹھی تھیں۔

''یہ رحماء ہے۔'' بس اتنا فقرہ نکلا تھا واصب درانی کے لبوں سے اور یہ چھوٹا سا فقرہ ادا کرتے ہوئے اس کی آنکھوں اور چہرے پہ اتنا کچھ تھا کہ مزید کچھ کہنے یا پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔

''اس وقت تمہارے چہرے پہ چاہت کے جو رنگ روشن ہیں کیا وہ میرے نہیں ہو سکتے؟''

''تمہاری آنکھوں سے اس لڑکی کے لئے چھلکتی خوشی میرا مقدر نہیں بن سکتی؟''

''تمہارے دل تک میری رسائی نہیں ہو سکتی کیا؟''

اس کے اندر خواہش سر ابھارنے لگیں،

زندگی میں اتنی تلخ حقیقتوں سے واسطہ پڑا تھا کہ وقت نے کبھی خوش گماں ہونے نہیں دیا، لیکن اس وقت اس کا دل شدت سے خوش گماں ہونے کو چاہا، وہ بہت ترکی نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھ رہی تھی۔

''میری زندگی میں کئی لڑکیاں آئیں اور سب سے میری بہت اچھی فرینڈ شپ رہی، لیکن اس دوستی میں بھی احتیاط کی ایک مخصوص حد میں نے کبھی ٹوٹنے نہیں دی، مجھے لگتا تھا کہ جیسی لڑکی مجھے چاہیے جو میرے تصور میرے خیالوں میں آباد ہے وہ شاید کبھی نہ ملے پھر رحماء ملی تو مجھ احساس ہوا کہ میری تلاش ختم ہوگئی۔'' وہ بڑے آرام سے اس سے اپنی محبت کی کہانی شیئر کر رہا تھا۔

''تمہاری یہ تلاش زوباریہ احسان احمد پہ بھی تو ختم ہو سکتی تھی۔'' اس کی دھڑکنوں نے دہائی دی۔

''رحماء بہت زندہ دل اور خوش گفتار لڑکی ہے محبت کو جو ... بھرپور محبت سے ... والی اور اظہار کے معاملے میں وہ مجھ سے زیادہ بولڈ ہے، مجھے دبو، کمزور اور شائی قسم کی لڑکیاں کبھی اچھی نہیں لگیں آج کے دور میں سروائیو کرنے کو میرے جیسے پریکٹیکل بندے کے لئے رحماء جیسی پروفیشنل اور کانفیڈنشل اپروچ رکھنے والی لڑکی ہی چاہیے۔''

''یہ محبت تو نہیں ہوئی پھر یہ تو خالصتاً کاروباری سوچ ہے۔'' وہ کہے بنا نہ رہ سکی۔

''شاید لیکن میں ایلیٹ کلاس سے تعلق رکھتا ہوں یہاں کی کمٹمنٹس اس قسم کی ہوتی ہیں اگر مقابل آپ کے پروفیشنل آئیڈیاز پہ پورا اترتا ہے تو محبت کرلی جاتی ہے اس کے علاوہ اچانک ہو جانے والی محبت پر میں Belive نہیں کرتا جانے کون سے احمق لوگ ہوتے ہیں، جو یکدم محبت کے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں نہ انٹلیکس دیکھتے ہیں نہ ویلیوز۔'' وہ سر جھٹک کر بولا تھا اور وہ سوچتی رہ گئی۔

''تم نے محبت کی ہی نہیں واصب درانی اس کی روح میں اتر کر دیکھا ہی نہیں، تمہیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ محبت ہمیشہ ایکدم طاری ہوا کرتی ہے محبت کے موسم بہت اچانک گھر کر آنے والے ہوتے ہیں بندے کی سدھ بدھ چھین لیتے ہیں، محبت کی بارش جب برستی ہے تو وجود اندر باہر سے خوشی وکیف کی انوکھی لے پہ بھیگنے لگتا ہے اور تاعمر بھیگتے رہنے کی خواہش کرتا ہے، کبھی تمہارے دل پہ یہ موسم بسیرا کرنے آیا تو میں پوچھوں گی کہو محبت کیا ہے؟''

وہ لاؤنج کی داخلی سیڑھیاں اتر کے ابھی چند قدم ہی چل پایا تھا جب درانی صاحب نے کہا تھا۔

''واصب کھانا کھا کے چینج کرکے تم ذرا ٹائم دینا ایک اہم بات کرنی ہے۔''

''آپ ابھی کرلیں جو بات کرنی ہے میں بیٹھ جاتا ہوں۔'' وہ الجھن آمیز تحیر سے بولا۔

''نہیں اتنی بھی جلدی نہیں ہے، تم سکون سے فارغ ہو لو تو آ جانا۔'' وہ بڑے اطمینان بھرے لہجے میں بولے تھے۔

''جی بہتر۔'' وہ اثبات میں سر ہلا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

''جانے کون سی بات ہے، کیا ہوا ہے کہیں زوباریہ سے تو کوئی کھٹ پٹ نہیں ہوگئی۔'' وہ سوچوں کے سمندر میں ڈوبتا ابھرتا بیڈ روم میں آیا تو صوفے پہ بیٹھنے کے انداز میں لیٹی زوباریہ پہ نگاہیں جم سی گئیں۔

بنا میک اپ کے دھلا دھلایا شفاف چہرہ رخساروں پہ سایہ فگن ریشمی پلکوں کی جھالر اور اور لبوں کی گلابی نرماہٹوں میں ایک نامعلوم مسکراہٹ کی چھب وہ شاید کسی حسین خواب کی

©www.pkdigest.com

خوبصورت کیفیت کے زیر اثر تھی واصب درانی کا دل چاہا وہ ان پنکھڑیوں سے گلاب ہونٹوں کی نازکی و نرمی کو چھو لے اس کا چہرہ بہ غور دیکھتے ہوئے اک پیاس بھری بے چینی اس کے اندر اتر گئی تھی، اس نے بہت سی حسین لڑکیاں دیکھی تھیں خود رحماء بے پناہ خوبصورت تھی لیکن زوباریہ میں عام حسین لڑکیوں سے ہٹ کر اک الگ انفرادیت تھی اور اسی بناء پر وہ پہلی نگاہ میں واصب درانی کو اپنے منصوبے کے لئے بہت Sureable معلوم ہوتی تھی، پڑھی لکھی، سلجھی ہوئی خاموش طبع اور معصوم صورت۔

"بلاشبہ تم کسی کو بھی پہلی نگاہ میں اسیر و تسخیر کرنے کے تمام لوازمات حسن گری سے آراستہ ہو تمہاری خوبصورتی اور کشش دلوں میں ہلچل مچانے کے راز سے واقف ہے۔" وہ صوفے کی پشت پہ ہاتھ ٹکائے اس پہ جھکا ہوا تھا، اپنی انگشت شہادت بڑھا کر اس کے شنگرفی ہونٹوں کو چھونے لگا تبھی زوباریہ کی پلکیں لرز کر پٹ سے مکمل گئیں۔

نیند سے بوجھل آنکھیں شاید ابھی خواب کے خمار میں تھیں کہ وہ مسکرا کے پھر سے پلکیں بند کر گئی اور واصب درانی کے ہاتھ نے بہت آہستگی سے اس کے چہرے کے نقوش پڑھتے ہوئے لبوں کو چھوا زوباریہ کے دل میں یکبارگی ہلچل مچی وہ اسے خواب سمجھتے ہوئے خواب ٹوٹنے کے ڈر سے آنکھیں بند کیے لیٹی رہی، اس کی صراحی دار گردن پہ مردانہ ہاتھ کا بے تاب لمس وجود میں عجب بے چینی جگانے لگا۔

"واصب!" وہ بہت ہولے سے بولی تھی۔

"ہاں جان واصب کہو۔" وہ اس کے قریب ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"محبت سب سے بہتر سب سے برتر ہے نا۔"

"ہاں محبت فاتح عالم ہے۔" وہ اس کے مدہوش وجود کے گرد اپنا حصار تنگ کرنے لگا۔

"تو پھر محبت سے تعرض کیسا، پہلو تہی کیوں؟"

حرف ساز لمحوں میں
اے متاع جاں، جاناں
میرے ذرے ذرے میں
اپنی روشنی بھر دے
مجھ میں بول کر مجھ کو
مار دے، امر کر دے

واصب درانی نے بہت آہستگی سے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا اور اس کی سمت بہ غور دیکھا تھا اور اس لمحے واصب درانی کی توجہ کا مرکز بنتے ہوئے وہ کس قدر کانپنے لگی سارا وجود جلنے لگا کیسی آنچ تھی اس شخص کی قربت میں کہ دل و دماغ کی ساری منطقیں اور دلیلیں دھری رہ گئیں اور وہ نئے خواب کی نئی محبت کے آغاز لمحوں میں سفر کرنے لگی، پھر جانے کیوں اس کے چہرے پہ رکھا ہاتھ کھینچتے ہوئے وہ کھڑا ہو گیا اور وہ آنکھیں کھولے ساکت رہ گئی۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" وہ پوچھنے لگا۔

"جی۔" اس کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔

"پھر بے وقت کیوں سو رہی ہو۔"

"کتاب پڑھ رہی تھی پڑھتے پڑھتے نیند آ گئی۔"

(اور نیند میں خواب آ گئے خواب میں تم) وہ دوسری بات صرف دل میں کہہ سکی۔

"اٹس اوکے، اب جاگ جاؤ، حقیقت کو فیس کرو۔" وہ جتاتے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"کیا ہے یہ شخص پل میں تولہ پل میں ماشہ۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

"تم ٹھیک رہیں دن بھر یا کوئی نئی بات۔" وہ پوچھ گیا۔

"سب ٹھیک رہا اور باتیں سب پرانی

ہیں۔"

"میرا مطلب ہے ماما سے، انہوں نے تو کچھ نہیں کہا۔"

"وہ مجھے اس قابل کب سمجھتی ہیں کہ کچھ کہیں، خاموش نفرت کرتی ہیں بنا بولے نگاہوں کے طنز و تحقیر سے پستیوں میں گرا دینے والی نفرت۔" وہ دکھ سے بولی تو واصب کے دل کو ملال سا ہوا۔

"کھانا وغیرہ کھایا تم نے۔" وہ بات کا رخ بدلنے کی غرض سے بولا۔

"میں لیٹ نائیٹ کھاتی ہوں، آپ کے لئے لگواؤں۔"

"ابھی مجھے بھی بھوک نہیں ہے تم ایسا کرو ایک کپ کافی بنوا دو پھر پاپا سے ایک بات کرنی ہے وہ کر لے چلیں۔"

"کیسی بات اور مجھے ساتھ کیوں لے جانا ہے آپ خود کر لیں ناں جو بات ہے۔" وہ پریشان ہو گئی۔

"تم اب میرے ساتھ شریک حیات ہو کاغذی رشتے کے لحاظ سے ہی ہو تو بیوی اور پھر پاپا، ماما کو تو اس ڈیل کی ڈیمانڈ معلوم نہیں، سو تمہارا ان کے سامنے میرے ہر معاملے میں موجود ہونا اور رہنا اہم ہے Understand۔" وہ اس کی نگاہوں میں دیکھنے لگا۔

"Right۔" وہ گہرا سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔

"اب جلدی سے مزید ارسی کافی پلواؤ۔" واصب بیڈ پہ دراز ہو کے ٹی وی آن کرنے لگا اور وہ کچن میں چلی گئی۔

"تم اسے کیوں ساتھ لائے ہو۔" زوباریہ کو واصب کے ہمراہ دیکھ کر بیگم درانی کے چہرے پہ کئی ناگوار شکنیں نمودار ہو گئیں۔

"اسے کہئے، یہ میری بیوی ہے ماما، زوباریہ واصب درانی اس کو بلاتے ہوئے اس کا نام ضرور لیا کریں، آپ کا یہ تحقیرانہ انداز آپ کو زیب نہیں دیتا۔" واصب بے اختیار انہیں ٹوک گیا۔

"اچھا۔" انہوں نے بڑا لمبا سا اچھا کہا۔

"یہ سارے ادب آداب تمہیں اسی کے لئے یاد آنے تھے، جس کا آگا نہ پیچھا۔" طنز و توہین آمیز الفاظ واصب کے ساتھ زوباریہ کو بھی سلگا گئے۔

"پاپا آپ دیکھ رہے ہیں، ماما کا انداز پھر آپ مجھے آؤٹ آف کنٹرول ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔" وہ درانی صاحب کی جانب دیکھتے ہوئے شکایتی انداز میں بولا۔

"راحیلہ تم کچھ دیر آرام سے نہیں بیٹھ سکتیں، بیٹھو تم لوگ۔" وہ بیوی کو ٹوکتے ہوئے بہو اور بیٹے سے بھی مخاطب ہوئے۔

"ویسے بھی جب ہم نے سوچ ہی لیا ہے کہ اس رشتے کو اپنے حلقہ احباب میں معتبر کرنا ہے تو پھر اپنے گھر میں ایسی مورچہ بندیاں کیوں۔" وہ دبے الفاظ میں بیگم سے بولے تو وہ منہ بنا کر دیکھنے لگیں۔

"واصب جو کچھ بھی میں کہونگا وہ غور سے سننا پہلی بات تو یہ ہے جو کچھ ہوا ہم سے تم سے اور اس کے نتیجے میں جو قدم تم نے اکیلے اٹھا لیا وہ تمہیں بالکل زیب نہیں دیا بچے کو دنیا میں لانے کا ذریعہ اگر تربیت و اخلاق کے بہترین اوصاف و خواص مہیا کرنے والے والدین کا کم از کم اتنا حق تو بنتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی زندگی کے ایسے انتہائی فیصلوں میں اپنی رائے و مرضی کا استعمال کر سکیں، بہرحال جو ہوا سو ہوا، تمہاری بیوی کا اس گھر میں مقام و حیثیت اس وقت متعین ہوتی جب تم نے اسے اپناتے وقت ہم کو بتایا ہوتا یا اس کے خاندان سے ہم کو ملایا ہوتا، تمہیں بے شک اپنے خاندان اپنی مان پر اپنے حسب و نسب کا

©www.pkdigest.com

خیال نہ ہو مگر ہمیں ہے عین اس وقت جب قومی اسمبلی کے الیکشن سر پہ کھڑے ہیں تم نے یہ قبیح فعل انجام دیا اور ہم ذرا سی بھی ہوا باہر نکال دیں اپنے موجودہ حالات کی تو مخالفین کو اہم پوائنٹ مل جائے گا ہمارے خلاف ون کرنے کو، بہت سوچ سمجھ کر اور صورتحال کا ادراک کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارے فیملی کلیش یا پرسنلی مس انڈر اسٹینڈنگ جو بھی ہے باہر اس کی خبر نہیں ہونی چاہیے، اسی لئے Next week آواری ہوٹل میں تم لوگوں کو ولیمہ فنکشن ہو گا تم جسے بلانا چاہو بلا لو اور زوباریہ کو جسے انوائیٹ کرنا ہو کر سکتی ہے، رہا دوسرا سوال لوگ اس کی فیملی کے متعلق پوچھیں گے تو ہم کیا بتائیں گے۔" درانی صاحب بیٹے کو سنجیدہ نگاہوں سے سوالیہ انداز میں دیکھ رہے تھے۔

"زوباریہ کا تعلق لوئر مڈل کلاس گھرانے سے ہے والد زندہ نہیں والدہ بھی بہت اچھی صحت کی حامل نہیں کڈنی پرابلم کے سلسلے میں ہاسپٹلائز ہیں، ایک بھائی جو فالج زدہ ٹانگوں اور بازو کی وجہ سے تقریباً معذور ہے، دو بہنیں پڑھ رہی ہیں اور ان لوگوں کا یہ فیملی بیک گراؤنڈ میرے لئے باعث شرمندگی نہیں ہے میں اسے اپنے ساتھ لے کر اس کے اس فیملی بیک گراؤنڈ کے ساتھ ہر جگہ سروائیو کر سکتا ہوں۔" واصب کا لب و لہجہ بہت مضبوط اور خود اعتمادانہ تھا زوباریہ نے اس اونچے لمبے شاندار شخص کو پھر ایک بار احساس تفخر سے دیکھا تھا، جبکہ بیگم درانی اور درانی صاحب ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"ہم اس بیک گراؤنڈ کو لے کر نہیں چل سکتے تھے اور تم اس بات سے بخوبی واقف ہو، ہمیں اپنے اسٹیٹس اور اپنی کلاس کا یہاں کی Velues کا بہر صورت دھیان رکھنا ہے، اس لئے سب کو یہی بتایا جائے گا کہ تمہارے سسرالی عزیز بیرون ملک سیٹل ہیں، ان کا سارا بزنس بھی وہیں ہے ہماری کچھ وجوہات تمہیں کچھ زوباریہ کی والدہ کی بیماری کی شادی جلدی میں کرنا پڑی اب ولیمہ فنکشن پہ سب کو مدعو کر لیا گیا ہے۔" درانی صاحب فیصلہ کن آواز میں بولے اور ان کی تائید بیگم نے بھی کی تو واصب زوباریہ کو چند لمحے دیکھتا رہ گیا، پھر بولا۔

"Its all right بہتر ہے جو آپ مناسب سمجھیں۔"

"اور Bridel dress میچنگ ڈائمنڈ سیٹ اس حوالے سے سب شاپنگ دونوں تیار رہنا کل ہی اپنی ماما کے ہمراہ جا کر اپنی چوائس سے جو لینا ہو لے لینا۔" درانی صاحب نے آخری بات مکمل کی تو وہ اثبات میں سر ہلا کر پوچھنے لگا۔

"اجازت ہے اب ہم جا سکتے ہیں۔"

"ہاں سکون سے سوؤ اور جاتے ہوئے جو ہے اور عامر کو بھی بھیجنا۔" وہ زوباریہ کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اٹھ گیا۔

"ویسے مجھے بہت حیرت سی ہوئی آپ کے پیرنٹس پہ، مطلب کی خاطر بادل نخواستہ وہ سب کرنے پہ تیار ہو گئے جو کبھی نہ کرتے الیکشن بھی بڑے موقع پہ آ رہے ہیں۔" زوباریہ وارڈ روب سے ہینگ شدہ لباس نکالتے ہوئے بولی۔

"اس وقت تم خالص بہو لگ رہی ہو موقع پہ بات سنانے والی۔" واصب نے کہا۔

"اچھا مذاق کر لیتے ہیں، لیکن ایک بات تو بتائیں آپ لوگ خود چلے جائیں مجھے نہ بھی لے جائیں تب بھی فرق تو پڑتا نہیں اور ویسے بھی مجھے شاپنگ کا اتنا اچھا تجربہ کہاں ہے کہ اونچے اسٹیٹس کی شاپنگ مالز پہ اعلیٰ درجے کی خریداری کروں۔" وہ اب کپڑے تہہ کر کے اٹیچی میں رکھ رہی تھی۔

"ہر چیز کرنے سے آتی ہے اور پیسہ ہاتھ

میں ہو تو سب ہوتا چلا جاتا ہے ویسے بھی تم نے تو صرف اپنی چوائس بتانی ہے کوالٹی اور پرائز یہ تو ماما کا مسئلہ ہے اور جب وہ خود ساتھ ہوں گی تو مسئلہ کیا رہتا ہے۔"

"پھر بھی مجھے یہ سب بہت عجیب سا لگ رہا ہے آپ کی ماما ساتھ ہوں گی ان کا رویہ تو گھر میں بہت خراب ہوتا ہے باہر نکل کے وہ کیسا Behave کریں گی۔"

"ان کی فکر چھوڑو، تم اپنے بارے میں سوچو مہوش اور ماہم کو بھی انوائیٹ کر لینا علاوہ ازیں جسے تم بلانا چاہو بلا سکتی ہو، بلکہ اپنے لئے شاپنگ کرتے ہوئے ان دونوں کے لئے بھی ڈریسز لے لینا۔" واصب کھلے دل سے بولا تھا۔

"یہ کون سا حقیقت میں سب کچھ ہو رہا ہے جو میں اپنے حلقہ احباب کو اکٹھی کرتی پھروں ایک کاغذی رشتے کی بے بنیاد حقیقت پہ رنگ ٹھہرانے کی کوشش اگر کروں بھی تو کتنی کامیاب ہوں گی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچنے لگی کہ واصب نے متوجہ کیا۔

"ایک بات اور تم برائیڈ ڈریس جس قسم کا بھی لینا چاہو وہ پہلے سے سوچ رکھنا بوتیکس پہ جا کے قسم قسم کے غرارے شرارے، لہنگے پاجامے دیکھ کر اگر تم رائے بدلتی گئیں تو ماما کو برا لگے گا۔"

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں آپ لوگ خود چلے جائیں۔" وہ پھر انکار کے موڈ میں آنے لگی۔

"پھر وہی بات یہ اتنا مشکل بھی نہیں جتنا تم سمجھ رہی ہو اور پلیز وہاں یہ مت کہنے لگ جانا کہ قیمت زیادہ ہے مہنگے کپڑے ہیں زیورات بھاری ہیں، تمہیں کہا نا کہ ماما اپنے اسٹیٹس کے مطابق ہر چیز میں معیار و قیمت کی اونچائی دیکھیں گی تم بس ان کی ہاں میں ہاں ملاتی جانا۔"

"اوکے۔" وہ گہرا سانس لے کر بولی پھر کچھ یاد آنے پہ مڑی۔

"اگر ماہم اور مہوش کو نہ بلواؤں تو۔"

"نہیں انہیں ضرور بلوانا ہے بہنیں ہیں تمہاری اور بہنوں کے سو ارمان ہوتے ہیں۔"

"ارمان، ارمان تو صرف حسرتیں بن جاتے ہیں پورے کب ہوتے ہیں ارمان تو میرے بھی بہت تھے، مگر اس طرح کے نہیں کہ خوابوں کے رنگ ہاتھ میں بھی آئیں تو ٹھہرنے نہ پائیں میں نے تو ان خوشبو بھرے رنگوں میں تا عمر بھیگتے رہنے کی خواہش کی تھی مگر یہ رنگ چھائے تو کس طرح کہ نہ ہتھیلی تر ہوئی نہ آنکھوں کے رستے دل میں جگنوؤں کے قافلے اترے بس بے نام سی اداسی جسم و جاں کی درزوں میں ٹھہر گئی۔" اس کے صبیح چہرے پہ ملال سا چھا گیا اور وہ چہرہ موڑ کے اپنے تاثرات چھپانے لگی۔

کیسے آئے گا تیرے خدوخال کا موسم
قسمتوں میں جب لکھا ہے زوال کا موسم
کس طرح سے ممکن تھا ایک شاخ پہ کھلتے
میں کہ ہجر کا لمحہ، تو وصال کا موسم

ان کے ولیمہ کا فنکشن آواری کے شاندار ماحول میں اپر کلاس کی تمام تر خصوصیات کے ساتھ تھا، بیگم درانی ہر لحاظ سے برتر اعلیٰ معیار کے انتظامات اپنی زیر نگرانی مکمل کروا رہے تھے زوباریہ کے لئے تیار کرائے گئے برائیڈل ڈریس کی قیمت ہی صرف دو لاکھ تھی وہ تو سن کر بے ہوش ہوتے ہوتے بچی، اپنی چوبیس سالہ زندگی میں بھی ایک ہزار کا سوٹ نہیں پہنا تھا کہاں دو لاکھ کا، جو صرف چند گھنٹے پہننے کے بعد بے کار تھا تیس ہزار میک اپ کے دیئے گئے حالانکہ وہ خود اتنی حسین تھی کہ بیوٹیشن کو اپنی مہارت دکھانے کی ضرورت ہی نہ تھی اور اس پر پھر ذرا سے ہاتھ نے ہی اسے قاتلانہ دلربائی عطا کر دی تھی۔

وہ جاذب نظر نقوش کی حامل خوبصورت لڑکی تھی متناسب و سانچے میں ڈھلا نازک سراپا اور دراز قد اس پہ نگاہوں کو خیرہ کرنے والے دیدہ زیب و بیش قیمت ڈائمنڈ کا سیٹ جو اس کے وجود

©www.pkdigest.com

رنگ سے اور بھی انمول ہو گیا تھا، میرون اور سکن کلر کے کمبی نیشن میں قیمتی لہنگا پہنے وہ بلاشبہ تمام تر لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی، دیکھنے والے بیگم درانی سے بار بار پوچھ رہے تھے۔

''ایسا حسین اور قیمتی ہیرا کہاں سے اڑا لیا۔'' اور زوباریہ سے ناراضگی رکھنے کے باوجود وہ بڑے تفاخر سے تعریفی کلمات وصول کر رہی تھیں۔

مہوش اور ماہم بھی واصب کے اصرار پہ شریک ہونے آئی تھیں حسین وہ بھی بے حد تھیں نگاہیں انہیں بھی تحسین سے دیکھ رہی تھیں، جبکہ وہ دونوں اس کے سسرال کی امارت اور زوباریہ کی چمک دمک دیکھ کر انگشت بدنداں تھیں۔

''آپی پچھلے دو گھنٹوں میں، میں ہزاروں دعائیں کر چکی ہوں کہ خدا یہ سب کچھ سچ مچ آپ کا مقدر کر دے واصب بھائی اتنے شاندار ہیں، آپ کے جیسی پیاری حساس لڑکی کا شوہر ایسا ہی ہونا چاہیے۔'' مہوش اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے چومتے ہوئے محبت سے بولی اس کے لبوں پہ اک زخم خوردہ مسکراہٹ ہلکی سی چھب دکھا کر اگلے پل غائب ہو گئی۔

''یہ تقدیر ہے مہوش جو ازل سے طے شدہ اور اپنی من مرضی سے کچھ کہنے سننے یا منوانے کا موقع ہی کب ہے اور انسان تدبیروں سے مواقع پا لے تو کبھی کبھار تدبیریں بیکار چلی جاتی ہیں، ہاں مگر دل سوچتا ہے کچھ لوگ کچھ نعمتیں صرف ہمارا نصیب بنیں ان کی رضا کے سارے فیصلے ہمارے دل کے حق میں نکلیں، مگر صرف دل کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جو اگلا بندہ ہی نہ چاہے۔''

''میری دلی دعا ہے کہ آپ کے دل کے سارے فیصلے آپ کی رضا کے مطابق ہوں۔'' محبت خلوص سے بولی۔

''ویسے آپی یہ زندگی خواب جیسی ہے اسے جینا یا اس میں زندہ رہنا اک تھرل سا ہے۔'' ماہم نے کہا۔

''تم ابھی بہت چھوٹی ہو ماہم تمہیں نہیں معلوم جی لینا اور زندہ رہنا دو الگ الگ باتیں ہیں ایک میں مجبوری جھلکتی ہے اور دوسرے میں خوشی، میں مجبوری و بےبسی کے عالم میں ہوں اور ایسے عالم میں جینا اور زندہ رہنا بہت عجیب سی باتیں لگتی ہیں جیسے کوئی پھولوں کی سیج پہ بٹھا کے سیج کے چاروں طرف آگ سلگا دے پھر پوچھے کہ زندگی خوبصورت ہے ناں۔'' وہ یاسیت بھرے لہجے میں بولی تو کچھ دیر کو تو وہ دونوں چپ سی رہ گئیں۔

''یہاں کیا خاموشی کا مقابلہ چل رہا ہے۔'' واصب جو کچھ دیر پہلے کسی دوست کو ملنے اٹھ گیا تھا ان کی جانب آتے ہوئے بولا۔

''ہم تو آپ لوگوں کی بے جا شو شا دیکھ کر حیرت میں ہیں محض ایک ولیمہ فنکشن پر اتنے پیسے ضائع کر دیے اتنے میں آرام سے کئی غریب لڑکیاں بیاہی جا سکتی [illegible]۔'' مہوش [illegible] میں بولی۔

''یہ بھی ایک غریب لڑکی کے بیاہ کا ہی فنکشن ہے یہ الگ بات ہے کہ شوہر امیر ملا ہے۔'' وہ ازراہ مذاق بولا۔

''ویسے ایک بات کہوں اگر آپ مائنڈ نہ کریں۔'' مہوش نے اسے دیکھا۔

''Never minde تم کہو جو کہنا ہے۔'' وہ خوشدلی سے بولا۔

''آپ لوگوں کو کپل بہت شاندار ہے اتنے کم لوگ اتنے خوش قسمت ہوتے ہیں جو ملیں تو چاند سورج کی چمک ماند پڑنے لگے، بہت خوبصورت جوڑی ہے ماشاء اللہ اللہ نظر بد سے بچائے۔''

''Thanks for your comments۔'' وہ بشاشت سے بولتا بہت دلکشی سے مسکراتا زوباریہ کو دیکھنے لگا جو واقعی دل

کے تار چھیڑ رہی تھی اور مدہوش کر دینے والے حسن سے دھڑکنوں میں خوشگوار سا احساس جگا رہی تھی۔

آہٹ پہ میرے پاؤں کی دھیرے سے چونک کر
دیکھا ہے اس نے مڑ کر مجھے اس ادا کے ساتھ
پھیلی ہے جسم و جاں میں عجب اک سرخوشی
خوشبو سی کوئی اڑنے لگی ہے ہوا کے ساتھ

''بھابھی یہ نسرین اور لیلی ہیں اور یہ سنبل۔'' جویریہ اسے تین الٹرا ماڈرن لڑکیوں سے ملوا رہی تھی۔

''یہی وہ لڑکیاں ہیں جنہیں بھائی کے سر منڈھنا تھا اور ماما پاپا میں ان کی وجہ سے کھینچا تانی رہتی تھی۔'' عامر چپکے سے اس کے کان میں بولا۔

زوباریہ نے باری باری انہیں دیکھا اڑی اڑی بھنویں چوڑا ناک یہ نسرین تھی عجیب بے ہنگم سی عورت نما لڑکی تھی چبا چبا کر انگلش بولتی بات بہ بات منہ ٹیڑھا کرتی اسے ذرا پسند نہ آئی لیلی صاف رنگ و روپ نازک نقوش کی [illegible] اور سنبل سلونے رنگ کی جاذب نظر لڑکی تھی مگر خود نمائی و بےڈھنگی اس کے لباس و انداز میں بھی واضح تھی۔

''یہ تو بالکل بھی اچھی نہیں لگتیں آپ کے پیرنٹس نے انہیں کیسے آپ کے لئے پسند کر لیا تھا؟'' واصب درانی قریب آیا تو وہ مدھم لہجے میں بولی۔

''مجھے بھی زہر لگتی ہیں یہ آج کی عورت خلا پہ سفر کر چکی ہے اور ان کی گفتگو کپڑوں، جوتوں، فیشن کو سب تک محدود ہے ذہنی سطح کیبل پہ ڈرامز، فلمز اور ڈراموں سے آگے نہیں جا سکتی اور لباس و انداز دیکھو ذرا تیسری صنف میں داخل ہوتے ہوئے دوسری میں آ گئیں۔'' واصب ایسے چڑتے ہوئے انداز میں بولا تھا کہ وہ بے اختیار ہنسنے لگی اور واصب کی نگاہیں بے ساختہ اس کے دلربا چہرے پہ ٹک گئیں، آوارگی کے پرفسوں اور شاندار ماحول میں جدید میوزک کا لائیو انتظام اور کسی کی حسین قربت سے دل کی دھڑکنوں میں برپا ہونے والا خوشگوار احساس، وہ بھی لمحوں کے فسوں میں ڈوبی نگاہیں ملا کے گھبرا گئی۔

''واصب ہم لوگ تو کچھ دیر سے آئیں گے تم بہو کو گھر لے جاؤ یہ بھی تھک چکی ہوگی گھر جا کر کچھ آرام کر لے گی۔'' درانی صاحب ان کے قریب آ کے بولے۔

''تمہاری گاڑی ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں وہاں سے نکال لینا۔'' بیگم درانی نے یاد دلایا اور وہ زوباریہ کا ہاتھ تھامے گاڑی تک چلا آیا، فرنٹ سیٹ پہ بیٹھنے تک اس کا ہاتھ واصب درانی کے ہاتھ میں رہا اور اس کے اندر کا موسم بہار بن کر کھلکھلا اٹھا تھا گیا تھا محض ایک ہاتھ کا پرجوش لمس اور یہی لمس اس کے وجود میں بجلیاں سی دوڑا گیا تھا۔

دیکھ کیسا عجب ہوا تیرا میرے ہاتھ کو تھامنا
رنگ ابھرے ہیں میرے اندر کئی چراغ جل اٹھے
ہے جنوں تیری دید کا تجھے دیکھتے ہی اک نظر
یوں ہوا ہے کہ پانی پہ، کئی چراغ جل اٹھے

''کاش یہ سفر زندگی کا سفر بن جائے اور کبھی ختم نہ ہو۔'' لمحوں کے سحر میں گم وہ دعا گو تھی اور واصب درانی نے لمحہ بھر ونڈ اسکرین سے نگاہیں ہٹاتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر ایف ایم ٹیون کیا تھا، احمد جہانزیب کی دلکش آواز جادو سا جگانے لگی۔

نیند اڑ تو گئی چین کھو تو گیا
تھوڑا تھوڑا سہی پیار ہو تو گیا

زوباریہ نے چور نگاہوں سے اپنے برابر بیٹھے بندے کو دیکھا تھا جو بلیک کلر کے بہت قیمتی اور اچھے سوٹ میں ماحول و ذہن پہ چھانے کی بھرپور صلاحیتوں سے واقف تھا اور اس کی دلفریب قربت کی سرشاری اسے مکمل طور پر اپنے حصار میں لئے ہوئے تھی اور یہ سرشاری درانی

©www.pkdigest.com

ہاؤس میں پہنچنے تک قائم رہی تھی، کار پورچ میں کھڑی کرکے وہ دونوں سیدھے کمرے میں آئے کمرے کی طرف جاتی راہداری اصلی گلاب کی مہکتی پتیوں سے بھری فضا میں خوش کن احساس جگا رہی تھی بیڈ روم کا قالین اور بیڈ شیٹ یوں پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی کہ ان کا اصل رنگ تک چھپ گیا تھا۔

"واؤ زبردست یہ سب کس نے کیا۔" وہ خوشگوار حیرت میں گھری اس کی جانب مڑی۔

"I don,t know شاید عامر نے یا ماما نے کروایا ہوگا۔" واصب کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔

"آپ کی ماما کانٹوں کی سیج تو بچھا سکتی ہیں پھولوں کی نہیں۔" وہ بے اختیار بول گئی۔

"Be have your self zobaria وہ مدر ہیں میری۔" واصب نے ٹوکا۔

"اچھا بڑی جلدی یاد آ گیا۔" وہ بے ارادہ ہی لہجہ طنزیہ کر گئی۔

"زوباریہ!" واصب نے متاسف انداز میں احتجاجاً اس کو دیکھا اسے بھی اپنے کہے الفاظ کا اندازہ ہوا تو یکدم ندامت و شرمندگی میں گھر گئی۔

"I am sorry۔" وہ دھیرے سے بولی پھر ماحول سے فرار چاہنے کو پرخیال انداز میں بولی۔

"میں چینج کرلوں آپ نے اگر......" اس کے بقیہ الفاظ منہ میں ہی رہ گئے کیونکہ واصب اسے بے خود سا دیکھ رہا تھا پھر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کے نزدیک آ گیا۔

"مم...... میں چینج کرلوں۔" وہ گھبرائی ہوئی کترا کر نکلنے لگی تو وہ شانوں سے تھام کر ہولے سے بولا تھا۔

"ابھی نہیں، میں نے تو تمہیں ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں۔" اس کے مدہم لہجے میں بہت سے رنگ تھے، زوباریہ کا دل یکبارگی دھڑکا تھا اور چہرہ کانوں کی لوؤں تک سرخ ہو گیا۔

"کیا روئے زمین پر تم سے حسین کوئی عورت ہو گی، یقیناً نہیں۔" وہ انگشت شہادت سے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے بولا اور زوباریہ کے تن بدن سے جان نکلنے لگی یہاں سے وہاں ایک ہلچل سی مچ گئی، اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ نگاہیں اٹھا کر اس کی سمت دیکھ سکتی۔

"مجھے زندگی کبھی اتنی دلکش نہیں لگی جتنی اس وقت لگ رہی ہے، مجھے کوئی اتنا اچھا نہیں لگا جتنی آج تم لگ رہی ہو تم بہت خوبصورت اور منفرد ہو۔" وہ اپنے بازوؤں کا حصار اس کے گرد تنگ کرتے بغور تکتا ہوا بول رہا تھا۔

اس کے چہرے کی تمازت سے پگھلتے تھے حروف
جیسے کہسار پہ کرنوں کے قبیلے اتریں
جیسے کھل جائے خیالوں میں حنا کا رنگ
جیسے خوشبو کی طرح رنگ نشیلے اتریں

واصب درانی کے جذبے لبوں پر دمکنے لگے آنکھوں [illegible]

©www.pkdigest.com

اس نے [illegible] پیشانی [illegible] محسوس کر رہی تھی سارا وجود اس کی قربت سے جلنے کو تھا، واصب درانی کے مضبوط جسم کا حصار اس کے نازک سراپے کو پناہ میں لئے تھا، وہ سحر زدہ کھڑی تھی کسی جادو نگر میں۔

"کیا خواب ہے یا حقیقت، عطا ہے کہ حق، اگر مہربانی ہے تو کمال کی اگر توجہ ہے تو انتہا کی چاہت کا کوئی انداز ہے تو بے حد اثر انگیز۔" محبتوں کا ابر اپنے صحرائے دل پہ بارش کی مانند برسنے کو بے تاب دیکھ کر دم بخود تھی۔

"تمہیں پتہ ہے اس وقت میرے چار سو خوشی ہے خوشبو ہے رنگ ہیں، مجھے لگ رہا ہے زندگی ہر کامیابی کی نوید لئے میری راہوں میں ہے اور منزل بانہوں میں۔" واصب درانی کا مدھم لہجہ گرم سانسیں اس کے بکھرتے حواس کو توانائی بخشنے کو بے قرار تھیں۔

"محبت کا آغاز ہوا چاہتا ہے چاہتوں کا موسم اپنی آہٹوں پہ حقیقتوں کے قدم دھرنے والا ہے۔" زوباریہ نے زور سے آنکھیں میچ کر اس خواب کو محسوس کرنا چاہا۔

اسے اپنے لبوں پہ بھیگا بھیگا لمس محسوس ہوا اور جسم جیسے سنسنی میں ڈوب گیا، تمام فاصلے صرف لمحہ بھر کے لئے گھڑی بھر کا وقفہ تھا وہ مکمل طور پر اس کی دسترس میں ہونے لگی تھی کہ بیتاب وقت کو مدہوش ہوتے دیکھ کر واصب درانی جیب میں رکھا موبائل سائرن دینے لگا۔

"اوہ شٹ؟" وہ جھنجھلا کر موبائل آف کرنے لگا کہ اسکرین پر رحماء کا نمبر روشن دیکھ کر رک گیا سارا فسوں ٹوٹ گیا، بے اختیاری کو ہوش آ گیا اور وہ بڑی آہستگی سے اس کے گرد سے بازو ہٹاتا اپنی قربت سے آزاد کر گیا، وہ سکتے کے عالم میں بس وہیں کھڑی رہ گئی۔

رحماء سے انگلش میں بات کرتے ہوئے [illegible] اندازہ ہو گیا وہ دونوں اسی کے متعلق بات کر رہے تھے اور وہ رحماء کو اپنی محبت، پاس وفا کا یقین دلا رہا تھا، پھر موبائل اس کی جانب بڑھایا رحماء اس سے بات کرنا چاہتی تھی، زوباریہ نے بے جان ہاتھوں سے موبائل تھاما تھا۔

"رحماء کیا پوچھ رہی تھی کیا بتا رہی تھی، کیا کہہ رہی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔" وہ بنا کچھ سمجھے بس ہوں، ہاں کیئے جا رہی تھی، اس کی کم آمیزی کو طبیعت و مزاج کا خاصہ گردان کر جھلاتے ہوئے رحماء نے موبائل خود ہی آف کر دیا تھا۔

"مجھے تو بھول گیا تھا کہ یہ ڈرامہ ہے حقیقت نہیں واصب درانی تمہاری زندگی میں میری حیثیت بھرتی کے کردار کی ہے جو مجبوری میں بادل نخواستہ ڈالا گیا ہے اس کہانی کا اصلی اور مرکزی کردار تو رحماء ہے میں نہیں، میرے آنچل میں وصال رت کا کوئی پھول نہیں مہکے گا توجہ کی کوئی کلی نہیں کھلے گی۔" جانے کیوں ڈھیروں آنسوؤں نے اس کا چہرہ تر کر دیا۔

صبح وصال پوچھ رہی ہے عجب سوال
قریب آ گیا وہ کہ دور ہو گیا

"آئی ایم سوری زوباریہ رئیلی ایکسٹریملی سوری، میرا ایسا ویسا ارادہ نہیں تھا نہ میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا تھا نہ پریشان کرنا، یہ میری غلطی تھی کچھ دیر کو میں سب کچھ سچ سمجھ بیٹھا تھا میرے دماغ سے سب نکل گیا تھا Butt thank God بروقت بچ گئے۔" وہ خود کو سمجھا رہا تھا یا اسے یہ دونوں نہیں مانتے تھے۔

اس نے چہرہ اٹھا کر آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا تھا شکوے، حسرتیں، ارمان اور ناکام ادھوری، خواہشوں کے بوجھ سے چھلکتے نمکین آنسو اس کا رخسار کرتے گردن پر ڈھلک رہے تھے۔

"تم اتنا روئے کیوں جا رہی ہو تمہارا کوئی نقصان تو نہیں ہوا۔" اب وہ جھلا کر بولا تھا۔

"اس کہانی میں سب سے زیادہ نقصان تو میرا ہو رہا ہے مگر آپ نہیں جانتے، کبھی نہیں جان سکتے، کیونکہ یکطرفہ خواہشات یکطرفہ محبتیں ٹوٹ کر کسی کو شدت کے ساتھ چاہ تو سکتی ہیں، بجد دل میں زمین ریزہ ہو کے ایک ہی دعا وصل پانے کی تمنا کر تو سکتی ہے مگر یہ خواہشات اور محبتیں کبھی اپنا آپ منوا نہیں سکتیں۔" وہ زمین پہ بیٹھ گئی اور بازوؤں میں چہرا چھپا کے سسکنے لگی، واصب کے ارد گرد سناٹا سا پھیلا۔

"کیا یہ مجھ سے محبت کرنے لگی ہے توقعات وابستہ کر بیٹھی ہے نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے، میرے دل میں سوائے رحماء کے کسی کے لئے جگہ نہیں ہے، میری زندگی صرف اس کی منتظر ہے، راستوں کے پڑاؤ منزل نہیں بن سکتے No never۔" وہ سختی سے خود کو باور کرانے لگا۔

"زوباریہ یہ جو جس کا حقدار ہوتا ہے وہی پاتا ہے، کسی کا ساتھ ہو یا محبت، کبھی مانگنے سے تو نہیں ملتے اور پھر یہاں پہلے سے طے شدہ حقیقتیں ہوں وہاں ایسی فضول توقعات سوائے دکھ کے دیتی بھی کیا ہیں، تم بھی اپنے دل کو سمجھاؤ۔" وہ گھٹنے ٹیک کر اس کے سامنے بیٹھا۔

"اگر سمجھانا اتنا آسان ہوتا تو دل کے اندر اتنی بے بسی کیوں ہوتی۔" وہ بھیگے لہجے میں بولی تو واصب ساکت چپ چاپ اسے دیکھتا گیا اور اس کے نمکین آنسو پلکوں کے بند توڑ کر بے تاب ہو ہو کر بہتے چلے جارہے تھے۔

اگر یہ اپنے بس میں ہوتا
تو قدموں کو اپنے روک لیتے
دل کو اپنے ٹوک دیتے
گزرتے تھے جس راہ سے تم
بھولے سے بھی اس راہ پہ
نظر کو اپنی نہ بھٹکنے دیتے
اگر یہ اپنے بس میں ہوتا
تو خوشبو کو قریہ جاں میں
ٹھہرانے سے بھی احتراز کرتے
سانسوں کو مہکنے سے بھی باز رکھتے
پلکوں کی دہلیز پہ خواب نہ پرونے دیتے
آنکھوں کو روشن نہ ہونے دیتے
اگر یہ اپنے بس میں ہوتا
تو سب کچھ جو محسوس کرتے تھے
تم کو کبھی نہ بتاتے ہم
طویل شب بیداریوں کے قصے
تم کو کبھی نہ سناتے ہم
پیار یوں ہی نہ ہوتا ہم کو
اگر یہ اپنے بس میں ہوتا
تو چاند چھونے کی نہ کرتے خواہش
سنگ مرمر پہ چلنے کی نہ کرتے کوشش
تجھ کو پاتے نہ تجھ کو کھوتے ہم
تجھ کو رلاتے نہ خود ہی روتے ہم
بن سوچے بن دیکھے بن چاہے تجھے جی جاتے ہم
اگر یہ اپنے بس میں ہوتا
مگر چاہنے سے کب سب کچھ ہوا ہے
ہوتا وہی ہے جو لکھا گیا ہے
پھر بھی جو ہم نے کیا تم نے کیا ہے
دل کیوں اس پہ پچھتا رہا ہے
بار بار یہ سوچتا ہے
اگر یہ اپنے بس میں ہوتا
کاش یہ اپنے بس میں ہوتا

واصب اسٹڈی روم سے نکل کے کمرے میں آیا تو وہ یونہی بیٹھی تھی گھٹنوں پہ سر رکھے، وہ دھیرے دھیرے چلتا اس کے قریب آ بیٹھا وہ سو رہی تھی کہ آنکھیں یونہی بند تھیں وہ سمجھ نہ پایا کیونکہ اس کے رخساروں پہ آنسوؤں کے نشان ابھی تازہ تھے۔

"اتنی ٹھنڈ میں سرد فرش پر۔" وہ بے اختیار تڑپ اٹھا۔

"زوباریہ..." وہ [illegible] نے جواب نہیں دیا۔

"زوباریہ اٹھو یہاں کیوں بیٹھی ہو، بیڈ پہ چلو۔" وہ اس کا بازو پکڑ کر بولا۔

"نہیں مجھے یہیں رہنے دیں، وہ جگہ صرف رجاء کے لئے مختص ہے۔" وہ نیند سے لبریز آنکھیں ذرا سی جھپک کر بند کر گئی۔

"پاگل ہو تم، پوری رات اسی بات کے سوگ میں رو کر گزار دی۔" وہ بے طرح جھلایا پھر خود پہ قابو پاتے ہوئے بولا۔

"زندگی کے بہت سے چہرے ہیں ہر چہرہ پہلے والے سے مختلف نیا اور انوکھا ہے اور دیکھو تم ایک چہرے پہ رک گئیں، آج کے زمانے میں کتنی مضحکہ خیز بات ہے، محبت کی محبت کا کوئی وجود ہے بھلا تمہیں بھی ایک وقتی کشش کا سامنا ہے جو بہت جلد ڈھل جائے گی۔"

"اگر محبت وقتی کشش ہوتی تو اسے پاتے کو آپ اتنا ڈرامہ کیوں کھیلتے۔" وہ چوٹ کر گئی واصب درانی لب بھینچے اسے دیکھے گیا۔

"محبت تو کائنات کی اساس ہے محبت تو چھوں کی سانسیں ہیں ہے جو دکھائی دیتی ہے نہ پکڑ میں آتی ہے بس اپنے حصار میں لے لیتی ہے، اور بات ہے کہ آپ جس حصار میں کھڑے ہیں وہاں اس کی آنچ مرہم ہے اور یہاں میں کھڑی ہوں وہاں الاؤ جل رہا ہے جو تن من جھلسا رہا ہے، ایسے میں دو گھونٹ پیاس ابھی خواہش تو نہیں۔"

"خواہشات پہ بند باندھنا سیکھو کیونکہ دو گھونٹ پانی پیاس کو مٹاتا نہیں ہے بلکہ پہلے سے شدید کر دیتا ہے اور شدت میں بہت کچھ گھر جاتا ہے سارے سانس ہلکے پڑ جاتے ہیں، زندگی دشوار ہونے لگتی ہے اسے دشوار تر کرنے سے پہلے سنبھل جاؤ۔" وہ رسان سے بولا۔

"تو آپ نے ان دشواریوں کو [illegible] مقدر کی [illegible] کر کے پانی کے لئے ترسایا کیوں ہے، میں تو بہت پرسکون زندگی گزار رہی تھی میرے سکون کے سمندر میں ہلچل مچاتے آپ آئے تھے، میں نے خوابوں میں جیتی پرسکون، سیدھی زندگی گزارنے والی لڑکی تھی، محض اپنی خوشی کو پانے کے لئے آپ نے میرا وجود میرا دل گروی رکھ لیا مجھ پہ خوشی کے در بند کر دیئے زندگی کے سارے پل تنگ کر دیے، آپ نے یہ نہیں سوچا اتنے نازک لمحات تنہائی کے اتنے پل جب ساتھ گزریں گے تو میرا کیا بنے گا میں اپنے دل کو کیسے سمجھاؤں گی میں جس نے بہت پہلے اس معاہدے سے بھی عرصے پہلے آپ کو دیکھ کر دعاؤں میں اتنی شدت سے مانگا تھا اتنی محبت سے چاہا تھا، مجھے کیا ملتا ہے اس محبت دعا کے بدل اور کیا مل سکتا ہے، درد صرف درد کیا میں دنیا میں صرف درد اٹھانے کے لئے آئی ہوں، میں نے کیا قصور کیا ہے جس کی سزا آپ مجھے دے رہے ہیں، آپ میرے نہ بنیں، مجھے قبول نہ کریں مگر پاؤں دھرنے کو زمین تو دیں اگر میں آپ کی خوشی کے لئے اس ڈرامے کا حصہ بن گئی ہوں تو اس مجبوری کو میری موت کا سامان تو نہ بنائیں، محبت کی جھلک دکھا کر اپنے پیچھے بھگا کے پھر دھتکار کے زندگی کو بدصورت تو نہ کریں، میرے لئے پہلے کون سی آسان ہے زندگی، اسے مزید مشکل تو نہ بنائیں۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی، بے بسی و لاچاری کی انتہائی شکستہ کیفیت سے پھوٹتا ہر آنسو واصب درانی کے دل و دماغ پہ ہتھوڑے برسا رہا تھا، ہر لفظ انگارہ بن کر جلا رہا تھا۔

وہ کب جانتا تھا زوباریہ اس کے متعلق کیا سوچتی ہے پہچان کے کتنے مرحلے طے کر چکی ہے اور اس تعلق کی کس منزل پہ کھڑی ہے کہ یہاں نگاہوں کی چوری لمحے کی لغزش بھی اس کے وقار و انا کے پندار کو زخمی کر کے محبت کے لئے کرلا دے گی، اس نازک اور کول وجود والی لڑکی کے لئے اپنے دل میں امنڈتی نرمی اور محبت و لطافت کے خوش کن احساسات کو وہ چھپا کیوں نہیں پایا تھا، اس کی خوبصورتی نے اسے ایسا ملتفت کیا تھا کہ احتیاط کی حدیں ٹوٹنے لگیں بروقت ہوش آنے پہ یہ بند نہیں تو سلامت رہ گئیں مگر یہ معصوم لڑکی

وہ اپنے سے آدھے فٹ کے فاصلے پہ بیٹھی زوباریہ کو دیکھنے لگا، جس کی شربتی آنکھیں برس برس کر چہرہ تر بتر کیے دے رہی تھیں، وہ تاسف و ملال کے رنگوں میں گھرا اسے کتنی دیر دیکھتا رہا پھر بنا کچھ کہے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا زوباریہ نے بھیگی پلکیں اٹھا کے اس کے تعاقب میں نگاہیں دوڑائیں پھر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کے زار و قطار رونے لگی۔

ہونا تو وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے
لیکن وہ میرے خواب ہائے میرے خواب

©www.pkdigest.com

وہ ٹی وی لاؤنج میں فلور کشن پہ بیٹھی میگزین پڑھ رہی تھی اور اس کے قریب ہی صوفے سے ٹیک لگائے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول تھامے جویریہ سٹار پلس پہ انڈین مووی دیکھنے میں محو تھی جب عامر گلاس ڈور کھول کر لاؤنج میں داخل ہوا۔

"ہاں بھئی کیا کیا بن چکا ہے۔" وہ آتے ہی جویریہ کو دیکھ کر بولا۔

"بس یہ مادھوری اور شاہ رخ خان کی سیٹنگ ہونے والی ہے کرشمہ بے چاری یونہی رہ گئی تم بیٹھ کر دیکھو بڑی دلچسپ مووی ہو گئی ہے۔"

"دلچسپ مووی۔" عامر نے بھنویں اچکائیں پھر اسے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا۔

"شاہ رخ کی خالہ، میں تم سے اس لنچ کی تیاری کا پوچھ رہا ہوں جس پہ اپنے دوست کو مدعو کیا ہوا ہے۔"

"تمہیں بتایا تو تھا ہوٹل میں لے جاؤ بشیرا آج چھٹی پہ ہے اور کچن کون سنبھالتا۔"

"بشیر چھٹی پہ تھا تم تو گھر میں تھیں حد ہوتی ہے نالائقی کی وہ بیچارا آ رہا ہے گھر سے نکل چکا ہے اور تم مووی دیکھ رہی ہو۔" وہ غصہ آمیز لہجہ میں بولا۔

"تم جانتے ہو مجھے کچن میں گھسنا بالکل پسند نہیں اور بھابھی کو بھی خلوے کرنا کون تم ہی رہ جاتے ہو خود ہی کچھ کر لو اور نہیں تو آملیٹ تو بنا سکتے ہو۔" وہ ہکا بکا رہ گیا۔

"کک..... کیا میں بناؤں۔" وہ انگلی سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"کیوں تمہیں کیا ہوا ہے تم نہیں بنا سکتے۔" اس نے ناک چڑھایا۔

"یہ خالصتاً زنانہ کام ہے اور تم نے کبھی کسی مرد کو کھانا بناتے دیکھا ہے۔" وہ احتجاجی انداز میں بولا۔

"کیوں نہیں دیکھا یہ فائیو اسٹار ہوٹلز سے لے کر اسٹریٹ کیفے تک کک ہمیشہ مرد ہوتا ہے اور تم ہی تو کہتے رہتے ہو کہ عورتوں سے اچھا کھانا مرد بناتے ہیں آج ذرا اپنا ٹیسٹ بھی دے دو۔" وہ کمال اطمینان سے بولی تو زوباریہ کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"شرم کرو کوئی، میں یہ لہسن چھیلتا، پیاز کاٹتا اچھا لگوں گا کیا۔"

"تو بیلن اٹھاؤ اور روٹی بیلنا شروع کر دو کھانا رات کا بچا فریزر میں ہو گا گرم کر کے دے دینا۔" وہ بھی زوباریہ تھی۔

"اب تمہاری اول جلول سی فرینڈز آئیں تو لگوانا ذرا بازار کا چکر، پھر میں بتاؤں گا تمہیں کسی کام چور لڑکی۔"

"ارے جاؤ میری سہیلیاں تمہارے دوستوں کی طرح چار چار دن کی بھوکی اٹھ کر نہیں جاتیں۔ وہ اس کے غصے کو خاطر میں لائے بغیر بولی۔

"اسی لئے دو دن کا کھانا ایک وقت میں کھا کر دو دن کا ساتھ لے جاتی ہیں۔" وہ چڑاتے ہوئے بولا۔

"شٹ اپ اپنی شکل گم کرو۔" وہ غصہ میں آ گئی۔

"اور تم بھی سن لو آدھ گھنٹہ سے کھانے میں دو تین آئٹم بنا لو باقی بازار سے لے آؤں گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"آدھ گھنٹے میں دو تین آئٹم، وہ بھی میرے ہاتھ سے، دماغ درست ہے تمہارا۔" وہ چلائی۔

"سو فیصد درست ہے اسی لئے بتا رہا ہوں ٹھیک دو بجے سب تیار ہو ورنہ۔"

"ہوٹل زندہ باد۔" جوش سے بولی۔

"نہیں تم مردہ باد، اپنی خیر منانا پھر۔" وہ سکون سے بولا۔

@www.pkdigest.com

''جویریہ ایسا کرو فریزر میں کبابوں کے لیے مصالحہ مکس ہوا پڑا ہے، فروٹ ٹرائفل بھی ہے تم کباب تل لو اور ساتھ چکن روسٹ کرلو۔'' زوبار یہ کام سے سرخ ہوتی ناک، پانی چھوڑتی آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولی۔

''صبح والی بریانی ہے اوون میں رکھ کر وہی گرم کر دیتی ہوں، ساتھ فروٹ ٹرائفل تو ہوگا یہ چکن وغیرہ مجھ سے نہیں ہوتا۔'' وہ کچن میں آکے بولی۔

''اچھا چکن ہم دونوں مل کر تیار کرلیں گے پھر کباب تو تم تل دوگی ناں۔'' عامر نے مصالحانہ انداز اپنایا۔

''کبابوں کے ساتھ تمہیں نہ تل دوں۔'' وہ غصے سے مڑی۔

''اپنے آپ کو تو کوئی فائدہ بھی ہو دنیا ایک نکمے، سست الوجود اور بےکار انسان سے خالی ہو جائے گی۔''

''کاش تم [illegible]

[illegible]

''ہوا کچھ نہیں تمہارے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے لیکن جب تمہیں پتہ چلا کہ میرے دوست ہے کون تو تمہارے اردگرد ماحول کی خنک ٹھنڈک پھیل جائے گی۔''

''پتہ چلا کے مجھے کرنا کیا ہے تمہارے دوست تمہاری طرح کے کم ڈھنگ بے تکے تو ہوتے ہیں۔''

''اچھا اب اپنے الفاظ پہ قائم رکھنا خود کو اور جب امانت علی (سنگر) آئے تو پھر ملنے، دیکھنے آٹو گراف لینے کی کوشش مت کرنا۔'' وہ اطمینان سے کہہ کر چلا گیا۔

''امانت علی ...... امانت علی۔'' اس نے بڑبڑا کر سر جھٹکا پھر یکدم اس کی کوئی گمشدہ حس بیدار ہوئی۔

''میں تیری آں، میں تیری آں سائیاں۔''

اس کے اردگرد خوش کن آواز گونج کر سر بکھیرنے لگی تو آنکھیں چمکی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے چکن جلفریزی، کباب، بریانی، فروٹ ٹرائفل، سلاد رائتہ تیار شدہ برتنوں میں اچھے انداز سے ڈیکوریٹ کرکے عامر کو پکڑا کر لے جانے اور خود شاور لینے واش روم میں گھس گئی، نہا کے ٹاول سے بال خشک کرتی وہ لاؤنج میں آئی تو وہ سب کچھ سامنے رکھے اکیلا بیٹھا مزے سے کھا رہا تھا، اسے دیکھتے ہی تیزی سے دو چار نوالے لئے تین کباب اٹھائے اور کھڑا ہو گیا۔

''میرا کلب جانے کا موڈ ہے وہاں تنگ ہے ٹینس کا ذرا لیٹ آؤں گا۔''

''اور تمہارا دوست، اسے نہیں لائے۔''

''دوست کون سا، یہ سب تو تمہیں کچن میں کھانے کو کیا تھا ویسے مزا آ گیا کھانا اچھا بنا تم بھی کھالو۔'' وہ آرام سے بولا تو وہ مارے طیش و جھنجھلاہٹ کے ہاتھ میں پکڑا ہیئر برش اسے مارنے کو لپکی اور عامر گلاس ڈور کھول کر [illegible] گیٹ تک وہ پیچھے ہی گئی مالی بابا سے پانی کا پائپ پکڑ کر اس کے پیچھے ہی فوارہ چھوڑا خوب اچھی طرح سڑک گیلی ہوئی اور وہ بھیگنے لگا تو پانی والا پائپ کسی نے بڑے زور سے اس کے ہاتھ سے پکڑا تھا۔

''محترمہ فتح الدماغ تو ہیں آپ کہ کوئی مینٹل اسکرو ڈھیلا ہے جو سڑکوں پہ لوگوں کو بھگوتی تہلاتی پھر رہی ہیں۔'' ایک ڈیسنٹ سا بندہ پانی سے تر بتر کھڑا اس پہ برس رہا تھا، جبکہ عامر کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔

''وہ میں تو۔'' وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

''کیا میں تو، کیسے عجیب لوگ ہیں نوکروں کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔'' وہ بندہ غصے سے بولا تو اسے رونا سا آنے لگا غصے سے، تبھی عامر نظر آ گیا وہ سڑک کے پار کھڑا کسی سے محو گفتگو تھا جویریہ

©www.pkdigest.com

نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس کے مڑتے ہی اپنا لمبی ہیل والا جوتا اتار کر پوری قوت سے دے مارا جو عین سینے پہ لگا اور سینے پہ تکلیف کے احساس سے ہاتھ رکھے تحیر و استعجاب سے اسے دیکھتا بے حد ہینڈسم شخص نگاہوں کے سامنے تھا۔

"اوہ میرے اللہ، آج کا دن ہی شاید برا ہے۔" اس نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپا، چند لمحے بعد تاسف و شرمندگی کے احساس میں قید اس نے انگلیوں کو ذرا سا کھول کے دیکھا تو وہ دونوں بندے ایک دوسرے کے قریب کھڑے اب اسے دیکھ رہے تھے، وہ بڑے آہستہ سے پیچھے کو مڑی اور ڈور لگا دی اور گیٹ کے پاس جا کر مڑ کر دیکھا گیلے بال کانوں کے پیچھے اڑستی سرخ و سیاہ پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس وہ لحظہ بھر رکی پھر جھپاک سے اندر چلی گئی اور میر رضا وہ پانچ انچ ہیل والا جوتا ہاتھ میں پکڑے حیران کھڑا تھا۔

"تمہیں کہا تھا جویریہ، عامر کو لے کر ڈاکٹر کے پاس چلی جانا اور تم اب تک ویسے بیماری سنبھالے بیٹھی ہو۔" واصب اسے مسلسل سوں سوں کرتے دیکھ کر بولا۔

"میرا دل نہیں چاہا۔" وہ کمبل خود پہ درست کرتے ہوئے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کے اسے دیکھنے لگی۔

"What دل نہیں چاہا کیا بیمار انسان بھی دل چاہنے پہ میڈیسن لیتا ہے، عجیب عورت ہو تم جسے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں، اٹھو تم چینج کرو میں گاڑی نکالتا ہوں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں۔" وہ بولتا ہوا اس کے قریب آن رکا تھا، زوباریہ کچھ نہیں بولی تھی البتہ نمکین پانیوں کے کئی قطرے ٹوٹ کر پلکوں سے رخساروں پہ آ گرے تھے۔

واصب درانی نے اسے دیکھا تھا چند ثانیے پھر بیڈ کے سائیڈ کارنر پہ سجی تصویر کو جو ان کے ولیمہ پہ بنوائی گئی تھی عروسی لباس میں ملبوس دلہناپے کے روپ میں سجی خوبصورت اور حسین لڑکی اس کے کندھے سے کندھا ملائے مدھم اور شگفتہ انداز میں ہنس رہی تھی، اس نے ہاتھ بڑھا کر اس تصویر کو اٹھایا تھا زندگی کے سارے خوشنما رنگوں سے سجا وجود دلربا چہرہ، اس چہرے کو دیکھتے ہوئے اسے زندگی کتنی خوبصورت لگتی تھی اور یہ چہرہ جو اس کے قریب تھا کتنی دیز اداسی اور بے بسی کے رنگوں میں لپٹا تھا اسے لگا ساری کائنات اداس اور بے بس ہے کیسا احساس تھا، یہ وہ بھی اس لڑکی کے متعلق جو صرف ایک کاغذی معاہدے کے تحت اس کی زندگی میں آئی تھی، کاغذی ہی سہی پھر بھی ایک خوبصورت تعلق تو تھا نہ جو بہت شدت آمیزی کے ساتھ اپنا آپ باور کرانے لگا تھا کیا تھا یہ وقتی کشش یا اک ان چھوئے جذبے کی خواہش کہ وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

"اٹھو زوبی، تمہیں میڈیکل ٹریٹمنٹ کی اشد ضرورت ہے فلو کے ساتھ بخار بھی ہے شاباش ہمت کرو۔"

"جائیں آپ مجھے نہیں جانا اور آپ کو پریشانی لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں آپ کا مسئلہ نہیں ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بے رخی سے بولی۔

"You remember تم مجھ سے رشتے کے قانونی حق کے تحت میرے گھر میں موجود ہو اور میں تمہارا شوہر ہوں، تمہارا مسئلہ پریشانی مجھ سے الگ نہیں ہو سکتے اور آئندہ اس لہجے میں نہ بولنا مجھے تو تڑاخ کرنے والی عورتیں زہر لگتی ہیں۔" وہ سختی سے بولا تو زوباریہ کا چہرہ لحظہ بہ لحظہ سرخ ہوتا گیا وہ جھٹکے سے اٹھی ننگے پاؤں چلتی

©www.pkdigest.com

ان کی طرف والی گلاس ونڈو کا پردہ کھسکا کے باہر دیکھنے لگی، واصب کو اس کی ہٹ دھرمی پر بے طرح غصہ آ گیا۔

"تمہیں سنائی نہیں دیا میں نے کیا کہا ہے۔" وہ ناگواری اور اشتعال کی خفیف لہر کے زیر اثر غصے سے بولا۔

"اور آپ کو سنائی نہیں دیا میں نے کیا کہا ہے، مجھے ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا اور آپ خوامخواہ میرے گارجین بننے کی کوشش مت کریں۔"

"بکواس مت کرو، آرام سے چلو۔" وہ غصہ دباتے ہوئے سنجیدہ ہوا۔

"جان چھوڑیں میری، تکلیف مجھے ہے اور جب مجھے ضرورت محسوس نہیں ہوتی تو آپ ہوتے کون ہیں دباؤ ڈالنے، حکم منوانے والے۔" وہ تنک سے چلائی تو واصب درانی کی آنکھوں سے جھلکتے غصہ پہ حیرت کی چمک ابھری مگر اگلے ہی لمحہ وہ مشتعل ہوا اٹھا اور اس کا بازو پکڑ کر یوں جھٹکا دیا کہ وہ گر گئی۔

"چلو پہنو یہ کپڑے دو منٹ لگیں میں گاڑی سٹارٹ کر رہا ہوں تم نکلو کمرے سے۔" وہ اسے ہینگ شدہ لباس پکڑاتے ہوئے کی چین اٹھانے لگا اور زوباریہ نے وہ کپڑے اٹھا کر باہر دے مارے تھے، واصب کا مضبوط ہاتھ بے اختیار اٹھا تھا اور چٹاخ کی آواز کے ساتھ اس کے چہرے پر پانچ انگلیوں کے نشانات ثبت کر گیا، یہ اقدام اس کے لئے بے حد غیر متوقع اور شدید تھا وہ رخسار پہ ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی اور واصب نے اسی حالت میں کھینچتا گاڑی میں لا پٹخا تھا ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس کی توجہ تمام تر سامنے تھی مگر وہ باخبر تھا کہ ساتھ بیٹھی لڑکی بے آواز رو رہی ہے اور یہ آنسو اس کی طبیعت کو مزید اشتعال دلا رہے تھے۔

"تم یہ شغل گھر جا کے بھی پورا کر سکتی ہو اپنا چہرہ صاف کرو۔" ڈاکٹر کے کلینک سے کچھ دور گاڑی سلو کرتے ہوئے وہ اسے سختی سے بولا مگر وہ یوں لاتعلق اور اجنبی بنی بیٹھی تھی جیسے اردگرد کوئی نہ ہو وہ تنہا گاڑی میں موجود ہو اور اس کا یہ شغل واصب کے اعصاب کھلسا گیا۔

"ایک سیکنڈ کے اندر اندر چہرہ صاف کرو۔" وہ ٹشو پیپر کا ڈبہ اس کے سامنے کرتے ہوئے سختی سے بولا، وہ ہاتھ بڑھا کر ٹشوز لینے لگی، چہرہ صاف ہوا تو وہ اس کا چیک اپ کروانے لگا، ڈاکٹر سے اس کی میڈیسن لکھوائیں اور احتیاط کا پوچھا پھر وہ اسے لئے واپس گھر آیا آ کر خود ہی کھانا گرم کر کے برتنوں میں ڈالا اور کمرے میں لے آیا۔

"آؤ کھانا کھا لو پھر دوا لے کر سو جانا۔" کمبل اس کے چہرے سے ہٹا کر وہ بولا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"زوباریہ تنگ نہ کرو اٹھو شاباش نخرے چھوڑو۔" وہ کچھ نرمی سے بولا۔

"آپ نے مجھے مارا کیوں تھا، میں آپ سے بالکل نہیں بولوں گی۔" انتہائی ناراضگی سے کہہ کر اس نے کروٹ لی اور چہرے کا رخ دوسری جانب کر لیا۔

"تو تم بھی ایسے تنگ کرنے والے کام کیوں کرتی ہو، ڈاکٹر کے پاس ہی تو جانا تھا اس بے ایسی ضد، بیمار بھی تم اپنی ہٹ دھرمی سے پڑیں تھیں منع کیا تھا بارش میں نہ بھیگو۔"

"بارش میں بھیگوں یا آگ میں جلوں آپ کو کیا۔" وہ کہہ گئی۔

"ایسے مت کہا کرو مجھے تمہاری پرواہ ہے تو خیال کرتا ہوں۔" وہ مزید نرم پڑا۔

"ایسا خیال جس میں دھیان کومل لمحوں کی کوئی تتلی، کوئی رنگ کوئی احساس کوئی چاہت نہیں

صرف ہمدردی ہے ترس ہے اور مجھے ترس لینے ہمدردی پانے سے نفرت ہے۔'' اس کی آنکھیں پھر بھر آئیں۔

''زوباریہ یوں مت کرو پلیز زندگی کو اپنے لئے اور میرے لئے مشکل نہ بناؤ۔'' وہ بے بس ہوا تو وہ چند لمحے اس کی شفاف آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر اٹھ کر بے اختیار اس کے شانے پہ سر رکھ کے رونی چلی گئی، واصب اک پر تشویش سانس کھینچتا اس کا سر تھپکنے لگا۔

کبھی کبھی دل یہ چاہتا ہے
تمہاری شاموں کا حال پوچھوں
سوال پوچھوں کہ فکر فردا میں کیسی گزری
یونہی کبھی میرا نام آیا تمہارے ہونٹوں پہ ایک پل کو
میری محبت کی یاد مہکی کبھی تمہارے بھی راستوں میں
کبھی کسی دن تمہاری صبح کے در پہ جاگی صدائے دستک!
تمہارے صحن دعا سے میرا کبھی دھیان گزرا
کبھی تمہارے بدن پہ بھی شب، عذاب بن کر ٹھہر گئی کبھی
کبھی کبھی دل یہ چاہتا ہے سوال پوچھوں
مگر میں چپ ہوں
ہمارے مابین یہ جو دیوار اجنبیت ہے یہی غنیمت ہے کہ
اسی میں تو قید حرف ولب ہے
یہیں یہ ترک مطلب کی حد ہے

سمجھوتے خواہ کتنے مشکل کیوں نہ ہوں مگر کبھی کبھی ناگزیر ہو جاتے ہیں اور انتہائی بے بسی و مجبوری میں لپٹے حالات سمجھوتے کی آہنی زنجیر پہ چلنے کو تیار کر جاتے ہیں، وہ بھی ایسے ہی سمجھوتے کی چکی میں پس رہی تھی مگر یوں کہ دل پژمردگی کے حصار میں تھا نیندیں ڈسٹرب تھیں وہ وعدہ جو اک کاغذی بندھن کو پوری احتیاط کے ساتھ نبھانے کا خود سے کیا تھا خوابوں کی پر شور شورش میں کانچ آندھیوں کی زد میں تھا وہ بے تحاشا مضطرب تھی بے تحاشا روئی تھی اور اس کی تھکی تھکی اداس آنکھوں کی سرخی اس کی مسلسل بے خوابیوں کی گواہ تھی۔

امی کے آپریشن کی ڈیٹ انتیس ستمبر تھی اور وہ دل سے اس آپریشن کی کامیابی کے لئے دعا گو تھی تھکی تھکی چہرے ڈھیلے قدموں سے کچن سے چائے کا کپ لے کر وہ نکل رہی تھی اور بیگم درانی کچن میں داخل ہو رہی تھیں جانے کیسے وہ ان سے ٹکرا گئی اور گرم چائے چھلک کر بیگم درانی کے بازو پہ پڑی، سی کی آواز کے ساتھ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے رخسار پہ دے مارا۔

''اندھی ہو گئی ہو کیا ال مینرڈ جاہل لڑکی۔ ایک چائے کا کپ نہیں پکڑا جاتا [illegible] سے اور لڑکے پھنسانے آتے ہیں لے کر میرا بازو جلا دیا ہائے مجھے تو ایک جلسے میں تقریر کرنے جانا تھا۔'' زوباریہ سناٹے میں گھری کھڑی تھی اور بیگم درانی اپنے دودھیا بازو کو دیکھتے ہوئے واویلا کر رہی تھیں حالانکہ چائے اچھی خاصی نیم گرم تھی اور جلد ہلکی سرخ ہوئی تھی مگر وہ چیخ یوں رہی تھیں جیسے تیزاب گرا دیا گیا ہو نوکر چاکر سب جمع ہو گئے تھے۔

''اب تم تو جاؤ منحوس لڑکی، دفع ہو کہیں۔'' وہ اسے کچن سے باہر دھکا دیتے ہوئے بولیں اور اسی پل واصب ادھر آیا تھا۔

''یہ کیا سلوک ہو رہا ہے اس کے ساتھ ماما، یہ میری بیوی اور آپ کی بہو ہے کچھ تو خیال کریں۔''

''ارے لعنت بھیجتی ہوں میں ایسی بہو پہ

منحوس نے جان بوجھ کر گرم چائے مجھ پہ گرا کے جلا دیا۔''

''میرا یقین کریں واصب میں نے ایسا کچھ نہیں کیا یہی مجھ سے ٹکرا گئیں۔'' زوباریہ آنسوؤں کے ساتھ بولی اور واصب کی نگاہیں اس کے سرخ رخسار پہ ٹک گئیں اور وجیہہ چہرے پہ غصے کی سرخی جھلک آئی۔

''ارے جھوٹ بولتی ہے کمینی ٹھہر تجھے میں ابھی بتاتی ہوں۔'' وہ ایک بار پھر اس کی طرف بڑھیں تو واصب نے کھینچ کر اسے خود سے قریب کر لیا اور بہت غصے سے کہا تھا۔

''Stop it آپ میرے ہوتے ہوئے اس کے ساتھ ایسی زیادتی نہیں کر سکتیں۔''

''اور جو اس نے کیا کیا ہے وہ نہیں دیکھ رہے۔'' وہ بازو آگے کرتے ہوئے چلائیں۔

''یہ آپ کی اپنی غلطی کا نتیجہ ہے اب تو آپ نے اسے برا بھلا کہہ لیا اور میں [illegible] Butt remember آئندہ وہ ہاتھ ٹوٹ جائیں گے جو اس کی طرف تشدد کے ارادے سے بڑھیں گے۔'' وہ کاٹ دار لہجے میں کہتا زوباریہ کا ہاتھ تھام کر اپنے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔

''I am sorry zobaria میں بہت شرمندہ ہوں ماما کا Behaviour تمہارے ساتھ بہت خراب ہے ناقابل برداشت حد تک ظالمانہ اور تمہیں میری وجہ سے سب بھگتنا پڑ رہا ہے۔'' وہ اندر آ کر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے متاسف سا بولا تو وہ بھیگی آنکھوں سے بس دیکھتی رہ گئی۔

''انہیں عادت ہے چھوٹی سی بات کو لے کر خوامخواہ ایشو بنانے کی مگر انجانے میں یہ سب ہمارے حق میں بہتر ہے رمشاء کے لئے حالات سازگار ہوتے جائیں گے انہیں یاد آئے گا کہ اگر بہو اونچے گھرانے کی ہوتی تو یہ سب نہ ہوتا۔'' وہ اب اسے سمجھا رہا تھا۔

''اور میں جو ارزاں ہو رہی ہوں مجھے کیا مل رہا ہے نہ کوئی مان نہ مقام سوائے ایک نام کے حالانکہ جھوٹ کے ترازو میں کھڑے ہو کر سبھی مگر محبتوں کے سارے دکھ تو میں بھگت رہی ہوں، اضطراب کے سمندر میں کھڑی اذیتیں جھیلتی اپنے حصے کی ساری خوشیاں رمشاء کو دے دوں گی اور مجھے کیا ملے گا جدائی، نارسائی، پچھتاوے، آنسو مگر کیوں جب دکھ میں سہہ رہی ہوں تو سکھ کا موسم بھی میرا ہونا چاہیے خدایا تو تو بڑا انصاف پسند ہے میرے ساتھ یہ ناانصافی کیوں۔'' اس کی آنکھوں میں سمندر آن رکا تھا، واصب کے دل کو کچھ ہونے لگا اس کے آنسو بے حد تکلیف دے رہے تھے اسے وہ تسلی دیتے ہوئے بولا۔

''زوباریہ انسان بہت کچھ برداشت کرتا ہے اپنی مرضی کے خلاف جب کسی جگہ یہ کچھ مطلب حاصل کرنا ہو تو کشٹ تو اٹھانا پڑتا ہے اور اداکاری یہی تو ہے، جس میں اندر روئے بھی تو باہر ہنسے۔''

''نہیں ہوتی مجھ سے ایسی اداکاری جس میں ٹوٹے خوابوں کی اذیت خالی ہاتھ اور صرف پیاس ہو جس میں آنکھیں ہوں مگر منظر نہیں، نیندیں ہوں خواب نہیں، ہجر ہی ہجر وصل نہیں، مجھ سے یہ تذلیل کے داغ نہیں اٹھائے جاتے۔'' وہ بھیگی آنکھوں سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی، واصب درانی کو یکدم زندگی مشکل ترین لگی اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔

ابھی تو عروسی لمحات کی خوشبودار مہندی بھی اس ہاتھوں سے ماند نہیں پڑی تھی اور اس کی آنکھوں میں حزن لہجے میں دلگرفتگی، وجود پہ زرد جدائی کے احساس نے اداسی بکھیر دی تھی، گھر

@www.pkdigest.com

والوں کے سلوک میں تشدد آمیزی شامل ہوگئی تھی ایسے میں وہ اسے کٹہرے میں لاکھڑا نہ کرے تو اور کیا کرے واصب نے اسے دیکھا رنجیدہ ملول اداس "یہ میری وجہ سے دکھ میں اشکبار ہے۔" اس سوچ نے ہی اس کے وجود میں اضطراب اور بے چینی کی لہریں دوڑا دی تھیں اور سر اچانک درد سے پھٹنے لگا تھا وہ اٹھ کر بالکونی میں آگیا تھا۔

ایگزامز کے دن نزدیک تھے اسی لئے جویریہ زیادہ تر اکیڈمی اور عامر اپنے دوستوں کے ساتھ کمبائن سٹڈی میں مصروف تھا وہ کل سے اپنے کمرے میں قید تھی اس وقت بھی اشد ضرورت کے تحت وہ ڈرائنگ ہال سے ملحقہ کچن میں وہ اپنے لئے روٹی بنا رہی تھی جب اسے کسی چیز کے زور سے گرنے اور ہائے اوئی کی اونچی آوازیں آئی تھیں، روٹی اتار کر وہ تیزی سے باہر نکلی تو بیگم درانی لاؤنج کے نیچے جاتی وسطی سیڑھیوں سے پھسلتی بڑے زور سے فرش پر گری تھیں، ان کی کہنیاں اور ہاتھ چھل گئے تھے سر کے ایک طرف سے خون بہہ رہا تھا گھٹنے پہ بھی شدید چوٹ تھی وہ اوندھی پڑی کسی کو مدد کے لئے پکار رہی تھیں، زوباریہ ان کے کل والے سلوک کے پیش نظر جھجکے سے واپس کچن میں گھس گئی مگر دل کے سرزنش کرنے اور جذبہ انسانیت کے تحت وہ چند لمحوں بعد بیگم درانی کو اٹھانے لگی وہ اچھے خاصے بھاری وجود کی مالک تھیں زوباریہ کے لئے تن تنہا انہیں اٹھانا ممکن نہ تھا ملازمین سارے کام ختم کرکے اپنے کوارٹروں میں جا چکے تھے۔

زوباریہ نے پہلے انہیں پانی پلایا پھر جیسے تیسے کرکے گھسیٹتی لاؤنج کے صوفے تک لے آئی اور فیملی ڈاکٹر کو فون کرکے بلایا، کچھ دیر بعد ڈاکٹر آ پہنچا تھا۔

"میں تو ایک انتخابی جلسے میں جانے کے لئے ہوکر نیچے آرہی تھی جانے کیسے پیر سلپ ہوا بس پھر خود کو سنبھالا نہیں گیا۔" وہ تکلیف کے احساس سے مدہم انداز میں بولتی ڈاکٹر کو بتا رہی تھیں۔

"پاؤں میں سخت قسم کی موچ کے ساتھ کندھے اور ٹانگ میں خاصی چوٹ آئی ہے اور کہنی کی ہڈی فریکچر ہوگئی ہے، فی الحال تو میں درد کا انجکشن لگا دیتا ہوں مگر آپ کو کلینک چلنا ہوگا۔" ڈاکٹر تشویش سے بولا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب مجھ سے اٹھا نہیں جاتا اور پھر گھر میں بھی اس وقت کوئی نہیں جو ساتھ جا سکے۔"

"آپ کی بہو تو ہے انہیں لے لیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر گھر کو یوں نوکروں کے سہارے پر بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔" ان کا انداز پر سوچ تھا، پھر وہ زوباریہ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"زوباریہ ایسا کرو تم [illegible] والے [illegible] ایک [illegible] لاؤنج [illegible] میرے ساتھ چلو، شکور کو بلاؤ وہ گھر کی نگرانی کرے گا۔" یہ پہلی بالواسطہ بات چیت تھی جو اس ایک ماہ کے دوران انہوں نے اس سے کی تھی اور وہ ان کے حکم کی تعمیل کرنے لگی۔

"ایک ہفتہ آپ کو مکمل بیڈ ریسٹ کرنا ہوگا، پاؤں کندھے گھٹنے کا مساج روزانہ اور یہ میڈیسن صبح شام تین دن استعمال کریں، باقی کوئی مسئلہ ہوا تو میں کلینک سے واپسی پہ چیک کرتا جاؤں گا۔"

"ڈاکٹر صاحب ایک کام نہیں کر سکتے آپ، مجھے ہفتہ بھر کے لئے ایک نرس اپائنٹ کرا دیں جو چوبیس گھنٹے میرے ساتھ رہے مجھ سے تو اٹھ کر باتھ روم نہیں جایا جائے ٹانگ کی تکلیف بہت شدید ہے۔"

"ذرا مشکل ہے کیونکہ ہاسپٹل میں بروقت ایمرجنسی کا ماحول رہتا ہے اور نرسنگ عملہ پہلے کم ہے خیر دیکھتا ہوں، ویسے آپ کی بہو اور بیٹی تو ہے سنبھالنے کو۔" ڈاکٹر بولے اور وہ کہہ نہ سکی کہ بہو کو بھی قابل اعتناء ہی نہیں جانا اس سے خدمت کیسے لوں جبکہ بیٹی ایگزامز کی تیاری میں مصروف ہے۔

"آپ کو یہ زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں خود ماما کو سنبھال لوں گی۔" زوباریہ نے از خود کہہ دیا اور وہ اس کی صورت دیکھ کر خفیف سی ندامت میں گھر گئیں۔

"کتنی ایثار پسند ہے یہ لڑکی اگر آج یہ نہ ہوتی تو مارے تکلیف اور درد کے میں اکیلی پڑی چیختی رہتی حالانکہ ابھی کل ہی میں نے ایک ناکردہ غلطی کی گستاخی پہ اسے تھپڑ دے مارا تھا۔" وہ اس کے پھول سے رخسار کو دیکھتے ہوئے عرق شرمندگی سے بھیگ رہی تھیں۔

زوباریہ نے [illegible] آتے ہی ان کے لئے [illegible] بازو اور ٹانگ کا مساج کیا ان کے غنودگی میں جانے تک وہیں بیٹھی رہی وہ سو گئیں تو اخبار اٹھا کر وہیں بیٹھ گئی، واصب آفس سے گھر آیا تو اسے نہ پا کر بے چینی سے پورا گھر چھان مارا، ماما کے کمرے کی طرف تو اس کا گمان بھی نہ تھا۔

"جمیلہ تمہاری چھوٹی بی بی کدھر ہے۔" وہ ملازمہ سے پوچھنے لگا۔

"وہ جی صبح دس بجے بیگم صاحبہ سیڑھیوں سے گر گئی تھیں ان کے بازو اور ٹانگ پہ چوٹ کے ساتھ پیر میں موچ آگئی ہے ان سے اٹھا نہیں جاتا چھوٹی بی بی انہیں ڈاکٹر کے کلینک لے گئی تھیں اور دوپہر سے ان کے کمرے میں ہیں۔" ملازمہ تفصیلی انداز میں بولی۔

"ویسے صاحب ایک بات ہے چھوٹی بی بی بڑی نیک طبیعت کی مالک ہے ورنہ کل والے سلوک کے بعد ایسی فراخدلی اور خدمت توبہ توبہ۔" اب جمیلہ کانوں کو ہاتھ لگا رہی تھی۔

"اچھا تم جاؤ اپنا کام کرو۔" وہ کوفت سے بولا، اسے ملازمین کا یوں گھریلو معاملات میں ٹانگ اڑانا بالکل پسند نہ تھا، وہ تیز قدموں سے چلتا ماما کے کمرے کی جانب بڑھا تھا مگر اندر داخل نہیں ہوا کہ دل میں کل والی بات پہ خفگی کا احساس تازہ تھا، اسی لئے کاریڈور میں رک کر اس نے پکارا تھا۔

"زوباریہ!"

"اسے اندر بلاؤ۔" بیگم درانی لاڈلے بیٹے کی آواز پہ بے قرار ہوکر سیدھی ہو بیٹھیں۔

"اندر آجایئے ماما بلا رہی ہیں۔" وہ اٹھ کر باہر نکلی۔

"مجھے نہیں آنا تم چلو اپنے کمرے میں۔" وہ اسے حکم دیتا ہوا مڑا۔

"واصب پلیز آپ کی مدر ہیں وہ چوٹ لگی ہے ان کے حال چال ہی پوچھ لیں۔" زوباریہ نے اس کا بازو پکڑ کر کہا تھا۔

"انہوں نے حال چال پوچھنے جتنا چھوڑا ہی کب ہے۔" وہ بولا۔

"میری خاطر پلیز واصب ماں کا بڑا رتبہ ہے۔" وہ ملتجی انداز میں بولی واصب اس کی طرف دیکھنے لگا جبکہ اندر یہ سب سنتی بیگم درانی اس لڑکی کی نیک نیتی اور مخلص طبیعت کی معترف ہوگئی تھیں، واصب گہری سانس لیتا اس کے ہمراہ ماما کے بیڈروم میں داخل ہوا۔

"السلام علیکم! کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" وہ ان کے قریب بیٹھا۔

"وعلیکم السلام ٹھیک ہوں مگر چوٹ گہری آئی ہے بنا سہارے کے اٹھ کر بیٹھنا دشوار ہے۔"

"آپ بھی تو اس عمر میں سیڑھیاں پہن کر ہیل والی جوتیوں کے ساتھ اوپر نیچے جاتی رہتی

©www.pkdigest.com

ہیں بندہ اپنی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے ذرا احتیاط اپنا لے۔" درانی صاحب بولتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے۔

"عمر کا لحاظ کیا میں کیا بوڑھی ہو گئی ہوں۔" وہ ناراضگی سے شوہر کو دیکھنے لگیں جبکہ بہو اور بیٹا مسکرا رہے تھے۔

"بوڑھی کہاں ابھی تو جوان ہوں والے مقولے پہ عمل پیرا ہیں۔" وہ صفے چیئر کھینچ کر بیٹھ گئے۔

"بڑی بات ہے آج تو ہماری بہو بھی آپ کے پاس موجود ہے۔" درانی صاحب کی نظر اب اس پہ پڑی۔

"آپ کی بہو نے آج بہت کام کیا ہے میں گری تو گھر میں یہ اکیلی تھی اسی نے مجھے اٹھایا ڈاکٹر کو بلوایا میڈیکل ٹریٹمنٹ کے لئے کلینک لے گئی اور تب سے لے کر اب تک میرے پاس بیٹھی ہے۔" ان کے کہنے پہ واصب نے ممنون نگاہوں سے دیکھا تھا جبکہ درانی صاحب کے چہرے پہ تحیر ستائش اور خوشی کے ملے جلے تاثرات تھے۔

"زوبار یہ تم واصب کو کھانا وغیرہ کھلاؤ اور خود بھی کھا لو۔" بیگم درانی نرمی سے بولیں تو وہ دونوں اٹھ گئے۔

"اللہ کا شکر ہے امی کے آپریشن کا پہلا مرحلہ بخیر و خوبی نمٹ گیا مجھے بہت ٹینشن تھی۔" وہ مہوش سے بات کر رہی تھی۔

"واقعی یہ ہماری زندگی کی بہت بڑی پریشانی تھی جو دور ہوئی اور اس میں واصب بھائی کا بہت ساتھ رہا ہے وہ نہ ہوتے تو جانے ہمارا کیا بنتا۔" مہوش ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔

"آپی آپ نے بھی بہت بوجھ اٹھایا ہے بہت دکھ سہہ رہی ہیں کبھی کبھی کسی وقت آپ کے متعلق سوچ کر میں بہت زیادہ اپ سیٹ ہو جاتی ہوں درد سے میرا سر پھٹنے لگتا ہے، میمونا آپی بھی اکثر آتی ہیں ہر بار آپ کے متعلق پوچھتی ہیں اور جب میں بتاتی ہوں کہ آپ امی کو لے کر کراچی چلی گئی ہیں علاج کی غرض سے تو بہت دعائیں بھی کرتی ہیں، لیکن ان کی دعائیں میرے زخموں کو ادھیڑنے لگتی ہیں میں کتنی بے بس اور مجبور ہوں اپنی ماں جائی کو مشکل ترین حالات میں دیکھتے ہوئے بھی اس کی آسانی کے لئے سوائے دعا کے کچھ نہیں کر سکتی، کہ محبت تو اپنی مرضی سے دل سے دل تک سفر کرتی ہے اور مصلحتوں سمجھوتے کی ٹرین ایسے گزرنے لگے تو سب مشکل ہو جاتا ہے کہ مصلحتیں اور معاملات میں تو چل سکتی ہیں محبت میں نہیں، محبت میں سمجھوتے اور مصلحتیں آنے لگیں تو زندگی ایک بے یقینی ویرانی اور انجانی اداسی کے ہاتھوں روتی ہے۔" مہوش کی آواز بھیگی اور [illegible] بھیگی اور ایک بے جان مسکراہٹ زوبار کے لبوں پہ آکر دم توڑ گئی، اس کی آنکھوں کے کنارے نم تھے۔

"پتہ ہے مہوش کبھی کبھی مجھے اس ان دیکھی انجانی لڑکی سے جیلسی محسوس ہوتی ہے، مجھے نہیں معلوم واصب درانی سے اس کی محبت کا پیمانہ کس زاویے پر اور کتنا شدید ہے پھر بھی وہ خوش قسمت ہے کہ وہ اپنی محبت کو پالے گی۔" وہ بولتے ہوئے چہرے کا رخ پھیر گئی تھی اپنے آنسو چھپانے کو اگرچہ مہوش ان آنسوؤں کی چمک دیکھ چکی تھی۔

"خوش قسمت تو آپ بھی ہو سکتی ہیں یہ محبت آپ کا نصیب بھی ہو سکتی ہے۔" مہوش نے کہا۔

"اگر یہ سودے زبردستی کے ہوتے تو یقیناً مگر یہ رسک اب جیت کے امکان کے بغیر اٹھا بیٹھی ہوں اور پل پل لمحہ بہ لمحہ محبت کے رنگ خود میں سمو کے پل پل لمحہ بہ لمحہ خود کو مرتے دیکھ رہی

ہوں کہ محبت کو جیت اور مات سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، وہ تو بس اپنے ہی رنگ اپنے ہی پانی میں بہتے رہنا چاہتی ہے اس پانی کے ٹھہرنے رنگ جمنے کا کوئی ذریعہ ہے یا نہیں اسے کیا غرض محبت تو محبت ہے اس کے ہونے رہنے کو یہ وجہ کافی ہے کہ وہ محبت ہے اور کسی کو اپنا بنا بیٹھی ہے۔" بولتے ہوئے اس کی نم آنکھوں میں اداسی تھی اور لہجے میں دکھ۔

"اگر رحماء میرے سامنے ہوتی ناں تو میں اسے قتل کر دیتی۔" مہوش جذباتی انداز میں بولی۔

"اسے قتل کرنے سے واصب کے دل سے اس کی محبت تو نہیں ہٹ سکتی۔" وہ عجب بے بسی میں بولی تھی اور مہوش کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"رحماء کتنی بھی اچھی کتنی بھی دلکش ہو مجھ سے خوبصورت تو نہیں ہو سکتی دولت سے زیادہ اور کیا خاص بات ہوگی اس میں کہ واصب درانی اس کی چاہت میں ہر اچھے برے اقدام پہ راضی ہے۔" وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے کہہ اٹھی اور مہوش کو تسلی کے لفظ بھی ہلکے لگنے لگے۔

"جو شخص آپ کا نہیں ہو سکتا آپ کیوں اس کے لئے اپنی محبتیں اپنے جذبے لٹا رہی ہیں کیوں اپنی تکلیف بڑھا رہی ہیں۔" ماہم پاس آکر بیٹھی تو اس نے کہہ دیا۔

"محبت، محبت یہ سب کب سوچتی ہے پہلے پہل خود کو بہت سمجھایا تھا کہ ایسا شخص جو شریک سفر ہونے کے باوجود شریک زندگی نہیں جو ساتھ چلنے کے باوجود کسی موڑ پر اکیلا چھوڑ کے چل دے گا اس سے محبت کا تعلق نہیں باندھنا مگر میرے دل نے کہا محبت ختم نہیں ہو سکتی میں نے لاکھ سر پٹخا، بہت پیچھا چھڑانا چاہا محبت نے اذن ہی نہ دیا اور میں اس محبت کے ہاتھوں اپنا آپ ہارتی چلی گئی اور اس ہار کے باوجود واصب کی آنکھوں میں مجھے اپنے لئے کہیں محبت دکھائی نہیں دے رہی۔" اس نے اپنا سر مہوش کے شانے پر رکھ دیا تھا اور بہت آہستگی سے آنسو بہانے لگی۔

کتنا تکلیف دہ تھا یہ رونا اس لڑکی کا جو بچپن میں اپنا پسندیدہ کھلونا نہ ملنے پہ کہرام برپا کر دیتی تھی اور اس وقت اسے Sens بھی نہ تھا اب وہ باشعور تھی تو اب اس کے دل کو یہ اذیت کتنی تکلیف دیتی تھی وہ ضبط کے سمندر میں کھڑی محرومی کی کس منزل سے گزر رہی تھی یہ بتانا کتنا مشکل تھا۔

سن! اے دل بے خبر
دشت غم کے شجر
قسمت میں اب لکھے جا چکے
سرمئی رات کی
بے خواب آنکھوں نے
نور کے سارے دیے کھو دیے
آرزو کی ان چھوٹی تتلیاں
اجنبی دیس کی منڈیروں پہ جا کے سو گئیں
دل کے سارے نرم جذبے
بے بسی کی جلتی لے میں پگھل گئے
اولیں عمر کے نوخیز شگوفے
بھری بہار میں جل گئے
زندگی کے رنگ سارے
ہجر کی ہوا بہا کے لے گئی
تقدیر دکھ سارے
ہاتھوں میں دے گئی
تیری تمناؤں کے گھر میں
قیام کسی "اور" کا ہو چکا
ہر سپنا تیرا
بدنصیبی کے خانے میں سو چکا

موسم گل کی دستک

تیسری قسط کا

فوزیہ غزل

ساون کا مہینہ شروع ہو چکا تھا بارشیں تواتر سے برستی مگر موسم کی تلخی کم ہونے کا نام نہ لیتی، زباریہ کا زیادہ وقت بیگم دُرانی کے پاس گزرتا تھا پوری پوری رات وہ اُن کے پاس چیئر پہ بیٹھی گزار دیتی۔ وہ خود اُٹھ کر باتھ روم نہیں جا سکتی تھیں زوباریہ یہ فریضہ بھی انجام دینے میں مدد کرتی۔ اُن کے کپڑے بدلوانا بستر صاف کرنا، بروقت مساج کرنا سوپ پرہیزی غذا سب اُس کی ذمہ داری ہے دُرانی صاحب اُس کی سلیقہ شعاری و خدمت گزاری پہ گرویدہ تو جویریہ اور عامر ممنون تھے کہ وہ اس تکلیف میں سب بہ طریق احسن سنبھالے ہوئے تھی، خود بیگم درانی اُس کی ایثار پسند فطرت سے اتنی حیرت زدہ تھیں کہ کہہ اُٹھیں۔

''اس وقت تمہاری جگہ میری لائی ہوئی بہو ہوتی تو وہ مجھے سنبھالنا تو درکنار حال تک پوچھنا نہ گوارہ کرتی، خود میری اپنی بیٹی بھی میری اتنی خدمت نہیں کر سکتی جتنی تم نے کی ہے تم نے بیٹی نہ ہو کے بیٹی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ واصب معیار سے کم پر کبھی راضی نہیں ہوتا۔ مجھے ہمیشہ اُس کی Choice پر فخر ہوا ہے آج پہلے بار سکون اور طمانیت کا تاثر اپنے اندر محسوس کیا ہے میرے بیٹے کے لیے تمہارے جیسی لڑکی ہونی چاہیے تھی تم واقعی ہیرا ہو۔'' واصف ان الفاظ پر اندر آتے ہوئے ٹھٹکا تھا اور نگاہیں اُس کے چہرے کا سفر کرنے لگیں۔

''زوباریہ ذرا آ کر میری بات سنو'' چہرے کے ساتھ آواز میں در آنے والی تلخی زوباریہ کے ساتھ بیگم درانی نے بھی محسوس کی۔''

''جاؤ بیٹی، اُسے شاید کوئی شے نہیں مل رہی ہو گی'' انہوں نے کہا تو زوباریہ اُٹھ گئی۔

وہ بیڈروم میں آئی تو وہ صوفے پر بیٹھا منتظر نگاہوں سے دروازے کو ہی دیکھ رہا تھا۔

''دروازہ لاک کر دو'' اس کی تحکم آمیز آواز

مکمل ناول

یہ حیران ہوتے ہوئے اس نے ناب گھما کر لاک لگایا۔

"تمہیں یاد ہے کہ تم کیا کرنے اور کس مقصد کے لیے اِدھر آئی ہو"۔ وہ سخت آواز میں بولا تھا۔

"یاد ہے" وہ بے تاثر انداز میں بولی۔

"یاد ہے تو پھر اوور ایکٹنگ کا شکار کیوں ہو رہی ہو۔ کیوں سارے گھر کو اپنے سلیقے سے متاثر کر رہی ہو۔ کیوں اتنا بچھی جا رہی ہو۔ تم جانتی ہو کہ تمہارا یہ رویہ آگے چل کر میرے لیے کتنا پرابلم کری ایٹ کرے گا"۔ وہ ترشی سے کہتا اُسے گھورنے لگا وہ کچھ نہیں بولی بس سپاٹ نگاہوں سے دیکھا جس پر وہ مزید تپ گیا۔ "اگر تم یونہی اپنے اخلاق و ایثار کے مظاہرے کرتی رہیں تو پورا گھر میرے خلاف اُٹھ کھڑا ہوگا جب میں تمہیں چھوڑوں گا تو رکاوٹ پیدا ہوگی جبکہ میں تمہیں یہاں لایا ہی اس مقصد سے ہوں کہ تم میرے راستے کی رکاوٹیں دور کرو نہ کہ انہیں بڑھا کے میرے لیے پریشانیوں کا سامان پیدا کرو یہ مت بھولو کہ اس ڈرامے کا End کیا ہے"۔ وہ بھینچے ہوئے لہجے میں غرایا تھا اور وہ اس انداز سے جز بز ہوتی چہرے کا رُخ موڑ گئی

"کل جب میں تمہیں طلاق دوں گا تو کیا جواز پیدا کرو گا۔ اپنے رویے کو اتنا اچھا مت کرو کہ میرے لیے حالات سخت تر ہوتے جائیں، کوئی ضرورت نہیں آگے ہو ہو کر ماما کے کام کرنے یا وقت بے وقت جوریہ کے پاس بیٹھے رہنے کی بلکہ اپنے لہجے و انداز میں تلخی روا رکھو۔ ایسے دو ٹوک اور اُکتائے انداز میں پیش آؤ کہ حالات خود بخود اس ڈرامہ کو ختم کرنے کے لیے سازگار ہو جائیں"۔

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔ مجھے کسی کو دُکھ دینا یا ناراض کرنا نہیں آتا میں کبھی کسی کے ساتھ برا رویہ اختیار نہیں کر سکتی بداخلاق لوگ مجھے زہر لگتے ہیں" اس کی آواز بھرا گئی۔

"یہ بداخلاقی حقیقت نہیں بلکہ ڈرامہ ہے" وہ عاجز ہو کر بولا۔

"آپ کے گھر والوں کیا معلوم کہ یہ ڈرامہ ہے اُن کے لیے تو یہ حقیقت ہے" اس کی آواز قدرے تیکھی ہوئی "حقیقت مائی فٹ۔ تم صرف وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ ڈرائیور کو ساتھ لے کر مارکیٹ کے چکر لگاؤ۔ ڈھیروں شاپنگ مہنگے ترین شاپنگ پلازوں کے چکر۔ فائیو اسٹار ہوٹلنگ۔ اپنی گاڑی میں لانگ ڈرائیو پر جاؤ گھر اور گھر والوں کو بالکل اگنور کر دو۔ اگر کوئی تمہیں بلائے تو رُوڈ ہو کے تلخی سے بولو اور الگ گھر کا مطالبہ کرو"۔ وہ اب قدرے تحمل سے بولا تھا۔

"مجھے یہ سب نہیں آتا نہ میں یہ سب کروں گی آپ خود یہ سب کر لیں" بے نیازی سے کہا گیا۔

"شٹ اَپ، تم کس مرض کی دوا ہو۔ اگر یہ سب مجھے کرنا تھا تو تم سے نکاح کیوں کرتا آج کل کی لڑکیاں اتنی اسٹریٹ فارورڈ ہیں۔ تم ہی نرالی اٹھارویں صدی کی پیداوار ہو" اس کے انداز میں استہزا اُتر آیا۔

"تو آپ اکیسویں صدی کی لے آتے مگر مجھ سے یہ توقع مت رکھیں کہ میں چابی کی گڑیا کی طرح آپ کے اشاروں پر ناچتی جاؤں۔ میرے اندر بھی خون کا لوتھڑا موجود ہے جسے آپ جیسے لوگ دل کہتے ہیں میں بھی تکلیف میں روتی چیختی ہوں میرا اندر بھی بہار کا موسم مانگتا ہے پھر میں خزائیں کیوں سمیٹتی جاؤں اور جب آپ کے گھر والے مجھے کوئی تکلیف، دُکھ نہیں دے رہے تو میں بلاوجہ اُنہیں ہرٹ کیوں کروں۔"

وہ ایسے تیکھے انداز میں بولی کہ وہ کتنی دیر اُسے دیکھتا رہا پھر طویل سانس لے کر اپنے اندر کی تپش کو کم کرنا چاہا، پھر اُس کا بازو پکڑ کر اشتعال سے بولا۔

"تم یہ سب اس لیے کرو گی کہ تم نے اس کا معاوضہ وصول کیا ہے یہ بات پہلے سے طے تھی کہ

تمہیں کیا کردار ادا کرنا ہے۔ چیٹنگ مجھے سخت ناپسند ہے۔ Understand وہی کرو جو تمہیں کرنا ہے۔ and that it" وہ سختی سے بول رہا تھا۔

اس بات پہ اُس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ وہ مجرمانہ انداز میں چہرہ جھکا کے اپنے پیروں کو دیکھنے لگی۔

"تم صرف وہی کرو جس کے لیے یہاں لائی گئی ہو خوابوں کی دُنیا سے نکل جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ خوابوں میں ہی دفن ہو جاؤ" وہ درشتی سے کہہ کر نکلا تھا اور وہ دھندلی نگاہوں سے اُسے کمرے سے نکلتا دیکھنے لگی پھر دیوار کے ساتھ پشت کر کے نگاہیں بند کر گئی اور بہت سارے گرم نمکین آنسو پلکوں کا بند توڑ کر رخساروں پر پھسلنے لگے۔ اُس کی ہمتیں پست تھیں۔ اُس کے اندر بہت سی شکستگی جمع تھی وہ بہت زیادہ تھکی ہوئی تھی۔ اُسے لگ رہا تھا اُس کا دل بند ہو جائے گا۔

"یا اللہ سارے اتفاقات صرف فلموں، افسانوں میں کیوں ہوتے ہیں حقیقت میں ایسا اتفاق کیوں نہیں ہوتا واصب درانی کسی اور کو مجھ پہ فوقیت دیتا ہے وہ اُس کے لیے مجھے چھوڑ دے گا۔ وہ لڑکی اُس کے کتنی خاص اور دلکش ہے یا اس کی محبتوں نے خاص بنا دیا"۔ اُس کی روح پھڑ پھڑانے لگی تھی اور دل اس لمحے بے بسی کی زد میں تھا۔

"واصف دُرانی کو یہ محبت مجھ سے بھی تو ہو سکتی ہے رُحماء کسی اور سے شادی کر لے یا وہ مر جائے جب وہ نہ ہوگی تو واصف مجھے چھوڑ نہیں پائے گا"۔ وہ واصف دُرانی کی محبت میں پاگل ہو کر انتہائی حدوں تک سوچ رہی تھی۔

نیند جاتی ہے آنکھ سے تو جائے
مگر خواب کا آنچل نہ کھونے پائے
اُس کے انتظار کی ساعتیں گنتی
وہ شبنمی لڑکی گھڑی بھر نہ سونے پائے
آہستہ آہستہ چھڑانے لگا ہے وہ ہاتھ

ابنِ انشاء کی کتابیں

طنز و مزاح۔ سفرنامے

- اُردو کی آخری کتاب،
- آوارہ گرد کی ڈائری،
- دُنیا گول ہے،
- ابن بطوطہ کے تعاقب میں
- چلتے ہو تو چین کو چلئے،
- نگری نگری پھرا مسافر،

شعری مجموعے

- چاند نگر
- اس بستی کے اک کوچے میں
- دلِ وحشی

طنز و مزاح

- باتیں انشا جی کی،
- دخل در معقولات،
- آپ سے کیا پردہ،
- بقلم خود،

لاہور اکیڈمی ۲۰۵ سرکلر روڈ لاہور

www.pkdigest.com

اور اک یہ کسی کو نہ ہونے پائے!
بے بسی یہ کیسے ڈبو دوں ہستی میں ساری
خودداری انا کی پلک بھی نہ بھگونے پائے
دستِ شفا میں اپنے رکھے خراشیں
زخم روح کے نہ وہ دھونے پائے
مسکان بکھرانے کا وقت مل نہ سکا
تقدیر میں اپنی اتنے رونے پائے
اک اشارے پہ دلوں کو زیر کرنیوالا
مرد ہے تو مجھ سے مجھ کو چرانے آئے
رکھنا خیر تو ہنستے چہروں کی مولا
سیلاب بستی کو جو میری ڈبونے آئے

☆☆☆

بیگم راحیلہ دُرانی اب ٹھیک تھیں اور اور باہر نکلنا سیاسی ریلیاں اٹینڈ کرنا شروع ہو چکی تھیں۔ اس کی امی کے آپریشن کا دوسرا مرحلہ بھی بخیر و خوبی نمٹ چکا تھا لیکن ابھی وہ انڈر آبزرویشن تھیں۔ وہ مہوش کے پاس جانے یا اُسے بلانے کا سوچ رہی تھی کہ جویریہ چلی آئی۔

''بھابی دیکھیں موسم کتنا پیارا ہو گیا ہے آیئے ٹیرس پر چلتے ہیں''۔

''چلو'' وہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''بی بی جی وہ کوئی مہمان آئی ہیں۔ میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔'' اتنے میں ملازمہ نے اطلاع دی تو وہ دونوں سیڑھیوں سے ہی واپس ہولی تھیں۔

''ہیں کون نام پتا تو پوچھنا تھا۔ بیوقوف ایسے ہی ہر کسی کو لے جا کر ڈرائنگ روم میں نہیں بیٹھا دیتے'' جویریہ جھنجھلا کر بولی۔

''وہ جی ہمارے محلے کے کارنر پہ جو کوٹھی خالی پڑی تھی اس میں پچھلے ہفتے کوئی نئے لوگ شفٹ ہوئے ہیں مجھے اسی گھر سے آئی ہوئی لگتی ہیں یہ بیگم'' ملازمہ نے دوبارہ بتایا۔

''اچھا ہم لوگ دیکھتے ہیں تم کولڈ ڈرنکس لے آؤ''۔ زوباریہ نے کہا۔

''السلام علیکم'' وہ دونوں پر جوش سا سلام کہتی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔

''وعلیکم السلام جیتی رہو'' ڈیسنٹ اور خوبصورت سی خاتون بہت محبت سے اُٹھ کر ملیں۔

''میں صالحہ ہوں ہم لوگ اسی ہفتے آپ کے محلے میں شفٹ ہوئے ہیں۔ میں میلاد کا بلاوا دینے آئی تھی۔ دوسرا یہ مٹھائی لائی تھی''۔ وہ شائستگی سے بولیں۔

''او وہ یہ تو شرمندہ کرنے والی بات ہے مٹھائی تو ہمیں لے جانی چاہیے تھی'' زوباریہ بولی۔

''کوئی بات نہیں، آپ لائیں یا میں لائی ایک ہی بات ہے۔ آپ کی والدہ نظر نہیں آ رہیں''۔

''ان فیکٹ ماما نیشنل اسمبلی کی سیٹ پہ الیکشن میں حصہ لے رہی ہیں اسی سلسلے میں عوام رابطہ مہم شروع ہے تو وہ زیادہ تر باہر مصروف رہتی ہیں''۔ جویریہ نے بتایا۔

''اوہ، اچھی بات ہے خواتین کو ہر شعبے میں آگے ہو کر ملکی ترقی کے لیے کام کرنا چاہیے''۔

''آنٹی آپ بھی کچھ کرتی ہیں یا صرف ہاؤس جاب میں مصروفِ عمل ہیں''۔ جویریہ نے پوچھا۔

''میں لیکچرار ہوں عثمانیہ گرلز کالج میں۔ میرے میاں ڈی سی ہیں انہی کی ٹرانسفر کی وجہ سے ہم ادھر سیٹل ہوئے ہیں۔ دو بیٹے ہیں تین بیٹیاں سب غیر شادی شدہ اپنے تعلیمی کریئر کو مضبوط کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ خاتون تفصیلی انداز میں بتا کر دلچسپی سے انہیں دیکھتی بولی۔

''آپ دونوں بہنیں ہیں''

''بہنیں سمجھ لیں یہ میری بھابی ہیں زوباریہ واصف جبکہ ہم صرف دو بھائی ایک بہن ہیں''۔

''گویا اکلوتے ہونے کے مزے ہیں'' صالحہ بیگم ہنسیں۔

''اتنے بھی نہیں گھر کی مرغی دال برابر سمجھ لیں، ابھی پچھلے ہفتے بھائی سے کھٹ پٹ ہوئی اُنھوں نے مجھے اتنا کھپایا اتنا ستایا کہ میں پانی کا پائپ لے کر انہیں نہلانے لگی بعد میں پتا چلا بیچارا بھیگنے والا کوئی اور بندہ تھا''۔ وہ ہنستے ہوئی بولی تو صالحہ بیگم حیرت آمیز خوشی سے دیکھنے لگیں۔ ''اچھا تو وہ تم تھیں جس نے میرے بیٹے کے دل و دماغ پر پہلی نگاہ میں قبضہ جما لیا''۔ وہ اُسے غور سے دیکھ رہی تھیں اور ان کی نگاہوں میں پسندیدگی کا تاثر بہت واضح اُبھرا تھا۔

''اچھا بیٹی مجھے دیر ہو رہی ہے میں چلتی ہوں اپنی امی کو بتانا اسی جمعہ کو سہ پہر تین بجے میلاد شروع ہو گا۔ آپ سب لوگ آیئے گا''۔ وہ اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ارے آنٹی بیٹھیں کھانا کھا کے جایئے گا'' زوباریہ نے رسم میزبانی نبھائی۔

''نہیں بیٹی اللہ زیادہ دے، کوئی بچہ وغیرہ ہے'' وہ اُس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر بولیں۔

''جی نہیں ابھی تو شادی کو صرف ڈیڑھ ماہ ہوا ہے'' وہ خفیف سا ہو کر بولی۔

''کوئی بات نہیں اللہ دے گا۔ اور آپ بیٹی کیا کرتی ہیں'' وہ جویریہ سے مخاطب ہوئیں۔

''بی۔ ایس۔ سی کے ایگزامز میں مصروف ہوں علاوہ ازیں گلاس پینٹنگ، ڈریس ڈیزائننگ اور بیوٹیشن کورسز میں مصروف ہوں''۔

''ماشاء اللہ بہت ہونہار ہو خدا نصیب اچھے کرے''۔ صالحہ بیگم انتہائی پیار سے اُسے ساتھ لگا کر بولیں اور پھر ہزار کا نوٹ زوباریہ کے اور ہزار کا جویریہ کے ہاتھ میں دیا وہ دونوں واپس کرتی رہ گئیں مگر صالحہ بیگم بصد اصرار دے کر ہی گئیں۔

''ایسے مہمان تو روز آنے چاہئیں جو محض ایک کولڈ ڈرنک، بمکو، بسکٹس کے بدلے دو ہزار دے جائیں''۔ جویریہ ہنستی ہوئی بولی۔

''فکر نہ کرو یہ ایسے ہی مہمانوں کا آغاز ہے تم نے دیکھا نہیں خاتون کتنے غور پیار اور قدرے پرکھنے والے انداز میں تمہیں دیکھ رہی تھیں''۔ زوباریہ نے شرارت سے دیکھا۔

''ہائے آپ کو تو ہمیشہ دال میں کالا کالا نظر آتا ہے'' وہ خفیف انداز میں بھنویں اُچکا کے بولی مگر ہونٹوں پہ ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

''مجھے تو ساری دال لال دکھائی دے رہی ہے''۔

بنو کے آئے گی بارات
رنگیلی ہو گی رات
مگن میں ناچوں گی

زوباریہ لہک لہک کر گانے لگی پھر اچانک واصف کے عین سر پر پہنچنے کی وجہ سے بے ساختہ سرخ ہوتی چہرا چھپا گئی جویریہ دھیمے سروں میں مسکراتی گنگناتی کچن کی طرف بڑھی تھی۔

''میرا ساجن آ گیا، میرا ساجن آ گیا''۔

واصف کی نگاہیں بے ساختہ اس کی نازک و کومل سراپے میں اٹکی تھیں اس کے حسین نقوش سے سجے ملیح چہرے پہ حد درجہ معصومیت تھی لمبے سیاہ بال جو گیلے ہونے کی وجہ سے کھلے چھوڑے تھے گھٹنوں کو چھو رہے تھے۔ جارجٹ کا بلیک ٹراؤزر اور شارٹ شرٹ جس کے ہاف سلولیس تھے موتی اور ستاروں کا نازک سا کام پائنچوں اور گلے پر تھا شاید وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہوئی تھی، واصف کو لگا کر وہ دھیرے سے اُٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی آئینے کے سامنے بیٹھ کر بال سنوارنے لگی وہ شرٹ کے بٹن کھولتا پیچھے ہی آیا تھا۔ موبائل اور کی چین بیڈ پر پھینکے تھے۔

''یہ شاندار سا شخص میرا اپنا ہی مگر اس کے اپنا ہونے کی کوئی خوشی، کوئی احساس حصار میں نہیں لیتا۔ ایک خالص مسکراہٹ بھی میرے لیے نہیں۔ سب کچھ رُحماء کے لیے ہے جو کسی طور بھی مجھ سے زیادہ خوبصورت اور دلکش نہیں پھر بھی چاہ کے سارے موسم

www.pkdigest.com

اُسی کا نصیب ہیں خدا کرے وہ اس نصیب کو پانے سے پہلے ہی مر جائے"۔ ڈریسنگ روم سے نکلتے واصف کو دیکھ کر وہ عجب دیوانگی سے سوچ رہی تھی۔

"کیا تھا جو اتنے خوبصورت وجود خوبصورت چہرے والے شخص کا دل بھی اتنا ہی خوبصورت ہوتا" نیچرل کلر کی لپ اسٹک کو فائن ٹچ دیتے ہوئے وہ پھر سے واصف دُرانی کو دیکھنے لگی جو سامنے بیڈ پہ بیٹھا آئینے میں نظر آ رہا تھا۔ وہ ٹشو سے ہاتھ صاف کرتی مڑی تھی اور واصف نے بے اختیار نگاہوں سے دوبارہ دیکھا تھا بلاشبہ وہ لکشمی و حسن کی تمام حدود کو چھو رہی تھی اور اُس کا دل بے چینیوں، بے تابیوں کا شکار ہو رہا تھا، اس سے پہلے کلہ یہ بے چینی و بے تابی شدید اور اختیار سے باہر ہوتی وہ کروٹ بدل کے سونے کی کوشش کرنے لگا پھر اُٹھ کر ٹیرس پہ چلا گیا۔ رات کے جانے کون سے پل وہ اندر آیا اور چپکے سے لیٹ گیا۔

☆☆☆

بیگم درانی کی صالحہ بیگم کے متعلق بتایا تو وہ چونک اُٹھیں۔

"ایسے لوگوں سے تعلقات بڑھانے چاہئیں میرے سیاسی مفادات کے لیے یہ لوگ بہت کام آ سکتے ہیں اور یہ ڈیٹی کمشنر تو میرے خیال میں بہت رئیس گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ان کی دعوت کریں۔ وہ درانی صاحب سے گویا ہوئیں۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم، خود جانا، میلاد کا بہانہ تو ہو گا دعوت بھی دے دینا کھانے کی" اُنھوں نے جواب دیا۔

"ماما میں بھی ساتھ جاؤں گی" جویریہ نے کہا۔

"تم رہنے دو تم نے جا کے کیا کرنا ہے" عامر نے ٹوکا۔

تم چپ رہو تمہارا یہاں کا کوئی کام نہیں" اُس نے جھڑکا۔

"تمہاری مرضی ہے ویسے وہ موصوف اسی گھر میں رہتے ہیں جنہیں تم نے پائپ سے نہلایا تھا؟"

"ایویں، تمہیں تو ویسے بھی جھوٹ بولنے کی عادت ہے" وہ کہہ کر ماما کے ساتھ جانے کو تیار ہونے لگی۔

"دھیان رکھنا ذرا، اُن کے گھر میں سوئمنگ پول ہے اور امریکی نسل کا کتا بھی تمہارا وہیں غوطہ لگوا کے آخری غسل نہ کروا دیں" عامر اُس کے نکلتے نکلتے بھی فقرہ چست کرنے سے باز نہ آیا تھا۔

گیٹ پر ہی معیز رضا مل گیا بہت خوشدلی و گرمجوشی سے استقبال کر کے جویریہ پہ اک گہری نگاہ ڈالی تھی۔ جس پہ وہ خفیف سی نروس ہوئی۔

"یہ کیا زوبار یہ نہیں آئی میں نے تو سب کو کہا تھا" صالحہ بیگم نے محبت بھرا شکوہ کیا۔

آج جمعہ کی وجہ سے واصف گھر پہ ہے اس لیے وہ آ نہیں سکی"۔ بیگم دُرانی بولیں۔

"اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو ایک بات پوچھوں" صالحہ بیگم انہیں یہ غور سے دیکھتی جھجک کر بولیں۔

"بہن مائنڈ کرنے والی کیا بات ہے آپ بسم اللہ کریں جو پوچھنا ہے پوچھیں"۔ وہ نرمی سے ہنس کر بولیں۔

"آپ کبھی کوئین میری کالج میں پڑھتی رہی ہیں غالباً آپ کی بڑی بہن شگفتہ بھی وہیں ہوتی تھیں"۔

بیگم دُرانی کے چہرے پر سایا سا لرز کر رہ گیا مگر مضبوط اعصاب کی مالک تھیں چند لمحوں میں خود پر قابو پا گئیں "جی میں نے وہیں سے پڑھا ہے آپ کو کیسے معلوم ہے"۔

"میں صالحہ وکیل سٹوڈنٹس فیڈریشن کی جنرل سیکرٹری اور کالج میگزین کی ایڈیٹر ہوتی تھی"۔

"اوہ خدایا تم صالحہ ہو" وہ بے اختیار اُٹھ کھڑی ہوئیں" کہاں کھو گئی تھیں تم کالج کے بعد کبھی ملی نہیں"۔

"کالج سے فراغت پاتے ہی شادی ہو گئیں تم لوگ تو اُس وقت ملک سے باہر تھے اور میں شادی کے بعد چند سال باہر رہی واپس آئی تو تم لوگ رہائش تبدیل کر چکے تھے۔ کبھی مجھے شگفتہ کی ڈیتھ کا پتا چلا بہت دُکھ ہوا" بیگم صالحہ بولیں۔

وہ دونوں سہیلیاں اب گزرے دنوں کو یاد کرنے لگیں اور جویریہ کو اُن کی بیٹیاں نگین اور لائبہ کمپنی دے رہی تھیں جبکہ معیز رضا عین مقابل بیٹھا تھا اور وہ اُس کی مسلسل گھورتی نگاہوں سے کانشس ہو کر کئی بار ہنستے ہوئے ہونٹ بھینچ گئی۔ مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا مگر وہ بندہ بھی ڈھیٹ تھا "اتنا ڈیسنٹ سا ہو کر کیسا نظر باز ہے" جویریہ نے خفگی سے اُسے دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔

"گی تم جویریہ کو گھر دکھاؤ" صالحہ بیگم متوجہ ہو کر بولیں تو وہ شکر کرتی فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی مگر وہ شخص اُن کے پیچھے پیچھے آ گیا اور یہ اُس شخص کے ساتھ چلنے کی گھبراہٹ تھی کہ وہ پلاسٹر آف پیرس کا مجسمہ چھو کر دیکھنے لگی تو وہ نیچے گر کر ٹکڑوں میں تبدیل ہو گیا۔

"اوہ" شرمندگی اور دُکھ سے اُس کے ہونٹ افسردہ انداز میں سکڑ گئے۔

"آئم سوری، مجھے پتا ہی نہیں چلا" وہ ندامت میں گھری قالین سے کنکر چننے لگی۔

"رہنے دو، ملازمہ صاف کر دے گی تم اپنے ہاتھ نہ زخمی کر لینا" لائبہ نے اُسے روکا۔

"سی" سسکاری کے ساتھ اُس کی نرم انگلیوں نے خون کے قطرے اُبلنے لگے۔

"اسی لیے آپ کو منع کیا تھا کانچ کے ٹکڑوں کو ہاتھ نہ لگائیں" صغیر رضا اُس کا ہاتھ سُرخ ہوتا دیکھ کر متاسف انداز میں بولا اور ٹشو کے چند لیف نکال کر دیے۔

"لائیے آپ کے ہاتھ پہ کچھ لگا دوں" وہ پھر قریب آیا۔

"نہیں پلیز رہنے دیں" وہ بھی تک کر سٹل کے اُس ٹوٹے مجسمے کو دیکھ رہی تھی جو انتہائی چھوٹے ذروں میں بٹا کارپٹ پر پڑا تھا کچھ ہاتھ کی تکلیف کچھ اُن کے نقصان کا احساس اُس کی نگاہیں چھلک آئیں۔ so what ٹوٹنے والی چیز بھی ٹوٹ گئی اتنی قیمتی نہیں تھی کہ آپ اپنے آنسو بہائیں"۔ وہ نرمی سے بولا "مجھے معلوم ہے یہ امپورٹڈ تھا ہمارے ہاں ایسے نایاب اور قیمتی ڈیکوریشن پیسز ہیں میں آپ کو لا دونگی"۔

وہ تینوں بے اختیار ہنسنے لگے اور وہ کچھ اور بھی خفیف ہو گئی۔

"آپ اتنا گلٹی فیل نہ کریں یہاں روز ایسی چیزیں ٹوٹتی ہیں، آیئے آپ کو ہال میں لے چلوں وہاں میلادِ پاک شروع ہو چکا ہے" نگین اُسے شرمندگی سے نکالتے ہوئے اپنی معیت میں لئے بڑھی۔

"ڈے کو آپ کی فیملی کی ڈنر پہ دعوت ہے ضرور آیئے گا۔ کوئی بہانہ کوئی ٹال مٹول بالکل نہیں چلنے والی" میلاد کی محفل ختم ہونے کے بعد جب وہ واپس گھر آنے لگیں تو بیگم دُرانی بولیں اور صالحہ بیگم نے کچھ انکار کے بعد حامی بھر لی۔

"آپ آئندہ بھی شرف ملاقات بخشتی رہیئے گا آپ آنے کی بہت خوشی ہوئی"۔

معیز رضا اُس کے نزدیک ہو کر مدھم لہجے میں بولا تو وہ اُس کی آنکھوں کی چمک اور دلفریب مسکراہٹ سے سٹپٹا گئی فوراً گیٹ پار کر کے سڑک پر آ گئی۔

معیز رضا کے اندر اُس کی گھبراہٹ نے بہت لطیف سا احساس کو جنم دیا تھا۔

رُوح میں اس طرح آہٹ گونجے

www.pkdigest.com

اب خاموش جاں میں چاہت گونجے
تو آئے تو رستوں میں مہکے خوشبو
تو جائے تو قیامت کی سنسناہٹ گونجے
تجھ بن ادھورے تمام لفظ و معنی
تُو بولے تو حرفوں میں جگمگاہٹ گونجے

☆☆☆

واصف کی خواہش اور چاہنے کے باوجود وہ دُرانی ہاؤس کے مکینوں سے اپنا رویہ سخت نہ کر پائی۔ واصف گھورتا ٹوکتا جھنجھلاتا مگر مجال تھی جو وہ اس سلسلے میں کان دھرتی بلکہ اُس کا تعلق گھر اور گھر کے افراد سے اور مضبوط ہو رہا تھا، خاص کر جویریہ اُس کی سانس کے ساتھ سانس لیتی تھی اس وقت بھی فون پہ وہ اپنی کسی دوست کے ساتھ زوباریہ کی خوبیاں شیئر کر رہی تھی۔

"تم لوگ تو ولیمہ فنکشن پہ بھی نہیں آئے ورنہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہماری بھابی اتنی حسین اور پیاری ہیں کہ کیا بتاؤں اور صرف نقوش و چہرے کی حد تک نہیں بلکہ ذہنی و باطنی طور پر بہت سلجھی ہوئی اور نرم طبیعت ہیں"۔

"اچھا پھر تو میں نے فنکشن میس کر کے واقعی جبراً کیا لیکن کیا کرتے اُسی دن ہماری خالہ کی بیٹی کی شادی تھی اور بہت چاہنے کے باوجود ہم یہ فنکشن اٹینڈ نہ کر سکے"۔ اُس کی دوست بولی۔ ہماری بھابی کا دماغ بہت تیز ہے اتنی زبردست ڈیزائننگ کرتی ہیں کہ کیا کوئی ڈریس ڈیزائنر کرتی ہوگی۔ لک اتنی زبردست ہیں اور ہمارے گھر میں کوئی مسئلہ ہو منٹوں میں حل کر دیتی ہیں"۔ جویریہ بہت محبت سے اُس کا ذکر کر رہی تھی۔

"اب تم اتنی تعریفیں کر رہی ہو تو ملنا پڑے گا تمہاری بھابی سے میں لگائی ہوں ایک دو دن میں چکر ہے۔"

"ہاں تو آجاؤ ناں اور دیکھنا تم مجھ سے بھی زیادہ اُن کی اَسیر ہو جاؤ گی"۔

کرکٹ میچ دیکھتے واصف نے اُسے جھلا کر دیکھا تھا پچھلے آدھ گھنٹے سے اُس کی ہر بات زوباریہ سے شروع ہو کر اُسی پر ختم ہو رہی تھی۔ اُس نے چڑ کر ٹوک دیا۔

"صبا یہ فون ہے کوئی ٹاکنگ رُوم نہیں، بس کرو اب" اور صبا نے جز بز ہوتے ہوئے خدا حافظ کہا تھا۔ "جویریہ چائے پیو گی" اتنے میں زوباریہ اُسے پکارتی لاؤنج میں آئی تھی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ اس کام کے لیے تو میں ہر وقت تیار رہتی ہوں"۔

"تو پھر ٹیرس پہ چلتے ہیں موسم بہت خوشگوار اور بھیگا بھیگا ہے اس کا لطف چائے اور پکوڑوں سے دوبالا کرتے ہیں" زوباریہ نے کہا تو وہ دونوں ٹیرس پہ آ گئیں۔

"ویسے بھابی کوکنگ میں آپ ایکسپرٹ ہیں ہر چیز میں مصالحہ جات اور غذائیت کا تناسب پورا ہونے کے ساتھ مزا بھی بھرپور ہوتا ہے آپ نے کوکنگ سیکھی کہاں سے تھی" جویریہ نے گرما گرم پکوڑے کھاتے ہوئے کہا۔

"کہیں سے نہیں، بس امی کو پکاتے دیکھ کر اندازہ ہو جاتا تھا کہ کیسے پکاتے ہیں پھر آہستہ آہستہ خود پکانے لگی۔ کوئی مشکل پیش آئی تو اُنھی سے پوچھتی" زوباریہ اطمینان سے بولی۔

"Really Amazing ویسے حیرت کی بات ہے آپ بغیر سیکھے بنا کوئی کوکنگ سینٹر جوائن کیے اتنا اچھا پکا لیتی ہیں"۔

"کوکنگ سینٹرز کے چونچلے تو اب شروع ہوئے ہیں وہ بھی ایک مخصوص کلاس میں مخصوص لیول پہ ورنہ ہماری اَسی فیصد خواتین گھر کی بڑی عورتوں کو دیکھ کر ہی چولہا ہانڈی سیکھتی ہیں"۔

"لیکن میرے ہاتھ میں آپ جیسا ذائقہ نہیں ہے"۔

"جب کسی کے لیے چاہت سے پکاؤ گی تو

ذائقہ خود بخود آئے گا" زباریہ مسکراتے ہوئے بولی پھر یکدم آنکھیں سکیڑتے ہوئے بولی۔

"جویریہ وہ سامنے والے ٹیرس پر موجود موصوف بہت دیر سے تمہیں اپنی نگاہوں کے حصار میں لیے ہوئے ہیں اور دھیرے دھیرے کچھ گنگنا بھی رہے ہیں"۔

جویریہ نے اُس کی بات پہ مڑ کر دیکھا تو واقعی وہ شخص اُسے دیکھ بلکہ گھور رہا تھا مسلسل "یہ تو صالحہ آنٹی کا بیٹا ہے معیز رضا" وہ پہچان کر بولی۔

"ویسے اتنا ڈیسنٹ سا بندہ ہے مگر ہے بہت نظر باز سا" جویریہ نے کمنٹ دیا۔

"کیا معلوم اسے کوئی ہارٹ پرابلم شروع ہو جاتی ہو تمہیں دیکھ کر" زوباریہ نے ہنستے ہوئے چھیڑا۔

"میں اس کی پرابلم کے ساتھ ہارٹ بھی بند کر دونگی" جویریہ تلملائی۔

"تم اُس دن ان کے گھر گئی تھیں کیسے لوگ، کیسا ماحول ہے ان کا"۔

"ماحول تو وہی مخصوص ایلیٹ کلاس والا ہے ویسے بہت اخلاق والے مہذب لوگ ہیں کم از کم اپنی کلاس کے لوگوں میں، میں نے یہ شائستگی اور تہذیب بہت کم دیکھی ہے" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"ویسے اس sunday کو ڈنر پر یہ لوگ انوائیٹ ہیں تو یہ شخص بھی آئے گا" زباریہ نے کہا۔

"میری بلا سے، مجھے کیا، لیکن ایک بات بتاؤں اُس دن مجھ سے ان کا ایک نقصان ہو گیا"۔

"کیسا نقصان" زوباریہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

"ایک بہت قیمتی ڈیکوریشن پیس ٹوٹ گیا تھا اور یہ شخص اپنے نقصان کی بجائے میرے ہاتھ سے اس کے خون اور آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی فکر کرتا رہا تھا۔"

"بہت رومانٹک سے سچوئشن ہو گی" وہ پھر چھیڑنے لگی۔

"جی نہیں، میرے پاس ایسی رومینس ازم لائف کے پیریڈ گزارنے یا انجوائے کرنے کا ٹائم نہیں"۔

"تمہارے پاس نہیں اُدھر تو ہے اسی لیے گھنٹہ بھر سے موصوف ایک ہی زاویے پر بیٹھے تصورِ جاناں میں گم صم ہیں، ویسے بندہ تم انٹرسٹڈ ہے اسی لیے تو صالحہ بیگم بھی پیار جتاتی ہیں آخر کو مستقبل میں ہونے والی بہو ہو"۔

"بھابی" جویریہ نے ٹھنک کر خفگی سے دیکھا تو وہ مسکرا دی۔

"میں تو تمہیں یونہی تنگ کر رہی تھی بائے دا وے ایک بات سچ سچ بتلاؤ یہ شخص دل کو اچھا لگا کہ نہیں"۔

"اتنا اچھا بہر حال نہیں کہ دل کی گھنٹی بجنے لگے" وہ بے نیازی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

"تو اس گھنٹی کو ہلاؤ جلاؤ کہیں خراب نہ ہو ورنہ اتنی چارمنگ پرسنالٹی سامنے ہو اور دل سگنل نہ دے ایسے تو حالات نہیں"۔ اُس کے لبوں پہ مدھم مسکراہٹ تھی۔

"جو آپ کہتی ہیں وہ بھی سچی بات نہیں" وہ گنگنائی۔

"اچھا تم کہتی ہو تو مانے لیتی ہوں مگر فضائیں کچھ اور کہہ رہی ہیں کہ

میری پہچان کا ایک شخص اسی شہر میں ہے
میں بھی زندہ ہوں، ذرا اس کو بتا دے کوئی
کچھ تو تنہائی کا احساس مجھے کم ہو گا!
میرے سائے کو اگر مجھ سے ملا دے کوئی

جویریہ نے اک لحظہ دیکھا تھا پھر جواباً مسکرا کر بولی۔

ابھی دل کا چلنا مدھم ہے بہت
اور لو آرزو کی بھی برہم نہیں ہے
محبت کرنے کو فضائیں ہوں چاہے کتنی

www.pkdigest.com

چاہتیں بکھیرنے کا موسم نہیں ہے
”ٹھیک کہتی ہو تم بھی پھر بھی میں دُعا گو ہوں چاہتوں کا موسم تمہاری زندگی میں آئے پورے رنگوں سے بھرا اور پوری آب و تاب سے چھلکتا اور اس موسم کا جوبن بہت طویل اور خوبصورت ہو“۔
”جویریہ ہنستے ہوئے چائے کا کپ خالی کر کے رکھنے لگی اور زوباریہ پھر سے چائے سے بھرنے لگی۔

☆☆☆

آج اُس کا پورا دن بہت محف اور ٹینشن میں گزر رہا تھا پہلے تو وہ سائٹ پہ گیا پھر ایک فارن ڈیلیگیشن کے ساتھ میٹنگ میں اُلجھا رہا۔ وہاں سے فارغ ہوا تو رحماء کا فون آ گیا گلے شکوے ہلکے سے شک و بیوفائی کے تاثر آمیز الفاظ و لہجے میں زوباریہ کو برا بھلا کہتا واصف کے لیے اچھی خاصی مشکل صورتحال بن گئی تھی۔
”تم اُس کے حسن کے اسیر ہو گئے ہو واصف اُس کی خوبصورتیوں سے اپنا وقت رنگین کرتے ہوئے تم نے مجھے کہاں یاد رکھنا ہے“۔ وہ مشکوک انداز میں بولی تھی۔
”وہ کتنی بھی حسین ہو مجھے بھلا کیا مطلب جب یہ طے ہے کہ میرے دل میری زندگی میں تمہارے علاوہ کسی اور کا گزر نہیں اور تم یہ بات بہت اچھی طرح جانتی ہو“۔
”میں تو صرف یہ جانتی ہوں کہ تم رات کے آٹھ، نو گھنٹے اُس خوبصورت حسینہ کے ساتھ ایک بیڈ روم میں گزار رہے ہو اور یہ کیسے ہو سکتا ہے تمہارا دل اُس کی دلکشی پہ چھلکتا نہ ہو“۔ اُس انداز حسد بھرا تھا۔
”میں الگ کمرے میں سوتا ہوں اور یہ بات تمہیں بخوبی معلوم ہے“۔ وہ جھلا کر بولا تھا۔
”میں صرف تصویر میں اُس لڑکی کا حسن دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئی تھی پھر تم جو اُس پہ قانونی و شرعی حق رکھتے ہو کیسے صبر کرتے ہو گے نہیں واصف کوئی بھی مرد اتنا پارسا بہر حال نہیں ہوتا کہ حوروں جیسا حسن اور ملکوتی دلکشی رکھنے والی لڑکی کو دسترس میں دیکھ کر بھی فرشتہ بنا رہے“۔ وہ چیخ کر بولی۔
”رحماء مجھ سے اس شکی انداز میں بات مت کرو۔ تمہیں معلوم ہے نہ مجھے صفائیاں دینے کی عادت ہے نہ یہ انداز برداشت کرنے کی“۔
”اگر یہ سب جھوٹ ہے تو تم نے اب تک حالات میرے حق میں ہموار کر کے اُسے فراغت کیوں نہیں دی جبکہ اُسے اپنے گھر اور زندگی میں تم لائے اس لیے تھے کہ میرے لیے صورتحال سیٹ ہو سکے اور یہ کرتے کرتے تم نے خود اُس سے ایڈجسٹمنٹ کر لی۔ تم بیوفا ہو چکے ہو واصف“۔
”شٹ اپ رحماء شٹ اَپ تم بہت نا قابلِ برداشت الفاظ ادا کر چکی ہو“۔ وہ غرایا۔
”اور جو نا گوار حالات میں برداشت کر رہی ہوں کر سکتی تو میں بھی عیش کر لیتی یہاں غیر ملک میں مجھے کون دیکھتا مگر نہیں میں نے یہی سوچا کہ محبت کو رسوا نہیں کرنا یہاں ہزاروں میل کے فاصلے پہ بیٹھ کر تمہارے عشق کے سہارے جی رہی ہوں اور تم عیش کر رہے ہو تم ان ڈھائی ماہ میں کیا رزلٹ لائے ہو۔ کچھ بھی نہیں۔ تم میرے لیے کچھ کر سکو گے کہ مجھے اپنے ہجر میں ترستے تڑپاتے مارو گے“۔ رحماء نے روتے ہوئے موبائل آف کر دیا تھا اور وہ کتنی دیر کوفت پریشانی جھنجھلاہٹ میں سر پکڑے بیٹھا رہا پھر بے مقصد خالی الذہنی کے عالم میں سڑکوں پہ گاڑی دوڑاتا پھرا گھر آیا تو تھکے تھکے، ٹوٹے بکھرے انداز میں بنا چینج کیے لاؤنج کے صوفے پر لیٹ گیا۔
”بھائی آپ بھابی کے لیے کچھ لائے“ عامر نے کشن قالین پر رکھتے ہوئے اُس کے پاس ڈیرا جمایا۔
”کچھ مطلب کیا لاتا“ وہ بھنویں اُچکا کر پوچھنے لگا۔

”یہ کوئی گفٹ شفٹ“ عامر بولا۔
”گفٹ مگر کس خوشی میں“ وہ چڑا ہوا پہلے تھا مزید غصے سے بولا۔
بھائی جس رشتے میں آپ لوگ بندھے ہوئے ہیں اُس میں تو بغیر کسی وجہ کے بھی کچھ دیا جا سکتا ہے“۔
”تمہاری بھابی ہے تم تو سائیڈ لو گے“۔ وہ بیزار لہجے میں بولا۔
”ہائے داوے ہماری بھابی آپ کی بھی کچھ لگتی ہیں لیکن..........“
”چپ رہو تم جب انہیں انٹرسٹ ہی نہیں تو تم کیوں بولے جا رہے ہو“۔ جویریہ نے درمیان میں ٹوکا۔
”ٹھیک ہے نہیں بتاتا“۔ عامر نے کندھے اُچکائے۔
”کیا بات ہے کیا چھپا رہے ہو تم دونوں“ وہ مشکوک انداز میں گھورنے لگا۔
کچھ نہیں سوائے اس کے آج 17 اکتوبر ہے اور اس تاریخ کو زوباریہ بھابی کی سواری باد بہاری نے اس دُنیا میں قدم رنجہ فرمایا تھا“ پیٹ کے ہلکے عامر سے مزید صبر نہ ہوا۔
”تمہیں کیسے پتا چلا اُس کی ڈیٹ آف برتھ کا“ واصف اب اُٹھ کر بیٹھ چکا تھا۔
”میں نے ایک دن بھابی سے اُن کا ستارہ جاننے کو ڈیٹ آف برتھ پوچھی تو پتہ چلا“۔
”اب کہاں ہے وہ“۔
”ماما کے کمرے میں ابھی ابھی ونڈو شاپنگ کے قیمتی شاپنگ مالز پہ رقم لٹا کر آئی ہیں“۔ جویریہ نے تفصیل بتائی۔ تو وہ بنا کچھ کہے کی چین اُٹھا کے جم کے لیے نکل گیا، اور جم سے واپسی پر جب وہ چین وِن کے سامنے سے گزرنے لگا تو پاؤں خود بخود بریک پر جا پڑا اور شاپ سے نکلتے ہوئے اُس کے ہاتھ میں قیمتی سوٹ شال میچنگ سینڈلز جیولری سیٹ تھے، زوباریہ گیارہ بجے تک سب کے ساتھ لاؤنج میں ہوتی تھی آج اُسے وہیں ایک بج گیا تھا، کیونکہ جویریہ اور عامر نے اُس کی سالگرہ سرپرائزنگ طور پر منائی تھی، بیگم دُرانی نے اُسے خصوصی طور پر ساڑھی باندھنے کا حکم دیا تھا۔ دیدہ زیب کام سے مزین فرنچ شیفون کی سیاہ ساڑھی اُس نے کچھ ردو کد کے بعد باندھی۔ اور پرل کا قیمتی جیولری سیٹ لائیٹ میک اپ کر کے وہ سامنے آئی تو حسن کا شعلہ فشاں آنچ نگاہوں کو خیرہ کرنے لگی وہ بہت خوبصورت تھی اس وقت حسن و دلکشی کے تمام لوازمات سے آراستہ اور بھی قیامت ڈھا رہی تھی بیگم دُرانی بہت غور سے دیکھنے لگیں اُن کی نگاہیں آہستہ آہستہ نم ہوتی چلی گئیں انہیں زوباریہ کے چہرے میں ایک اور حسین چہرہ ہنستا دکھائی دیا۔
”وہ ایسی تھی بالکل ایسی تمہارے جیسی معصوم صورت اور حسین اور جس بچی کو اُس نے جنم دیا وہ بھی ایسی تھی نرم و نازک خوبصورت گوری چٹی اب تو وہ بچی بھی جوان ہو گئی تیس سال کوئی کم عرصہ تو نہیں ہوتا“ وہ اُس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامے بھیگے لہجے بولی تھیں۔
”وہ کون ماما“ زوباریہ نے حیرت سے اُن کی بھیگی آنکھیں اور اُداس چہرہ دیکھا۔
”شگفتہ میری بہن وہ بھی تمہاری طرح اتنی سفید تھی کہ ہاتھ لگانے سے میلی ہو“۔
”اب کہاں ہیں وہ“ زوباریہ نے پوچھا۔
”مر گئی ہمارے لیے تو اور ہمیں بھی جیتے جی مار گئی۔ اتنے سال گزرے بوڑھے مرے بچے جوان ہوئے اور جوان بڑھاپے میں آ گئے مگر وہ ایسی سنگدل پلٹ کر خبر نہ لی“ وہ اب بیٹھ کر رونے لگی تھیں۔
”ماما پلیز آپ Tens نہ ہوں“ زوباریہ نے پانی کا گلاس انہیں تھمایا تھا وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کسی پرانے صدمے کے زیر اثر ہیں۔

www.pkdigest.com

"ماما کبھی کبھی کسی کے سامنے سب کچھ کہہ دینے چاہیے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے صرف اپنے دل میں سب کچھ رکھنے اور تنہا سب کچھ سہنے سے انسان فرسٹریشن کا شکار رہتا ہے" زوباریہ اُن کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

"زندگی نہ تو مکمل شہد ہے اور نہ مکمل زہر اور پھر کون جان سکتا ہے کہ زندگی میں کتنے غم اور کتنی خوشیاں ہیں۔ بس یہ تو وہی جانتا ہے جس کے شکستہ جسم میں سانس بھی اُکتا اُکتا کر چلتی ہیں" بیگم دُرانی آزردگی سے بولیں تو زباریہ یہ کچھ لمحے تحیر سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

"ماما آپ کی زندگی میں ایسا کون سا دُکھ ہے۔ اتنے خوش باش لائف سٹائل کے ہوتے ہوئے ایک آئیڈیل زندگی گزارتے ہوئے دُکھ اور شکست کے الفاظ" وہ اُلجھتی ہوئی بولی۔

"زوباریہ یہ جو دُکھ بہت اپنوں کے دیے ہوں اور باعثِ خفت بھی وہ اندر سے توڑے رکھتے ہیں باہر سونے کا ملمع ہو مگر اندر تو روتا ہے ناں اور وہ بہن بیٹی ہو کر سب کے دُکھ اور صدمے کا احساس کیے بغیر اپنی خوشی کو اولیت دیتی دولت، حیثیت، جائیداد سب کو ٹھوکر مار گئی اور پتا ہے۔ کس کے لیے ہماری ہی فیکٹری کے ایک معمولی ملازم کے لیے۔ وہ شخص سپروائزر تھا ڈیڈی کی فیکٹری میں، اور شگفتہ ڈیڈی کی بہت لاڈلی ہونے کے ساتھ فیکٹری کے زیادہ تر معاملات میں سنبھالے ہوئے تھی۔ وہیں اُس کی ملاقات احمد حسن سے ہوئی اور یہ ملاقات بعد میں محبت کا رنگ اوڑھ کر کئی اور ملاقاتوں میں بدل گئی۔ ڈیڈی کو علم ہوا کہ ان کے تعلقات کسی اور نہج پہ پہنچ چکے ہیں تو انھوں نے شگفتہ کو نرمی اور سمجھاؤ سے احمد حسن اور اپنی حیثیت کے فرق کا بتایا مگر شگفتہ بدستور اپنی ضد پر قائم رہی ڈیڈی کی نرمی سختی میں بدلنے لگی اور شگفتہ بھی ضدی طبیعت کی مالک تھی۔ دو انائیں اور دو جنونیں آپس میں ٹکرائیں تو جیت ایک کی ہوتی ہے۔ یہاں بھی شگفتہ کی ضد جیت گئی بھائی اور میں اُسے ڈیڈی سے چھپ کر آخری وقت تک سمجھاتے رہے۔ لیکن آنکھوں پہ بندھی محبت کی پٹی نے اُسے کچھ سوچنے سمجھنے ہی نہ دیا۔ اُس کے سامنے دو راستے تھے احمد احسن اور ہم سب اور اُس نے احمد حسن کو رکھ کر ہمیں سب سے منہ موڑ لیا۔ بھائی اُس سے بہت محبت کرتے تھے اس لیے رابطہ کرتے رہے البتہ ڈیڈی اُس سے کبھی نہ ملے پھر، میں بھی ایک بار بھائی کے توسط سے ہاسپٹل میں ملی تھی جب اُس نے کے ہاں پہلی بیٹی پیدا ہوئی تھی اور مجھ سے وعدہ بھی لیا تھا کہ میں اُس کی بیٹی کو اپنے واصف کی دُلہن بناؤں گی۔ ہمارے سرکل میں اُس کا کوئی پوچھتا تو ڈیڈی یہی کہتے کہ وہ مر گئی ہے اور آہستہ آہستہ ہم سب نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ اب اُس کا ہماری زندگیوں سے کوئی تعلق کوئی رشتہ نہیں رہا وہ واقعتاً ہمارے لیے مر گئی ہے۔ کیونکہ وہ بھی ہم سب سے دُور جانے کہاں جا کر رہائش پذیر ہو گئی تھی بھائی اور میرے آپسی تعلقات بھی بزنس کی اُونچ نیچ میں بگڑ گئے اور اُن سے ملے بھی مدتیں گزر گئیں سو بھی پتا ہی نہ چلا کہ شگفتہ سے وہ اب بھی ملتے ہیں یا نہیں۔ وہ کہاں کس جگہ کس حال میں ہے کوئی خیر خبر نہیں"۔

بیگم دُرانی اپنے آنسو خشک کرنے لگیں اور زباریہ پوری آنکھیں کھولے انہیں حیرت سے استعجاب کی زیادتی سے دیکھے جا رہی تھی۔ احمد احسن اور شگفتہ اُس کے دماغ میں اپنی دو ناموں کی تکرار کے ساتھ سائیں سائیں ہو رہی تھی۔

"بہت دیر ہو چکی ہے تم اپنے کمرے میں جاؤ واصف بھی اب آ چکا ہے اور تم بھی تھک چکی ہو گی آرام کرو جا کے" بیگم دُرانی نے کہا تو وہ اُسی غائب الدماغی کی کیفیت میں چلتی اُن کے کمرے سے نکل آئی۔

واصف خلافِ توقع جاگ رہا تھا اور ولیم جیمز کی بک اُس کے ہاتھ میں تھی اُس کا چینج کرنے کو

دل بالکل نہ چاہ رہا تھا جیولری اتار کر میک اپ صاف کر کے وہ کھلے بالوں کو ڈھیلے ڈھالے بل دے رہی تھی جب گلابوں کی مہک اُس کے اردگرد پھیلی۔

"Happy birthday to you and many many happy returns of the day"

تروتازہ بکے کے ساتھ گفٹ بھی اُس کے پاس رکھ کر واصف نے کہا تو وہ کچھ پل حیران سی رہی۔

"آپ کو معلوم تھا" پھولوں پہ ہاتھ پھیرتی وہ دھیرے سے بولی۔

"ہوں، کیسا ہے گفٹ کھول کے دیکھو" اُس نے خفیف سا مسکرا کے کہا۔

"بہت زبردست، آپ گفٹ نہ بھی دیتے صرف وش کر دیتے میرے لئے اتنا بہت تھا"۔ زوباریہ نے سوٹ اور میچنگ شوز جیولری دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں خیراب میں اتنا سنگدل اور بے پرواہ بھی نہیں، دوستی کے ناتے تمہارا اتنا حق تو بنتا ہے" کتنا سکون تھا اُس کی آواز و انداز میں وہ کلس کر رہ گئی دل چاہا زور سے کہے۔

"واہ واصف دُرانی واہ، حق ادا کر رہے ہو اگر حق کی بات نکلے گی تو بہت سے حساب و واجبات تمہارے ذمے نکلیں گے۔ دوستی کا حق ادا کرنے سے پہلے میری بے خواب راتوں کا حق تو دو وہ لمحے تو لوٹا دو جو میں نے تمہارے لیے سنبھالے، وہ جذبے تو دو جو میں نے تمہارے نام کیے"۔ مگر وہ چپ چاپ دیکھتی رہی بنا پلکیں جھپکے۔

"تم بہت اچھی لڑکی ہو زوباریہ اور بہت خوبصورت بھی۔ جب تم میرے قریب ہوتی ہو تو میں ڈرتا ہوں کہیں امانت میں خیانت نہ کر دوں اگر تم خود بھی اتنی ریزرو رہنے والی نہ ہوتیں تو میرے لیے واقعی مشکل ہوتا" رسان سے بولتا وہ رُک گیا کیونکہ زباریہ نے کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا تھا۔ جائز، ناجائز امانت، خیانت ان باتوں سے ہٹ کر آج کچھ وقت آپ صرف مجھے نہیں دے سکتے اس رات کے چند گھنٹے میرے لیے نہیں گزار سکتے۔ آپ میری زندگی میں کہاں ہیں۔ میں آپ کی زندگی میں کہاں ہو جھگڑا اس بات کا نہیں اس تعلق کے حوالے سے جو صرف کاغذی سہی مگر ہے تو شرعی اور جائز دو لفظ چند خالص لمحے" کتنی التجا، کتنا مان تھا اُس کے لہجے میں واصف کے دل کو دُکھ سا ہوا کیا ملا تھا اس لڑکی کو اس عرصے میں اس تعلق کے حوالہ سے، نہ کوئی میٹھی نظر، نہ نرم لہجہ، نہ خوشگوار لمحات، وہ کسی کو زندگی دینے کے لیے یہ کرب سہہ رہی تھی اور وہ اپنی بے اعتنائیوں میں اضافہ کر کے اس کرب کو مزید بڑھا رہا تھا۔

"کیا حرج ہے جو میں چند لمحے اس کو دے دوں" اُس نے سوچا پھر کتنی دیر وہ باتیں کرتے رہے رنگوں، خوشبوؤں، خوابوں کی اپنے اپنے آئیڈیاز کی اپنے سے وابستہ لوگوں کی انہی باتوں کے دوران وہ نیند کے جھونکے میں مست ہونے لگی چہرے پہ بچوں جیسی معصومیت اور بھولپن لئے نیند سے بند پلکیں واصف نے دیکھا تو جی چاہا اپنے بازو سے سر ٹکائے سوئی ہوئی اس شہزادی کو چاہتوں کے لمس سے سرشار کر ڈالے اور اپنے سب اختیار توڑ دے اور وجود محبت کے رنگوں سے رنگ ڈالے۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو، چھپ چھپ کر میرے لئے دُعائیں مانگتی ہو۔ تمہاری بے قراری مجھ پر عیاں ہے پر سوائے ہمدردی کے میں اور کچھ تمہارے نام نہیں کر سکتا مجھے وعدہ شکن اور دغا باز لوگ کبھی اچھے نہیں لگے جتنی دُعا تم میری محبت پانے کے لیے کرتی ہو اُس سے زیادہ دُعا میں اپنے دل کو ثابت قدم رکھنے کو کرتا ہوں۔ سمندر کے قریب رہ کر پیاسا صحرا کیسا درد محسوس کرتا ہے میں جانتا ہوں مگر پاسِ وفا بھی تو رکھنا ہے"۔

www.pkdigest.com

سوچتے سوچتے وہ سو گے وہ جو اُس سے
کوسوں دور بھاگتا تھا اس وقت اس کے پہلو سے لگا
رہا تھا اور وہ جو اس کی چاہت کی تمنائی تھی اُس کے
کندھے سے سر ٹکائے محوِ خواب تھی۔ دونوں بے خبر
و پاگل تھے۔

☆☆☆

چلو تم کو بتاتے ہیں!
کہ تم کو دیکھ کر دل نے کہا
تم رشتۂ جاں سے بھی بڑھ کر ہو
دعا کی سرحدوں پر
جو ادھوری ہے میری ایسی تمنا ہو
میرے دل کا مقدر ہو
کہ تم روشنی بن کر شفا لے کر
کبھی دستِ مسیحا کی طرح
اُترے ہوئے ہر زخمِ دل پر ہو
چلو تم کو بتاتے ہیں!
کہ تم ایماں ہمارا ہو
سرائے دہر میں، اندیشۂ زندگانی میں
تمہی دل کا سہارا ہو
جو روح کے آسماں پر جگمگایا ہے محبت سے
سہانی شام کے چاہتوں کا پہلا تارہ ہے
وفا کا استعارہ ہو
تمہارے قرب کی خوشبو سے
پتھر کی طرح ہم نے
سلگتی دھوپ سے پھیلاؤ پایا ہے
تمہارے پیار کے رنگین پل
ٹھنڈی ہوا سے سرسراتے ہیں
ہم ساون میں بھیگے پیڑوں کو چھو لیں تو
تمہارے لمس کو خوشبو کے لمحے جگمگاتے ہیں
چلو تم کو بتاتے ہیں!
کہ ہم نے زندگی کے سب ورق لے کر
سب ہی سطروں میں لکھ لی ہے
تمنا تم کو پانے کی، زمانے بھر میں شاید
کاتبِ تقدیر کے ہاتھوں
میرے دل نے لکھ لی ہے
تمہاری چاہ کی خواہش
تمہاری آرزوؤں کا جو اِک ادراک ہے مجھ میں
کسی میں ہو نہیں سکتا
تمہاری مسکراہٹ کا اِک ارمان ہے مجھ میں
کسی میں ہو نہیں سکتا
چلو تم کو بتاتے ہیں!

اُس کے ہاتھوں میں تھما خوبصورت کارڈ لرز اُٹھا تھا۔ دل عجب سی ہلچل کے زیرِ اثر ان خاص الفاظ کے دلکش مفہوم و معنی اخذ کر کے لطافتوں کے اک نئے موسم سے روشناس کرا رہا تھا اور خواہش و محبت کے عمل کی پذیرائی کو جھیلنا اُس جیسی سیدھی سادی لڑکی کے لیے آسان کب تھا۔

"پہلی ملاقات صرف ایک نگاہِ خاص، چند خوشگوار باتیں کیا یہ محبت کا سبب بن سکتی ہیں"۔

گلاب کا سرخ تر و تازہ کِھلا ہاتھوں میں تھامے وہ حیرت سے سوچ رہی تھی اور اُس کی سوچ کے کنارے پر وہ لمبا چوڑا شخص آ کر مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"محبت کا سبب بننے کو ضروری نہیں لمبی چوڑی ملاقاتیں، طویل گفتگوئیں ہوں یہ محض نگاہ بھر کی تو نوازش ہوتی ہے جو آسمانی صحیفے کی طرح جوں دِل پر اُترتی ہے کہ خواب اور تمنائیں خود بخود حسین موسموں کو راہ دینے لگتے ہیں"۔

"محبت کو راہ دینا اتنا آسان تو نہیں ہے معیز رضا اور پھر یہ یقین کون دلائے کہ تم حقیقتاً پر خلوص ہو اپنے جذبات اور محبت کے بارے میں"۔

"محبت کو یقین دلانے کے لیے تو خود محبت کافی ہوتی ہے۔ وہ محبت جو دل کے اندر ڈیرا جمالے تو اس کی شباہتیں جینے کے تمام سلسلوں کو حسن عطا کر دیتی ہے۔ محبت کی دل پذیر کہانی میں کسی اور چیز کی گنجائش ہی نہیں رہتی"۔ وہ کتنی بھرپور توجہ سے اُس

کی طرف دیکھتا ہوا بولا تھا، جبکہ وہ حیرت سے گنگ ابھی تک اُن پھولوں اور محبتوں کا پیغام دیتے کارڈ کو دیکھ رہی تھی جس میں معیز رضا کا وجیہہ عکس جھلملا رہا تھا۔

"جویریہ تیار ہو جاؤ کھانا کھانے کے لیے چلتے ہیں" زوباریہ نے اُس کے کمرے میں جھانکا تو وہ تیزی سے کارڈ اور پھول وہی چھوڑ کر دروازے تک آئی۔

"لے جا رہا کون ہے" وہ پوچھنے لگی۔

"تم اور کون" وہ بڑے اطمینان سے بولی۔

"میں، وہ کس خوشی میں" وہ حیرت سے چلائی تھی۔

"اُس محبت نامے کی خوشی میں جس نے تمہارے چہرے، تمہارے وجود پہ پھول کھلا دیے ہیں" زوباریہ مزے سے بولی تو وہ دنگ رہ گئی۔

"آپ کو کیسے پتا چلا"۔

"لو مجھے ہی تو وہ پکڑا کے گیا تھا اتنے منتوں ترلوں کے بعد دینے والا کام تو میں کرتا تھا نہیں۔ مگر اُس نے فٹ فٹ بہن والا رشتہ جوڑ لیا تو ترس آ گیا، میں نے کارڈ اور پھول لے کر تمہارے کمرے میں رکھ دیے" زوباریہ نے مزے سے بھانڈا پھوڑا اور اندر آ کر بیٹھ گئی۔

"آپ نے یہ سب کیوں نہیں بتایا مجھے اور ایسا کیوں کیا مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگا"۔ اُس نے منہ بنایا۔

"تو زبردستی کون سی ہے۔ یہ کارڈ لاؤ ابھی جلا کر پھول توڑ کر دسٹ بن میں پھینکتے ہیں"۔ زوباریہ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں، اس میں بھلا پھولوں کا کیا قصور اور کارڈ بھی صرف نظم ہی تو لکھی ہے" جویریہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر دونوں اشیاء اپنے قبضے میں کیں تو اُسے ہنسی آ گئی۔

"یہ کہو نا کہ یہ نظم اور پھول دل پہ دستک دے چکے ہیں اور کوئی ہارٹ بیٹ مس ہو گئی ہے"۔

جویریہ نے جھینپ کر تکیہ اُس پر دے مارا پھر دونوں ہنس کر ایک دوسری کو دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

امی سے اُس کی بات ہوئی وہ اب خطر سے باہر تھیں مگر ابھی میڈیکل ٹریٹمنٹ درکار تھی اور انہیں ابھی کچھ عرصہ مزید لگنا تھا ہاسپٹل میں، اُس نے مہوش ماہم اور عدیل سے بھی بات کی پھر بہت عرصے بعد میمونا سے ملی کتنی دیر وہ آپس میں ہر قسم کی گفتگو میں مصروف رہیں، پھر اچانک میمونا کو جیسے کوئی گمشدہ بات یاد آئی تھی۔

"ارے ہاں تم تو آفس ایسا چھوڑ کے گئیں پھر خبر نہ لی تمہارے وہ ڈریم لینڈ کے پرنس آف ویلز میرڈ ہو گئے اور اُن کی دلہن مائی گاڈ زوباریہ تم دیکھتیں تو شدت حیرت سے شاید بے ہوش جاتیں وہ بالکل تمہاری ہم شکل تھی انیس بیس کا فرق نہ تھا اگر میں نہ جانتی کہ تم آنٹی کے ساتھ ہاسپٹل میں ہو اور واصف درانی تمہاری رسائی سے بہت دور ہے تو یقین جانو اُسے تم سمجھ بیٹھتی ہر بڑے اخبار میں واصف دُرانی کی شادی فنکشن کا تذکرہ مع تصاویر کے شائع ہوا تھا"۔

زباریہ بتا رہی تھی اور وہ فقط خاموشی سے دیکھتی رہی۔

"کتنا پسند تھا تمہیں یہ شخص اور کتنے خواب تھے تمہارے اس کے حوالے سے مگر زباریہ اسی کا نام دنیا ہے یہاں سب کو اپنی تمناؤں کے برعکس ملت ہے اور اسی پہ صبر و اکتفا کرنا پڑتا ہے"۔

"مجھے تو میری تمناؤں کے مطابق ملے ہے پھر بھی خوشی کا کوئی لمحہ کسی ساعت نہیں کھلا کوئی ساعت خوشگوار کسی پل میسر نہیں ہوئی۔ مجھے واصف دُرانی کی زندگی میں آئے کتنے دن ہو گئے اور یہ سارے دن صبر میں گزرے محبت کے یکطرفہ صبر میں میمونا اگر تم جان جاؤ کہ واصف دُرانی کی وائف میری ہمشکل نہیں بلکہ خود میں ہوں تو شدت حیرت سے بے ہوش شاید تم ہو جاؤ مگر مجھے دیکھو کہ باوجود

www.pkdigest.com

محبت ہونے محبت پانے محبت کرنے کے میں محبت
کے سمندر کنارے تشنہ کھڑی ہوں مجھے کچھ نہیں ملا
سوائے درد کے"۔

اُس کی دُکھتی رگیں چیخنے لگیں تو وہ پلکیں جھپک کے آنسو چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

کتنی عجیب ہے یہ قربتوں کی دُوری بھی
وہ میرے پاس رہا اور مجھے کبھی نہ ملا
خدا کی اتنی بڑی کائنات میں، میں نے
بس اک شخص کا مانگا مجھے وہی نہ ملا

واصف بہت خاموش اور اُلجھا ہوا تھا اِس کے باوجود وہ اُسے لانگ ڈرائیو پہ لے جا رہا تھا اور زوباریہ اِس مہربانی پہ اندر ہی اندر پریشان ہو رہا تھی۔ وہ کیا کہنا چاہتا ہے یہ بات اُسے رہ رہ کر بے چینی کا شکار کر رہی تھی وہ بیچ سے شاندار سے بوفے ڈنر کے بعد وہ دونوں ساحل سمندر پہ لہریں گن رہے تھے جب اُسے بہت حیرت بھری پکار سنائی دی تھی۔

"واصف ارے یہ تم ہو یار" وہ اِس قدرے سناٹا آواز پہ یکدم مڑی تو جیسے پتھری ہوگئی یاسر اُس کے سامنے کھڑا واصف سے گلے مل رہا تھا۔ وہ فوراً رُخ پھیر گئی۔

"کہاں غائب ہو گئے تھے یار تم تو ملنا چھوڑ کے فون کال سے بھی گئے"۔ واصف پوچھ رہا تھا۔

"بس اچانک دبئی کا ٹور بن گیا تو ساری فیملی دو ماہ کے لیے چلی گئی۔ تم سناؤ میرڈ لائف کیسی گزر رہی ہے۔ سائرہ بتا رہی تھی جو یریہ بہت تعریفیں کرتی ہے بھابی کی" یاسر بولا۔

"الحمدللہ بہت اچھی گزر رہی ہے اور تمہاری بھابی بھی ساتھ ہے زوبی اِن سے ملو یہ میرے بہت اچھے دوست ہیں یاسر اور یاسر This is my" wife Zobaria" وہ دھیرے سے چلتی واصف کے برابر آ کھڑی ہوئی اور یاسر یکلخت ساکت، حیرت زدہ رہ گیا۔

اُس کے پیچھے آئی تایا کی پوری فیملی اسی سکتے اور حیرت کے شدید عالم میں گھری اُسے دیکھ رہی تھی اور زوباریہ کے چہرے پر اپنے آپ ایک پرغرور سی کو کچھ نہ سمجھنے والی اور سب کو ازراں کر دینے والی عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"زوباریہ تم" تائی کے منہ سے نکلنے والے یہ دو الفاظ اُن گنت تاثرات اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھے جن میں جلاپے اور حسد و حیرت سب سے بڑھ کر تھے۔

"جی میں بیگم زوباریہ واصف درانی، اُس کی آنکھیں چمکیں وہی آنکھیں جو اُن کی بے مروتی کے باعث بہت سے رنگ گنوا کر اک دن پانی پانی ہو رہی تھیں۔

"تم جانتی ہو انہیں" واصف حیرت سے بولا تھا۔

"جی کسی زمانے میں یہ لوگ ہمارے رشتے دار کہلاتے تھے پھر دولت کی زیادتی نے ان کی رشتے داریاں اور وفاداریاں بدل ڈالیں اور غربت و یتیمی نے ہمیں بے بسی و مجبوری کی آگ میں پھینک کر ارزاں کر دیا۔ Any way چلیں بہت دیر ہوگئی ہے" وہ یکدم مڑی اور گاڑی کی طرف بڑھنے لگی۔ گھر واپس آ گئے تو کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا تھا۔

زوباریہ میں تم سے بہت اہم بات کرنے جا رہا ہوں میری بات سننے سے قبل یہ دھیان میں رکھنا کہ یہ سب پہلے سے طے تھا اور ایسا ہی ہونا تھا"۔

وہ ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں کہہ رہا تھا اور اُس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

"ہر رُت پہلے سے مختلف ہوتی ہے اور ہر انسان کی زندگی میں کوئی نہ ایسا شخص ضرور آتا ہے جس کے بنا زندگی نامکمل لگتی ہے مجھے یقین ہے تمہاری زندگی میں بھی ایسا شخص ضرور آئے گا"۔ وہ ایسی باتیں کیوں کر رہا تھا۔ زوباریہ نے اُلجھ کر اُسے دیکھا۔

"رحماء اپنا کورس مکمل کر کے اگلے مہینہ پاکستان آ رہی ہے اور ہم میں جو ڈیل ہوئی تھی۔ اُس کے مطابق رحماء کی واپسی پر مجھے تمہیں طلاق دینی ہے"۔

زوباریہ کا چہرہ زرد ہو گیا تھا واصف اپنی دُھن میں بولے جا رہا تھا۔

"تم بہت اچھی لڑکی ہو" میرا بہت ساتھ دیا ہے تم نے، میں تمہاری شادی بہت اچھی جگہ کروا دوں گا"۔ وہ بولتا جا رہا تھا اور وہ سن سنتی جا رہی تھی۔

میں تمہیں کوئی دُکھ نہیں پہنچانا چاہتا اور پھر یہ سب تو پہلے سے طے تھا۔

"کیا طے تھا کہ تم میری توجہ، محبت اور وفاداری کے باوجود مجھے کسی کے لیے چھوڑ دو گے" وہ بولی نہیں تھی مگر آنسوؤں نے خاموشی سے اُس کے رُخسار بھگو ڈالے تھے اور وہ لہرا کر گر پڑی تھی۔

واصف نے پریشانی سے اُٹھا کر اُسے بیڈ پر لٹایا تھا اور سیدھا ہو کر پیشانی مسلتے ہوئے دیکھا تو اُسے خود کو سنبھالنا دشوار ہو گیا۔

وہ بے حد پرکشش اور خوبصورت تھی اور وہ اُس کی خوبصورتی سے نظریں چرا رہا تھا مگر اس پل بنا ڈوپٹے کے بے سدھ پڑا اُس کا تراشا بدن اتنی جاذبیت لئے تھا کہ اُسے اپنے ارادے مسمار ہوتے محسوس ہوئے بے حد مشکل سے خود کو سنبھال کر وہ اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ زوباریہ کے سن ہوئے جسم، مدھم انداز میں دھڑکتے دل نے اُس کے اندر اچھا بھلا خوف پھیلا دیا۔

"مجھے چھوڑنا مت، میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتی، میں مر جاؤں گی" غشی کی حالت میں الفاظ اُس کے لبوں سے ٹوٹ کر ادا ہو رہے تھے۔

"ہوش میں آؤ زباریہ، میں یہیں ہوں کہیں نہیں جا رہا" وہ جلدی سے بولا مگر زباریہ چپ تھی۔ بہت کوششوں کے بعد اُس نے آنکھیں کھولیں تو خوف، ڈر اور دُکھ چہرے پر رقصاں تھا۔

"ہمارے درمیان تو یہ سب پہلے سے طے تھا پھر محبت کوئی سمجھوتہ ٹرین تو ہوتی نہیں کہ باہمی اتفاقیت سے چلتی جائے اور منافقت تو اس میں چلتی نہیں۔ میں نے بھی کچھ تم سے چھپایا نہیں تھا تم نے خود کو تیار کیوں نہیں رکھا" وہ رسان سے بولا تھا۔

"کیا کوئی عورت خود کو اُجاڑنے پر تیار ہو سکتی ہے"۔ اُس کی آواز بھرا گئی۔

"تم یہاں بسنے نہیں صرف رحماء کو مجھ سے لانے کیلئے اس گھر میں آئی ہو" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میں کسی رُحما کو نہیں جانتی میں صرف اُس لڑکی کو جانتی ہوں جس کا نام زباریہ ہے جو آپ سے اتنی محبت کرتی ہے کہ آپ کو وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتی۔ رحماء آپ سے اتنی محبت کبھی نہیں کر سکتی"۔

"Stop it" مجھے نہیں سننا یہ فضول محبت، تم خود کو تیار کر لو، صبح سے اس کھیل کا وائنڈ اَپ سچوئشن تبدیل کرنا شروع کر دو"۔ وہ بے حسی سے بولا تھا۔

"میں کچھ نہیں کروں گی۔ مجھے کچھ نہ دیں۔ میں کچھ نہیں مانگتی رحماء سے شادی کرنا آپ کی خواہش ہے۔ تو آپ اُس سے شادی کر لیں کیا اس شادی کے لیے ضروری ہے کہ آپ مجھے طلاق دیں"۔

"رحماء تبھی مجھ سے شادی پہ تیار ہو گی جب میں تمہیں طلاق دوں گا"۔

"بر طابق شریعت کے مرد عورت کو دو صورتوں میں چھوڑ سکتا ہے۔ اول وہ بدکردار ہو دوم بیوفا ہو۔ میں نہ تو بدکردار ہوں اور نہ بیوفا نہ جھگڑالو ہوں۔ آپ کس بناء پر مجھے طلاق دیں گے"۔

"کیا طلاق دینے کو یہ وجہ کافی نہیں کہ جس لڑکی سے محبت کرتا ہوں اُسے پانا چاہتا ہوں"۔

"اس کے لیے مجھے چھوڑنا ضروری تو نہیں"۔ وہ بے بسی سے رو پڑی۔

"ضروری ہے کیونکہ محبت مفاد، مصلحت،

www.pkdigest.com

سمجھوتے کو نہیں مانتی صرف اپنے احساسات کو لے کر چلتی ہے۔ وہ میرے اندر پل پل ہے لمحہ لمحہ ہے۔ قدم بہ قدم ساتھ چلتی ہے ایک خوشگوار زندگی کے لیے مجھے محبت بھرا رشتہ چاہئے، وہ رشتہ جو دل کا دل سے ہو نہ کہ منافقت اور مفادات سے ہو"۔

"وہ رشتہ جو چاہتا ہے کہ تمہاری محبت صرف میرے لیے ہو منافقت اور مفاد پرست کیسے ہو گیا؟"

"ایسے کہ اس میں محبت کا تقاضا محبت، محبت کی قناعت محبت ہے اور میرے لیے یہ سب ناممکن ہے تمہارے لیے باعثِ خفت کہ تم نے جو معاوضہ وصول کیا وہ اس کے لیے نہ تھا"۔ وہ سخت الفاظ بول گیا۔

وہ ساکت سی اُسے دیکھ رہی تھی کتنا بے رحم اور سنگدل تھا یہ شخص کیسے لمحوں میں بے توقیر کر دیتے کے فن سے واقف تھا نہ ظاہر کتنا خوبصورت وجیہہ، خوش اخلاق اور ہنستا مسکراتا کہ دیکھنے میں ہر کمی سے برا اور واقعی اُس میں کوئی کمی نہ تھی مگر اس کے باوجود کتنی بڑی کمی کا مالک تھا وہ" اُس کی شریانوں میں خون اُبلنے لگا "جو حقیقت ہے اُسے مانو، سمجھو اور جو تم نہ مانو گی تو تمہارا کیا خیال ہے ایک تمہارے نہ ماننے سے حقیقت بدل جائے گی۔ ہر طے شدہ بات کا مفہوم تبدیل ہو جائے گا نہیں زوہار یہ حقیقت، حقیقت ہے اور خواب صرف خواب، خوابوں کا تعاقب کرنا چھوڑ دو اور خود کو باور کراؤ کہ زندگی صرف ہماری خواہشوں کو لے کر نہیں چلتی اُس پہ اور بھی بہت سے لوگوں کا حق ہے سب کو اپنے حق کے مطابق ملتا ہے۔ اور جو تمہیں تمہاری خواہش کے باوجود نہیں مل رہا تو وہ یقیناً تمہارا حق نہیں۔ تم یہ سان سا نقطہ سمجھ لو تو زندگی تمہارے لیے خود بخود سہل ہو جائے گی"۔ وہ کتنے آرام اور سنجیدگی سے کہہ کر پلٹا تھا اور اُس کا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

سارے دُکھ، سارا درد اور نارسائی کے سب موسم صرف میرے لئے، مگر کیوں واصف دُرانی، کیا میں اکیلی زندگی کے رنگوں سے بوجھ ہوں کیا خواب میرا حق نہ ہے۔ کیا زیست کرنے کو مجھے صرف اک محبت، اک نام، اک خواب کی خوشبو کافی نہ تھی۔ کیا میرے لیے زندگی اتنی تنگدست ہو گئی اے دینے والے آسمان و زمین کے مالک سب کو دیتے دیتے میرا کاسہ خالی رہنے دیا۔ مجھے کس خطا کے جرم میں درد کے موسم کے حوالے کیا کس خطا کے جرم میں" وہ بری طرح رو دی تھی۔

☆☆☆

بھیگی رُت کا لباس پہنے
زرد موسم کی چنری اوڑھے
عشق پیچاں کے پاس کھڑی
اک لڑکی آسمان کو دیکھا کرتی ہے
اور اکثر سوچ کرتی ہے
کیوں آنکھوں کی طرح
آسماں کے پردے میں بھی
پانی کے چشمے اُگتے ہیں
کیوں سانسوں کی طرح
اس کی فضائیں بھی
بین کرتی ہیں؟
کیوں اس کی کرتی
بوندوں میں بھی نوحے ہوتے ہیں؟
کیا بارش کے بھی دُکھ ہوتے ہیں؟

آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ تیز اور ٹھنڈی ہوئیں موسم کو خوشگوار کیئے تھیں اور اس خوبصورت سے موسم میں لان میں کھلے چنبیلی کے پھولوں کو اپنے آنچل میں اکٹھے کرتے ہوئے وہ بڑے مگن سے انداز میں مصروف تھی کہ عامر گنگناتے ہوئے اِدھر چلا آیا۔

ہو سکے تو میرے دو تین کام کرو

"تم ایک بھی کام کروانے کے قابل نہیں ہو اور تم دو تین کاموں کا کہہ رہے ہو"۔ جویریہ نے طنز

سے کہا۔

"مسز سوچ سمجھ کے کہو ایسا نہ ہو کہ تم کچھ دیر اور اپنے ان خیالات پہ پچھتاؤ اور انہیں بدلنے پر مجبور ہو جاؤ"۔ وہ اُس کے پاس بیٹھا۔

"I think ابھی میرا مائینڈ اتنا خراب نہیں ہوا کہ تم جیسے فائر العقل لوگوں کو باشعوری کی سند جاری کرتی پھروں" وہ ناک چڑھا کر بولی۔

"او کے تم میرا خیال ہے ڈائمنڈ کے یہ خوبصورت سے ٹاپس میں خود ہی رکھ لیتا ہوں کسی فرینڈ وغیرہ کو دینے کے لئے بطور گفٹ کام آ جائیں گے" وہ جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولا تو جویریہ اُچھل کر سیدھی ہوئی۔

"کیسے ٹاپس، کہیں تم اُنھی ٹاپس کا ذکر تو نہیں کر رہے جو ماما نے میرے لیے بنوائے تھے اور تم سے جیولر سے لانے کو کہا تھا"۔

"لگ تو وہی رہے ہیں مگر اب تم ہی نہیں لینا چاہ رہیں تو ....." وہ جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ گیا۔

"لینے کیوں نہیں، لاؤ دو اِدھر" وہ بے تابی سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی، "مل تو جائیں گے مگر ایک شرط پر پہلے میرے لیے ایک کپ چائے بنا دو، پھر میرے کپڑے پریس کرو مجھے کہیں جانا ہے۔ اور یہ دونوں کام کرتے کرتے درمیان میں کھانا بھی دے دینا ساتھ میرے شوز پالش کر دینا"۔ وہ بڑے آرام سے اپنے کاموں کی فہرست بتاتا گیا۔

"یہ اتنے سارے کام ایک ساتھ اور وہ بھی میں کروں" اُس کی آنکھیں پھیلیں، اِسی لیے تو کہا تھا۔

ہو سکے تو میرے دو تین کام کرو

"رشوت خور تم نہیں جانتے یہ بھی رشوت لینے کا جدید ترین انداز ہے اور یاد رکھو کہ رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں چلو تم کو تو سب جانتے ہیں کہ جہنمی ہو مگر مجھے ساتھ کس خوشی میں گھسٹ رہے ہو" وہ تیز لہجے میں بولی۔

"فضول فتوے نہ دو یہ بتاؤ کام کرو گی یا ٹاپس لے جاؤں"

"مجھے تمہارا کوئی کام نہیں کرنا تم شرافت سے میرے ٹاپس مجھے دو اور چلتے پھرتے نظر آؤ" وہ چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔

"دیکھ لو بہن ہو کر بھائی کے کام نہ آنا یہ بھی فطرتِ اسلام کے عین خلاف ہے اسلام ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کا حکم دیتا ہے"۔

"تو اموشنلی بلیک میلنگ میں اچھی طرح جانتی ہوں تم خود کتنے پکے اور سچے مسلمان ہو۔ آرام سے ٹاپس دے دو ورنہ ....." وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"ورنہ غصے میں تم میرے دو تین کام کر دو گی یہی نا" وہ خوش ہو کے بولا۔

"نہیں میں تمہارا ایک بھی کام نہیں کروں گی بلکہ تمہارا سر توڑ دوں گی"۔

"کیوں تمہارا تعلق کسی دہشت گرد تنظیم سے ہو گیا ہے"۔

"دیکھو عامر فضول بکواس سے تنگ مت کرو۔ ٹاپس پکڑاؤ" وہ آگے ہوئی۔

"او کے، معاف کیا یاد کرو گی کس سخی سے پالا پڑا ہے لیکن پہلے آنکھیں بند کرو"۔ وہ پھر جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولا۔

"اوہو کیا مصیبت ہے، بالکل فضول حرکتیں ہیں تمہاری، یہ لو بند کر لیں آنکھیں لاؤ اب ٹاپس دو" وہ آنکھیں بند کیے خالی ہتھیلی اُس کے سامنے کر کے بولی۔

"لو ذرا سے پکڑ لو بہت نازک ہیں کہیں گر نہ جائیں اور گھاس میں ملنے بھی نہیں"۔ وہ اُس کے ہاتھ پہ کاروچ رکھتے ہوئے بولا۔

جویریہ نے مٹھی بھینچتے ہوئے کچھ عجیب سے

www.pkdigest.com

خوف کے احساس کے تحت فوراً آنکھیں کھول لیں اور اپنے پھیلے ہاتھ پہ رکھے کاکروچ کو دیکھ کر اُس کی سانس یک دم سے رُک گئی اگلے ہی پل وہ اس کاکروچ کو زمین پہ پھینکتے ہوئے زور، زور سے چیخنے لگی۔

"کیسی ڈرپوک لڑکی ہو تم بھی، بھلا یہ ننھا منا سا کاکروچ تمہارے جیسی اتنی لمبی، چوڑی دوشیزہ کو کھا سکتا ہے" وہ تاسف سے دیکھتا ہوا بولا۔

"شٹ اَپ اُٹھاؤ اسے" وہ کانپتے لہجے میں بولی۔

"پہلے یہ بتاؤ میرے کام سے انکار تو نہ کیا کروگی"۔

"ذلیل انسان تم پہلے اسے ہٹاؤ پھر میں تمہیں بتاتی ہوں" اُسے غصہ آ گیا۔

"اوکے، اپنے حواس درست کرو" وہ کاکروچ پکڑے مڑا اور چند قدم مڑ کر اُسے پھرے جو یریہ کے قدموں میں پھینک دیا۔ دُرانی ہاؤس ایک بار پھر چیخوں سے گونجنے لگا اور وہ ہنستے ہوئے گیٹ پار کر گیا۔

☆☆☆

وہ پلکیں موندیں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے چہرے پر اَن گنت وسوسوں کے تاثرات لئے سوچوں میں گم تھی، جب واصف درنی بیڈ روم میں آ کر بولا تھا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری"۔

"میری طبیعت کو کیا ہونا ہے" جواب دینے کے بجائے اُس نے اُلٹا سوال کر دیا۔

اچھا، وہ آہستگی سے بولا پھر استفسارانہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور کل سے جو بھوک ہڑتال کر رکھی ہے وہ کس خوشی میں"۔

آپ کو میری بھوک سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے"۔ وہ تلخ ہوئی۔

"شٹ اَپ" وہ غرایا تھا پھر اشتعال آمیز انداز میں اُس کا بازو پکڑ کر بولا۔ جب تک تم میرے گھر میں میرے نام کا حوالہ رکھے موجود ہو مجھے تمہارے ہر معاملے سے غرض ہے ہاں یہ حوالہ ختم ہو گیا تو تم اپنے معاملات و معمولات میں آزاد ہو"۔

"آپ کو یہ تعلق اور حوالہ تو یاد ہے مگر اس کے تقاضے نہیں" وہ چبھتے لہجے بولی۔

"دیکھو زوباریہ جو بات زندگی کی تلخیوں میں اضافہ کرے اُس کا تذکرہ بار بار نہیں کرنا چاہئے۔ اور ویسے بھی زندگی کی حقیقتوں سے فرار ہو کے کچھ نہیں ملتا"۔

"خواب تو مجھے بھی کھینچتے ہیں تمہاری جادوائی آنکھوں کے رنگ مجھے بھی پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں تمہارے حسن نقوش سے نگاہیں چرانا میرے لیے بھی مشکل ہے مگر" اُس نے سوچتے سوچتے سر جھٹکا اور بولا۔

"رُحماء میری زیست کا حاصل ہے میں اُس سے دور نہیں رہ سکتا نہ اُس سے بھاگنے سے سکھی کر سکتا ہوں اُس کی محبت بہت مضبوط رکھے ہوئے ہے مجھے اپنے خیالات و افعال میں" جب میں اُسے سوچتا ہوں نا تو اُس کے سوا مجھ کچھ بھی یاد نہیں رہتا" وہ بہت شدت سے بولا تھا۔ اور زوباریہ اُسے تنی دیر سپاٹ سے چہرے کے ساتھ دیکھے گئی کتنا سچا تھا وہ اپنے اور رحماء سے متعلق اور کتنا کچا تھا اپنے اور اُس سے رشتے میں۔

اُسے خوابوں سے کوئی شغف نہ تھا۔ زندگی کے رنگ حسین لگتے تھے مگر اتنے نہیں کہ ان سے وجود رنگنے کو جی چاہنے لگے مگر ہوتا ہے نا کبھی کبھی ایسا بھی کہ زندگی کرتے کرتے ہماری نگاہوں سے بہت سے لوگ گزرتے ہیں اور ہم اُنہیں کبھی دیکھتے ہیں کبھی نہیں کہیں کسی کو غور سے بھی دیکھتے ہیں کسی کو سرسری بھی اور کوئی ایسا بھی مل جاتا ہے جس پہ نظر اُٹھے تو دل وہیں اٹک جاتا ہے ہر قسم کے اندیشے اور

سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر بس اُس کی طلب و خواہش میں لپکتا ہے یہ جانے بغیر کہ خواہش بھی خوشی کے اُس ابر آلود موسم کی مانند ہے جس میں انسان بھیگنے کی کوشش کرے تو مزید جھلستا ہے اور خوشی پانی کو مٹھی میں پکڑنے کی ایک کوشش ہے کہ جوں جوں ہم مٹھی بھینچتے جاتے ہیں پانی باہر نکلتا جاتا ہے۔ اُس کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔ وہ خواہش اور خوشی کو یکجا کر کے مٹھی میں بند رکھنے کی کوشش کر رہی تھی اور سب کچھ پانی کی مانند گرتا جا رہا تھا۔ محبت، تعلق، رشتہ کچھ بھی ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

"کیسا رشتہ ہے یہ جسے محسوس نہیں کیا جا سکتا اپنائیت چاہت سے گندھا رشتہ تو تپتے سُلگتے حالات میں بھی دل و ذہن کو سکون اور جسم و جان کو ٹھنڈک بخشتا ہے اور ٹھنڈی ہوا کا یہ جھونکا مجھ سے ٹکرا کر اپنی خوشبو کو اسیر تو کر گیا مگر اس خوشبو کو بہت جلد اُڑا کر بھی لے گیا اور اپنے قیمتی جذبوں کو رائیگاں جاتے دیکھنا آسان نہیں کہ پہچان کے اس میں میرا اپنا وجود بھی مجھ سے جدا ہو گیا اور اس خالی وجود کا دُکھ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا کیوں؟ جب کہ تمہاری Sense of judgement تو غضب کی ہے"۔

وہ آنکھوں کے کناروں پہ آئی نمی کو انگلیوں کی پوری سے پونچھتے ہوئے بولی تھی۔

"زوباریہ محبت تلاش ہے اور تلاش میں شرط نہیں ہوتی اُمید ہوتی ہے اور اُمید سے جھگڑا نہیں کرتے"۔ یاد رکھو پانیوں پہ رستے بنتے نہیں کھو ضرور جاتے ہیں اور جب ہم کسی کو پسند کر رہے ہوتے ہیں تو وہ بھی کیسی کے لیے ریاضت کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ کسی ہم نہیں ہوتے" وہ اُسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کسی کی تمنا اور آرزو کے نیچے اپنی ہتھیلیاں رکھنا آسان کام نہیں ہے مگر جب یہ ہونے لگے تو اس سے اچھا کام کوئی نہیں کیونکہ دُعاؤں اور وفاؤں کا پورا ذخیرہ ہاتھ لگتا ہے"۔ وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"ہونہہ فلسفۂ محبت، میں اس پہ یقین نہیں رکھتا" وہ ہنسا تھا۔

"اس لیے کہ آپ کو معلوم نہیں جب کوئی آپ پر کسی اور کو فوقیت دے، وہ محبتیں جو آپ اپنا نصیب اور اپنا حق سمجھیں کسی اور کو دینے لگے تو رُوح اندر سے کیسے کٹنے لگتی ہے۔ کس اذیت سے دل گزرتا ہے۔ کیسا کرب اور بے بسی محسوس ہوتی ہے"۔ وہ دُکھ سے بولی۔

"اس کی وجہ صرف محبت ہے یا پھر میری امارت جس کو دیکھ کر تم اپنے وعدے سے پھر رہی ہو اور ان آسائشات و سہولیات کو مستقل پانے یا مزید دولت حاصل کرنے کے لیے بدنیت ہو رہی ہو"۔ وہ بے رحم انداز و الفاظ میں بولا تھا اور وہ دم بخود اُسے دیکھتی رہی۔

اگر وہ اُسے شوٹ بھی کر دیتا تو اُسے اتنا دُکھ نہ ہوتا جتنا اس ایک بات سے ہوا تھا۔ وہ یکدم خالی ہو گئی کہنے کو کچھ نہ بچا تھا۔ بہت سا درد بہت سے آنسو خون میں جمع رگیں کاٹنے لگے۔ اور آنسو تواتر سے آنکھوں سے بہنے چلے گئے۔

چلو اس خواب کو ہم ترک کر دیں
اور آنکھوں کو یہ سمجھا دیں
کہ ہر تصویر میں ہلکا گلابی رنگ
چاہنے سے نہیں آتا
بہت سے نقش
نقاش ازل ایسے بناتا ہے
کہ جن کا حاشیہ گہرا سیاہ
اور نقش ہلکا سرمئی رہتا ہے
اور جن پر کسی بھی زاویے سے چاند اُترے
یہ کبھی روشن نہیں ہوتے
خدا کچھ کام آدھی رات کو کرتا ہے
جب اُس کے پیالے میں
سیاہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا

واصف کو معلوم تھا کہ وہ اُسے دُکھ دے چکا ہے مگر یہ ضروری تھا اُس کے خیال میں، اگر وہ خود کو

www.pkdigest.com

یہ سب کہنے کے تیار نہ کرتا تو اُس کی محبت کی کشش پا کر ٹوٹتے ارادے بالکل ڈھے جاتے اور وہ پھر کبھی خود کو موڑ نہ پاتا۔ اُس کی خواہش، محبت رحماء کو بھول کر زوباریہ پہ رُک جاتی۔ اور اُسے چلتے جانا پسند تھا نہ کہ رُکنا"۔

☆☆☆

"جویریہ سو رہی ہو کیا" زوباریہ نے اُس کے کمرے کی لائیٹ جلاتے ہوئے پوچھا۔

"جی، سوئی تو نہیں مگر تیاری کر رہی ہوں نیند کی وادی میں پہنچنے کی" وہ آنکھوں پر رکھا بازو ہٹا کر اُسے دیکھتی ہوئی بولی۔

تو نیند کی وادی سے لوٹ کر ہوش کی وادی میں آجاؤ کیونکہ تم سے ملنے کوئی بہت خاص مہمان ڈرائنگ روم میں تشریف فرما ہیں" وہ دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو وہ چونک کر متوجہ ہوئی۔

"یہ عین سڑی جلی دوپہر میں کون سے خاص مہمان ٹپک پڑے" وہ بیزار ہوئی۔

"یہ وہی خاص مہمان ہیں جو کارڈ او پھول بھیج چکے ہیں Any way یہ نگین اور لائبہ دے گئی ہیں تمہارے لیے گفٹ لائی تھیں فرینڈ شپ ڈے کے حوالے سے تم سو رہی ہو، میں نے کہا تو وہ مجھے ہی دے کر چلی گئیں اب جلدی سے کھول کے دیکھو موصوف نے بہنوں کی راہ سے اپنا حال دل نہ کہلا بھجوایا ہو"۔

"آپ تو بس الفاظ ڈھونڈتی ہیں افسانہ بنانے کو" وہ خجل سی ہو کر ہنسی"۔

"بائے داوے تمہارا خیال کیا ہے اس مجنوں کے جانشین کے بارے میں"۔

"پتا نہیں، کیا کہوں ایک آدھ بار سرسری سی ملاقات، بے ضرر سے جملوں کا تبادلہ اور بے خبر نگاہوں کا ملاپ، یہ سب اتنی جلدی تو محبت کے دھارے پہ بہانے کا سبب نہیں بن سکتا" وہ کچھ سنجیدگی سے بولی۔

"لمحوں کا اسیر ہونے کو اک نگاہ کافی ہوتی ہے لمبی چوڑی ملاقاتیں، طویل گوسپ ضروری نہیں۔ محبت تو پل میں تمام حسیات پہ قابض ہو کر سدھ بدھ گنوا بیٹھتی ہے"۔

"آپ کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو رہا ہے ویسے بھائی سے محبت کیسے ہوئی تھی" اُس نے چھیڑا۔

"یہ ہونے نہیں بیتنے کی چیز ہے اور تم یہ بیتنے کا موسم آرہا ہے پھر بتانا محبت کہتے کسے ہیں وہ ہلکے سے مسکرائی پھر ایک دم سے اُٹھتے ہوئے بولی۔

"تم یہ کارڈ دیکھو آرام کرو اور اچھے اچھے خواب دیکھو مجھے بھی نیند آرہی ہے۔ میں چلتی ہوں شام کو باتیں ہونگی"۔

جویریہ نے اُسے نکلتے دیکھا اور اپنے نزدیک رکھے کارڈ اور گفٹ پہ نگاہ ڈالی۔

"کیا سوچ رہا ہوگا وہ میرے بارے میں، کیسے احساسات تھے اُس کے پہلے ور کیسے احساسات ہونگے اب" اُس نے بہت آہستگی سے کارڈ کو کھول کر دیکھا تھا۔

"پتا ہے جویریہ میں سوچتا تھا یہ محبت کیسی ہو جاتی ہے بنا سوچے سمجھے، بنا پرکھے، بنا دیکھے بھالے، اپنے شکنجے میں کس لینے والی بلا۔ محبت خرافات ہے اور میں ان خرافات میں پڑنا نہیں چاہتا تھا، مگر تمہیں دیکھا تو میرے سارے خود ساختہ اُصول ٹوٹ گئے اور تمہاری پہلی جھلک نے جگر جگر کرتے ستارے اُتار دیے تھے میرے اندر اور مجھے پل بھر میں اس آسمانی چیز نے چھو لیا جسے محبت کہتے ہیں جو خود بخود دلوں میں گھر کر لیتی ہے خون میں شامل ہو کر رگ رگ میں روشنی بن کر دوڑنے لگتی ہے اور تبھی مجھے پتا چلا کہ جب محبت ہوتی ہے تو کچھ بھی سوچنے سمجھنے نہیں دیتی بلکہ سوچنے غور کرنے، سمجھنے اور جاننے کی سب حسیات کو مفلوج کر دیتی ہے۔ یہ محبت سب جذبات و احساسات کو اپنے تابع کر کے شدت آمیز کر دیتی ہے۔ محبت کے دھارے پہ بہنا کتنا سکون دیتا ہے یہ

مجھے تم سے محبت ہونے کے بعد پتا چلا ہے۔ تم محبت کو کس انداز کس طور پر لیتی ہو مجھے علم نہیں مگر اتنا یقین ہے کہ تم میری بے چینیوں کو پذیرائی محبت کا لمس بخش کر قرار ضرور دو گی۔ میں اپنی زندگی کو محبت کے اُجالوں سے روشن رکھنے کے لیے تمہارا ساتھ چاہتا ہوں اس دُنیا میں بھی اُس دُنیا میں بھی۔

تمہاری چاہتوں اور محبتوں کا شدتوں سے منتظر..... معیز رضا

اُس کی نگاہیں کاغذ پر جمی تھیں اور دل کے تاروں کو کوئی کیفیت ہولے ہولے چھیڑ رہی تھی۔ یہ کیفیت نامانوس اور اجنبی تھی اُس کے لیے مگر دل کو بڑی سرشاری عطا کر رہی تھی۔ اُس کے تصور میں وہ لمحات گھر آئے جو معیز رضا سے اتفاقیہ سی ملاقات کا سبب بنے تھے۔ اور بے ارادہ سی نظر اُٹھی تو بے دھیانی میں ہی کئی جگنو اُس کی مٹھیوں میں دے گئی۔

اُس کے چہرے پہ بہت دلکش رنگ بکھرے تھے اور بڑی نرم سی مسکراہٹ کا تاثر اُس کا دل اک بے حد حسین احساس سے روشناس کرا رہا تھا اک دلکش اور دلفریب خوشبو اُس کی دل کی وادیوں میں مہکنے لگی تھی اُس نے انوکھے سے احساس کے زیر اثر کارڈ کے پیچھے لکھی نظم پہ نگاہ ڈالی۔

تمہارا نام لیتا ہوں
تو سانسوں میں تقدس کی کئی پرتیں الٹتی ہیں
جنہیں آنکھوں میں بھرتا ہوں
تو آنکھوں سے شعاعیں نور کی
باہر نکلنے کو ترستی ہیں
تمہیں سوچوں کی مٹھی میں جکڑتا ہوں
تو سارے جسم میں ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتی ہیں
ابھی واضح نہیں مجھ پر
کہ میں چاہت کے کتنے مرحلے
طے کر کے اس منزل پہ پہنچا ہوں
ابھی واضح نہیں مجھ پر
کہ میری سوچ ایسی ہے
یا تیری ذات میں کوئی شبستان سا اُجالا ہے
مگر اک بات واضح ہے
کہ تیرے لمس کی موجودگی
میرے لیے جینے کا اکلوتا سہارا ہے
میری سوچوں کا محور ہے
میرے جینے کا حاصل ہے
اگر تجھ کو میری سوچوں سے منہا کر دیا جائے
تو باقی کچھ نہیں بچتا

☆☆☆

وہ ایک دم سے چپ رہنے لگی تھی۔ سنجیدہ، رنجیدہ، اُداس اور اشکبار آنکھوں سے تکتی تو اُس کی سانسیں خود بخود جلنے لگتیں۔ اپنے آپ سے لاپرواہ قدرے بکھرے بال، بے پروائی سے شانوں پر لٹکتا جا آنچل اور دُکھ کے احساس سے لہو روتی آنکھیں، تھکا تھکا وجود، گلابوں، خوشبوؤں اور محبتوں، خواہشوں، موسیقی کی باتوں سے ماحول مہکا دینے والی دھیرے دھیرے ہنستی بولتی خوبصورت لڑکی کے ہونٹوں پہ جامد چپ تھی اور یہ احساس کہ اس سب کا قصوروار وہ خود ہے اُسے تکلیف دے رہا تھا۔ اُس کا بارہا دل چاہتا اُس کو اپنے دل میں چھپا لے، اُس کے اُداس چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دے۔ اس کی شربتی آنکھوں سے نمی چن کر انہیں پھر سے امید، خواب اور محبت کے رنگوں سے رنگ دے۔ مگر یہی اُس کے لیے آسان نہیں تھا وہ گہرا سانس لیتا اُٹھ کر بالکونی میں آ کھڑا ہوا۔

کوئی وعدہ، محبت بھرے جملے، اپنائیت کا احساس کچھ بھی تو نہیں تھا ان کے درمیان پھر بھی کچھ تھا جو دونوں کو کھینچ رہا تھا۔ آس، اُمید، انتظار دونوں کو تھے مگر ایک دوسرے کے لیے نہیں پھر بھی ایک دوسرے کی کشش اسیر کر رہی تھی۔ اور اس اسیری میں دونوں کے وجود دھواں دھواں ہو رہے تھے۔

وہ گھر والوں کے درمیان بیٹھتی اُن کی خوشگوار باتیں، چٹکلے سنتی ہنستی اور ہنستے ہنستے ایک دم چپ ہو

www.pkdigest.com

جاتی۔ ”یہی محبتیں، چاہتیں اور یہ ہنستے مسکراتے لوگ کچھ دن بعد میرے لیے بالکل اجنبی ہو جائیں گے“ اس سوچ سے اُس کی پلکیں بھگو دیں۔

”زوباریہ بیٹا تجھے پریشانی ہے کوئی تو بتا اتنی چپ اور اُداس کیوں ہو“ بیگم دُرانی نے پوچھا۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے بس یونہی ڈپریشن سا ہے“ وہ بولی۔

”اگر اپنی فیملی کی وجہ سے پریشان ہو تو مل آؤ بلکہ میں نے واصف سے کہا تھا تمہیں ورلڈ ٹور پہ لے جائے تمہی ہنی مون ٹرپ ہو جائے گا مگر وہ مانا نہیں کہتا ہے تمہیں سیر و سیاحت کا کوئی شوق نہیں“ انھوں نے کہا تو وہ محض مسکرا کر رہ گئی۔

”کوئی وجہ ہے تو بلا جھجک بتا دو اگر مجھے اپنی ماں سمجھتی ہو تو کچھ نہ چھپاؤ“ وہ پھر بولیں نہ جانے اس میں کون سی ایسی کشش تھی جو بیگم دُرانی کو بے ساختہ اپنی طرف کھینچتی تھی۔

اور وہ شدت ضبط سے ہونٹ کاٹتی آنسو چھپانے کو سر درد کا بہانہ بنا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

”جب دل ٹوٹ جائے تو بہت کچھ ٹوٹ جاتا ہے اور نارسائی کا دُکھ سارے سُکھ لے جاتا ہے۔ پھر زندگی جینے کے جذبے ایسے ہی کھو جاتے ہیں جیسے پانی پر بنی راہیں کھو جاتی ہیں۔ خوشی امیدی، سکون اور ضبط کی سیڑھی کھینچ کر وقت نے اُمنگوں اور محرومیوں کا قحط پیدا کر دیا ہے۔ ایسے میں اُداسیاں اور رنجیدگی وجود پہ زردیاں نہ بکھیرے تو اور کیا ہو؟“ وہ آنکھیں پونچھتی سوچ رہی تھی۔

میں پرایا شخص بنا ہوا ہوں
وجود میں، میں خود اپنی روح میں
اجنبی کی طرح ہوں
تیرے نقش نے
زندگی کی کتاب سے
میرا لفظ لفظ مٹا دیا
میں کہ خود مسافر عشق تھا
مجھے خاک خاک سجا دیا
تیرے دُکھ نے رستا بتا دیا!

”بھابی آپ کو ہوا کیا ہے بالکل بدل گئی ہیں۔ دیکھیں باہر کتنی اچھی محفل جمی ہے اور آپ اندر چھپ کر بیٹھی ہیں“۔ عامر اندر بولتا ہوا آیا تو وہ خود کو کمپوز کر کے مڑی۔

”دیکھیں بارش کے بعد موسم کیسا نکھرا نکھرا ہوا ہے موسم سرما کی گلابی دھوپ کی نرم و سنہری شعاعیں کیسے سونا لٹا رہی ہیں اور موسم بہار کی آمد نے پہلا پھول کھلا دیا ہے دیکھیں آ کر کر ہمارا لان کیسا سجا اور نیا نیا لگ رہا ہے“ وہ کھڑکیوں کے شیشوں سے پردے ہٹاتا ہوا بولا تو زوباریہ نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کے ساتھ ہمراہ باہر نکل آئی۔ جوریہ دیکھتے ہی بولی۔

”آئیں بیٹھیں، سنیں، سنائیں اور کھائیں“

چائے، پکوڑے سموسے چاٹ اور شاعری سے انصاف کرتے سب اُسے آتے دیکھ کر خوش ہوئے۔

”آؤ بیٹی تم بھی انجوائے کرو موسم کے نام پر اپنا مزہ اور پیٹ بھر رہے ہیں دیکھ لو دُنیا کے بہانے“ دُرانی صاحب خوش مزاجی سے بولے۔

بیٹھتے ہوئے اُس نے کن انکھیوں سے دیکھا تھا وہ چائے کا کپ پکڑے نیوز پیپر پڑھنے میں مگن تھا۔ وجیہہ، پرکشش اور ہینڈسم ہر لحاظ سے شاندار اور آئیڈیل شخص جو بے حد اچھی حیثیت کے ساتھ بہت کوالیفائیڈ تھا اور بزنس سرکل میں اونچا مقام رکھتا تھا چاہنے اور چاہے جانے کے قابل کتنا قریبی رشتہ تھا اس سے مگر نہ ہونے کے برابر وہ اُس کا بہت کچھ لگتا تھا کچھ بھی نہیں“ اُس کی آنکھیں یکدم جل اُٹھیں۔

”بھابی سنا ہے آپ کا شعری ذوق بے حد اچھا ہے کچھ ہمیں بھی نواز دیں“ جوریہ کی اچانک فرمائش پہ وہ گڑبڑائی تھی۔

”نہیں تو، تم نے جس سے بھی سنا ہے غلط سنا ہے۔ مجھے اچھی شاعری پڑھنے کا شوق ضرور ہے مگر یاد نہیں رہتی“ اُس نے صفائی پیش کی تو جوریہ اطمینان سے بولی۔

”کوئی بات نہیں، یہ کون سا عالمی مقابلۂ مشاعرہ ہے آپ کو جو جیسا یاد ہے وہی سنا دیں“۔

”بھائی آپ ہی سفارش کر دیں بھابی تو تیار نہیں ہو رہیں کچھ سنانے کے لیے“۔

عامر نے واصف کو متوجہ کیا تو وہ اخبار سے نظریں ہٹا کے اُسے دیکھنے لگا۔ جو بیمار ہونے کے باوجود اچھی لگ رہی تھی۔ چہرے کی کشش سوگواری میں کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

”پہلے واصف کچھ سنائے پھر زوباریہ سنائے گی“ دُرانی صاحب نے کہا تو سب نے ہُرا کا نعرہ لگایا۔ واصف ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں سنجیدگی و دلکشی سے بولا تھا۔

میری صورت زمیں کے سارے منظر
تیرے دیدار کو ترسے ہوئے ہیں!
ادھوری خواہشوں کا غم نہ کرنا
سارے خواب بھلا کب پورے ہوئے ہیں

بند مٹھی ٹھوڑی کے نیچے ٹکائے وہ خاموش بیٹھی تھی۔ واصف بزبانِ شاعری اُسے کیا سمجھانا چاہتا تھا زوباریہ یہ سمجھ گئی تھی۔ وہ اس بے حس اور بے درد شخص کی محبت کو اپنے دل سے کھرچ کر پھینک نہیں سکتی تھی یہ محبت تو لہو میں سرایت کر کے پورے جسم میں دوڑتی پھر رہی تھی اُس کی پلکوں کے کنارے چراغ روشن تھے آنسوؤں کے جنھیں چھپانے کو اس نے سر جھکا لیا تھا۔

”چلیں بھابی اب ہو جائے آپ کی طرف سے کوئی زبردست انتخاب“ عامر نے اُسے دیکھا تھا۔ اور اُس کے لبوں سے شکوے، درد میں ڈوبے الفاظ نکلنے لگے تھے۔

”تمھیں کیا؟ زندگی جیسی بھی بنے
تم نے تو اس کی ہر ادا سے
رنگ کی موجیں نچوڑی ہیں
تمھیں تو ٹوٹ کر چاہا گیا
چہروں کے میلے میں
محبت کی شفق برسی تمہارے خال و خد پر
آئینے چمکے تمہاری دید پر
خوشبو تمہارے پیرہن کی ہر شکن سے
اذن لیکر ہر طرف وحشت لٹاتی تھی
تمہارے چاہنے والوں کے جھرمٹ میں
سبھی آنکھیں تمہارے عارض و لب کی
کنیزیں تھیں، تمھیں کیا؟
تم نے ہر موسم کی شہ رگ میں اُنڈیلے
ذائقے اپنے، تمھیں کیا؟ تم نے کب سوچا؟
کہ چہروں سے اٹی دُنیا میں تنہا سانس لیتی
ہانپتی رُتیں کسے بے گھر ہمسفر
کتنی مشقت سے گریبان سحر کے
چاک سیتے ہیں
تمھیں کیا تم نے کب سوچا؟
کہ تنہائی کے جنگل میں
بے مہر لمحوں کی چبھتی کرچیوں سے کون کھیلا ہے؟
تمھیں کیا تم نے کب سوچا؟
کہ چہروں سے اٹی دُنیا میں
کس کا دل اکیلا ہے

زبردست آپ کا پوئٹری سینس واقعی غضب کا ہے“۔ عامر اور جوریہ نے بے ساختہ تالیاں بجائی تھیں۔ جبکہ واصف اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ وہ سچ مچ ایسے راستے پر جا رہی تھی۔ جس کی منزل تھی نہ ہم سفر اور وہ یہ بات اُسے سمجھا کر تھک چکا تھا اور خود گریز کے راستے پر چلتے ہوئے اپنے دل سے لڑ بھی رہا تھا۔ رہا اُس کے قریب تھی اب بھی، دور تھی تب بھی وہ ایسی کیفیات کا شکار نہیں ہوا تھا۔ جیسی کیفیات اُس پر اس وقت وارد ہو رہی تھیں۔ اُس کے یہ احساسات بالکل انوکھے، نئے اور بے چین کرنے والے تھے۔

☆☆☆

www.pkdigest.com

دُرانی صاحب کے عزیزوں میں فیملی گیدرنگ تھی اور وہ سب اس میں مدعو تھے۔ اُن کی خواہش تھی کہ زوباریہ بھی ساتھ چلے جبکہ وہ خرابی طبیعت کا بہانہ کر کے جانے سے گریزاں تھی بیگم دُرانی اُسے بہ غور دیکھتی ہوئی بولی تھیں۔

"واصف بھی ساتھ جائے گا، تم اکیلی گھر میں کیسے رہو گی پھر دُرانی کی سگی بہن کے پوتے کا عقیقہ ہے تم نہ گئیں تو خوامخواہ باتیں بنیں گی"۔

"اور جو انسان کا دل ہی نہ چاہتا ہو کہیں جانے، ملنے یا ملنے کو تو"۔

وہ سنجیدگی سے بولتی اُنہیں حیران و پریشان کر گئی۔ قدرے توقف کے بعد وہ بولی تھیں۔

"زوباریہ یہ تم بہت سنجیدہ اور عجیب ہو گئی ہو۔ تم نے ایسا کبھی نہیں کیا جیسا پچھلے کچھ دنوں سے کر رہی ہو، مجھے اپنی ماں سمجھو، یقین کرو مجھ پر، کیا بات ہے جو تم چھپا رہی ہو، کیا درد ہے۔ جو تمہارے چہرے کی شگفتگی، آنکھوں کی چمک اور لبوں کی مسکراہٹ پر حاوی ہو کر تمہیں اُداس و غم زدہ کر رہی ہے"۔

اُن کا تجزیہ زوباریہ کو حقیقتاً مشکل میں ڈال گیا۔

اگر میں تمام حقیقت انہیں بتاؤں تو سب لوگ جو مجھ سے محبت کرتے ہیں میری ذرا سی پریشانی پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ سب کچھ جان کر مجھ پر تھو کریں گے نفرت سے دھتکاریں گے، مجھے منافق، دغا باز کہیں گے۔ کون سا جھوٹ بولوں جو انہیں مطمئن کر دے"۔ سوچتے سوچتے اُس نے سر اٹھا کر کہا۔

"مجھے چاہنے والا سسرال میسر ہے، جان چھڑکنے والا شوہر ہے۔ ہر سہولت ہے پھر پریشانی کیا ہونی ہے۔ بس یونہی آج کل طبیعت میں پریشانی اور بیزاری رہتی ہے۔ اسی لیے کچھ بولنے یا کہیں آنے جانے کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن آپ کی خواہش ہے تو میں چلتی ہوں"۔ وہ مدھم انداز میں بولی تو انہیں حقیقتاً اس پر پیار آ گیا۔

"جیتی رہو، خدا لمبی عمر کرے، خوشیاں دے، سدا سہاگن رکھے"۔

اُن کی پرخلوص دُعاؤں پہ اُس کی پلکیں نم ہونے لگیں۔

نیوی بلیو کلر کا بہت نفیس کام والا سوٹ پہنے۔ ہلکے پھلکے زیور اور قدرے لائیٹ میک اپ کے ساتھ وہ دلکشی کی حدود کو چھو رہی تھی کھلے لمبے سیاہ بال اُس کے چاند چہرے کے گرد احاطہ کئے اچھے لگ رہے تھے۔ اُس نے پوری کوشش کی تھی کہ اُس کے چہرے پر سکون، طمانیت کے الگ اور بھلے رنگ نظر آئیں۔

اُس کے ہمراہ چلتے ہوئے واصف دُرانی نے دُرزیدہ نگاہوں سے اُس کا خوبصورت روپ دیکھا تھا۔ اور پھر جس جس کی نگاہ اٹھی تعریف بڑھتی گئی۔

"جویریہ تمہاری بھابی تو بہت خوبصورت ہے" کسی نے بے ساختہ کہا تھا۔

"خوبصورتی حاصل کرنا کون سا کمال ہے۔ پارلر والوں کی مٹھی گرم کر کے پالش کروالو برے سے برا چہرہ بھی اچھا لگنے لگے گا" نسرین چبھتے انداز میں طنز اُبولی۔

"ہائیڈ یونسرین صاحبہ، میری وائف کی نیچرل بیوٹی جتنی حسین یہ میک اپ کر کے نظر آتی ہے بغیر میک اپ کے اس سے ہزار گناہ زیادہ پرکشش اور خوبصورت ہیں اور صرف جسمانی طور پر نہیں ان کا دل و دماغ بھی بہت شفاف اور پاک ہیں"۔

واصف کا انداز اُس کی حمایت کرنے کے ساتھ تفخر اور ستائش لئے تھا۔ اور اس نے کہتے ہوئے اُچٹتی نگاہ اُس کے گلاب چہرے پر بھی ڈالی تھی وہ یوں کھلے الفاظ میں خود کو سراہے جانے پر ایک دم خفیف سی ہو گئی تھی اور رُخسار گلابی ہو کر تمتمانے

لگے۔

بیگم دُرانی کو حوصلہ سا ہوا اور نہ وہ زوباریہ کی غیر معمولی سنجیدگی اور واصف کے قدرے خشک انداز سے یہی سمجھ رہی تھیں کہ ان کی کوئی رنجش دونوں کو خاموش اور ریزرو کیئے ہوئے ہے۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی آج تم نے پورے دل سے فنکشن کو انجوائے کر کے سب کو اپنے اچھے اخلاق کا گرویدہ بنا لیا بہت شکریہ کہ تم نے میرا مان رکھا لیا"۔ واصف گھر آ کے بولے تو اُس کی سانسیں سلگنے لگیں۔

"اور میرا مان کون رکھے گا، میں کس کے لیے خود کو ارزاں کیئے جا رہی ہوں"۔

"دُکھ سُکھ تو آتے جاتے موسم ہیں مگر اصل چیز رویے ہیں جو آپ کو زندگی جینے کا احساس دلاتے ہیں۔ تم بھی اپنے رویے میں تبدیلی لاؤ تو زندگی بہت اچھی لگے گی"۔ واصف نے کہا۔

"اور جو رویے ہی اذیت کا باعث بننے لگیں تو پھر، جینے کو صرف مسکراہٹ نہیں دائمی خوشی چاہیے، اطمینان چاہیے جو صرف اندرونی خواہشوں کا سکون آمیز ہونا دیتا ہے اور جب اندر آنسو گرتے جائیں تو جینا اور ہنسنا کس لیے" وہ آنکھوں کے کناروں پہ آئی نمی انگلیوں کی پوروں سے پونچھتی چینج کرنے ڈریسنگ روم میں چلی گئی اور واصف کی آنکھوں میں سوچ و اُداسی کی کیفیت ہلکورے لینے لگی۔

☆☆☆☆

"کب سے بج رہے فون کو اُس نے جھلا کر دیکھتے ہوئے میگزین پھینکا اور آگے بڑھ کر ریسور اُٹھا لیا "ہیلو" بہت بیزاری اور کوفت سے وہ بولی۔

"زہے نصیب، بہت دیر سے مہرباں ہوئے ہیں سرکار، ہم تو انتظار میں جاں سے گزرنے والے تھے"۔

"آپ اور اس وقت فون پہ، آپ کو یہ نمبر کہاں سے ملا" وہ ریسور کو گھورتے ہوئے بولی۔

"جن کا دھیان ہر وقت دل کو جکڑے رکھے اُن سے رابطوں کے سلسلے خود بخود مل جاتے ہیں"۔

"آپ اپنے دھیان کو ذرا دھیان سے رکھا کریں کہیں یہ رابطوں کے سلسلے مہنگے نہ پڑ جائیں"۔

"اچھا لگا ہے تمہارا یہ انداز بھی" وہ ہنسا تھا۔

"اور مجھے بہت برا لگا ہے آپ کا یہ انداز" وہ کہہ گئی۔

"جو انداز تمہیں پسند ہے اُسی کو اپنا لیں گے تم بتاؤ" وہ آرام سے بولا۔

"میرے پاس ایسے فضول کاموں کے لیے فرصت نہیں ہے"۔

"تمہارے نزدیک محبت فضول چیز ہے" وہ یکدم سنجیدہ ہو کر بولا۔

"فضول بھی اور باعث تفت بھی کیونکہ جو چیز چھپ کر کی جاتی ہے وہ ہمیشہ غلط ہوتی ہے اور محبت ہمیشہ چھپ کر ہی کی جاتی ہے۔ And minde you مجھے سیدھا سچا اور صاف راستہ اچھا لگتا ہے۔ جس پہ آپ سر اُٹھا کے چل سکیں اور کبھی پیچھے مڑ کر دیکھیں تو آپ کو کہیں شرمندگی نہ ہو اپنے گزرے ایام پہ"۔

"اچھا بولی ہو اور پلیز اب ڈائجسٹ ہاتھ سے رکھ دو اور یہ بتاؤ پھول اور کارڈ کیسے لگے"۔

وہ بولا تو جویریہ گڑبڑا کے ڈائجسٹ والا ہاتھ پشت کے پیچھے لے گئی اور چبھتے ہوئے بولی۔

"آپ کو کیسے پتا چلا"۔

"اس طرح کی فی زمانہ ایسی سوچ کم لڑکیوں میں ہوتی ہے ورنہ یہ باتیں صرف کتابوں میں لکھی ملتی ہیں ویسے ایک بات بتاؤ تم محبت، دولت اور عزت میں کسے ترجیح دو گی"۔

"محبت اور دولت کو چھوڑ کر صرف اور صرف عزت کو کیونکہ یہاں عزت ہو وہاں دولت اور محبت خود بخود مل جاتی ہے سب سے اہم چیز آپ کی self confidence اور respect ہے اور کچھ ہو

www.pkdigest.com

نہ ہو مگر آپ کے پاس آپا وقار اور کردار ضرور ہونا چاہئے۔

"Excellent' I impressive تم نہ صرف خوبصورت ہو بلکہ نکھری سوچ، سلجھے ذہن کی باشعور لڑکی ہو۔ اور پتا ہے جویریہ مجھے شروع سے پتا تھا کہ مجھے کوئی ایسی لڑکی زیر کرے گی جو اپنے خیالات، آئیڈیاز اور رویوں میں انفرادیت رکھتی ہو گی اور تم بلاشبہ ایک منفرد لڑکی ہو جس کی انفرادیت سے معیز رضا کو فتح کر لیا ہے"۔ وہ مدہم مگر جذبوں سے پرحدت آمیز لہجے میں بولا تو جویریہ کے چہرے پہ حیا کے رنگ پھیلنے لگے۔ لیکن وہ خود کو سنبھالتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

"اپنے بارے میں تو آپ نے کہہ دیا لیکن یہ نہیں سوچا کہ آگے کیا Responss ملتا ہے دوسری طرف سے بھی آپ کو قبولیت ملتی ہے یا نہیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم مجھے رد نہیں کر سکتیں" وہ بہت یقین سے بولا۔

"انسان کو اتنا اوور کانفیڈنس بھی نہیں ہونا چاہئے بعض اوقات معاملہ آپ کی توقع کے برعکس بھی نکلتا ہے۔"

"مجھے اپنی محبت، اپنے جذبوں کی سچائی پر یقین ہے محبت میں لگن سچی اور جذبے پاکیزہ ہوں تو آپ اپنی منزل ضرور حاصل کرتے ہیں"۔ وہ مضبوط انداز میں بولا۔

"اور جسے آپ اپنی منزل سمجھ رہے ہوں وہ آپ کی منزل ہو نہ ہو تو پھر.....؟"

"مطلب" معیز رضا چند لمحوں کے توقف سے اُلجھ کر بولا تھا۔

"وہ راستے جن پہ چل کر آپ منزل تک جانا چاہتے ہوں اُن راستوں پہ پہلے سے کوئی چل کر منزل تک رسائی پا چکا ہو تو محبت کا یہ یکطرفہ اور اندھا یقین پھر کیا کرے گا"۔

جویریہ نے کہا تو معیز رضا کے دل کو دھکا سا لگ تھا وہ بالکل جامد سکوت میں گھر گیا تھا۔ جویریہ کو یوں لگا جیسے فون بند ہو گیا ہے۔

"ہیلو، ہیلو" وہ بے تابی سے پکار اُٹھی۔ تو وہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولا تھا۔

"ہیلو، آئم سو، سوری جویریہ، مجھے واقعی سب سوچ کے قدم اُٹھانا چاہئے تھا۔ تم سے انجانے میں جو کچھ کہہ بیٹھا اُس پہ شدید شرمندہ اور معذرت خواہ ہوں پلیز تم یہ سب بھول کر مجھے مزید شرمندگی سے بچا لینا اور میری طرف سے کوئی غلط خیال دل میں نہ لانا۔ خدا تمہیں خوشیاں دے اور غموں کی تمازت سے بچائے او کے اللہ حافظ"۔ ریسور سے انگیج ٹون آنے لگی تو وہ جیسے خواب سے جاگی تھی۔ "یہ کیا ہوا؟ اُس کی محبت بھرے احساسات کو اپنے پاگل پن سے زک پہنچا کر اُسے خود ہی اپنے سے دُور کر دیا۔ وہ یونہی منہ سے نکلے الفاظ کو سچ سمجھ کر میری زندگی سے نکل گیا اتنے آرام اتنی خاموشی سے، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم میری دھڑکنوں کے شہر کو اسم محبت پڑھا کے اسے سونا کیسے کر سکتے ہو"۔

اُس کی نظر دُھندلانے لگی تھی۔

☆☆☆

کوئی پھول دو، کوئی خواب دو، میں بڑے دنوں سے اُداس ہوں
میری زیست کو تب و تاب دو، میں بڑے دنوں سے اُداس ہوں
اُسی عشق، اُسی چاہ، اُسی مان، اُسی پیار سے
میرے ہاتھ میں اک گلاب دو میں بڑے دنوں سے اُداس ہوں

جیسے جیسے رُحماء کے آنے کے دن قریب آ رہے تھے زوہار یہ کا خون خشک ہوا جا رہا تھا۔ اُس کے سجدے طویل ہونے لگے تھے خشک لبوں پہ ہر دم ایک دُعا رقصاں رہتی۔

تیرے اختیار میں کیا نہیں تو معجزہ کر دے
وہ شخص میرا نہیں اُسے میرا کر دے

اُس کا حال ایسا تھا جیسے پھانسی کے منتظر قیدی کا ہوتا ہے جو کال کوٹھری سے لیکر تختہ دار پہ آخری لمحے آخری سانس تک کسی اتفاق کسی رحم کسی معجزے کا

منتظر رہتا ہے۔

"میں اُسے کھونا نہیں چاہتی مگر کھو رہی ہوں میں چاہتی ہوں وہ ہمیشہ میرا رہے مگر وہ مجھے چھوڑ دے گا۔ میں نے خدا سے اُسے اتنا مانگا ہے لیکن خدا میرے حق میں کچھ بھی نہیں کر رہا۔ میرا وجود شعلوں میں جھلستا جا رہا ہے ایک بوند پانی میسر نہیں ہو رہا میں نے عمر بھر کا خسارہ اپنے نام لکھ لیا ہے وہ میری محبتوں، میری خواہشوں سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ اُس کے بغیر میری زندگی میں کچھ بھی نہیں بچے گا پھر وہ کیوں یہ سب کر رہا ہے؟"

مہوش سے اُس کا رونا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔

"وہ جو آسمانوں سے دیکھ رہا ہے وہ بھی تو سب جانتا ہے وہ کیوں کر رہا ہے میرے ساتھ ایسا، کتنے لوگ ہیں جن کو وہ بن مانگے سب دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "مجھ سے مانگو، میں دونگا" اور میں کتنا مانگ رہی ہوں مجھے ایک شخص نہیں مل رہا۔ مجھے وہ واصف دُرانی نہیں دے رہا صرف ایک شخص ہی تو چاہئے، دولت، شہرت، حکومت، رتبہ، عہدہ کچھ بڑائی نہیں مانگا میں نے، وہ اللہ تو بڑے اختیار والا ہے۔ میری بے اختیاری کو قرار کیوں نہیں بخشتا کیسے ہوتے ہیں وہ ہاتھ جن میں قبولیت کا پھول کھلتا ہے کیسے ہوتے ہیں وہ لب جن کی دُعا فوراً رضا کا انعام پا لیتی ہے۔ وہ اب خدا سے شکوہ کناں تھی اور مہوش بے بسی سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"جھوٹ لکھتے ہیں یہ رائٹرز، شاعر، فلاسفر جھوٹے ہیں سب لوگ" اُس نے کتابوں، ڈائجسٹوں کو اُٹھا، اُٹھا کر پھاڑنا شروع کر دیا۔

"محبت کرنے والوں کو کیسے پل میں ملا دیتے ہیں؟ کیسے خراب کرتے ہیں ذہنوں کو، کیسے خواب دکھا کے خوش گمانیاں پیدا کرتے ہیں کہ پاگل ہو جاتا ہے دل، میرا دل بھی پاگل ہو گیا ہے کیوں میرے دل میں واصف دُرانی کی محبت اُتاری، کیوں مجھے اس سزا کے لیے منتخب کیا جو میری گنجائش میری ہمت سے باہر ہے" اب وہ بیڈ کے پائتی سے سر ٹکائے مدہم آواز میں کہہ رہی تھی اور آنسو قطار در قطار بہہ رہے تھے۔

"زوبی آپی پلیز سنبھالیں خود کو حوصلہ کریں، مایوس نہ ہوں، مایوسی سب سے بڑا گناہ ہے"۔ مہوش نے اُسے اُٹھا کر بیڈ پر بٹھاتے ہوئے پانی کا گلاس دیا تھا پینے کو۔ پھر اپنے ڈوپٹے کے پہلو سے اُس کا بھیگا چہرہ اور آنکھیں صاف کر کے اُس کے چہرے کو نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولی تھی۔

"اور اللہ کی رحمت کے طلبگار رہتے ہیں یہ نہیں کہتے کہ وہ ہم پہ مہربان نہیں اُس کا پیار تو ستر ماؤں سے زیادہ ہے وہ تو بہت کم ایمان والے انسانوں کو بھی نوازنا جانتا ہے۔ اُس نے آپ کو بھی ساری عمر بہت کچھ دیا ہے اور آپ نے کبھی اُس کی دی ہوئی نعمتوں کا بھی اس طرح واویلا کیا۔ اُس کی عطاؤں اور عنایتوں کو بھی اتنی شدت سے سراہا اُس کے انعام و اکرام کو بھی ایسے رو، رو کر شکر کے ساتھ قبول کیا نہیں کبھی نہیں۔ اب اگر ایک دُعا کی قبولیت میں ذرا دیر ہو گئی تو آپ نے ناشکرا پن دکھا دیا شکوے شکایتوں کے دفتر کھول دیے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے اللہ سے اپنا رابطہ ہر حال میں مضبوط رکھنا چاہئے کہ تکلیف سے نجات بالآخر وہی دیتا ہے۔ اس کی ذات پر پختہ یقین اور کامل ایمان، مکمل سچائی سے رکھیں تو وہ آپ کو ہر اذیت سے نکلنے کا ہر خواہش کو پانے کا راستہ دکھائے گا۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے۔

"اے ابنِ آدم! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے پر ہو گا وہی جو میری چاہت ہے۔ پس تو نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا اُس کے جو میری چاہت ہے تو میں بخش دوں گا تجھ کو وہ بھی جو تیری چاہت ہے۔ اگر تو نے نافرمانی کی اُس کی جو میری چاہت ہے تو میں تجھ کو تھکا دوں گا اُس میں جو تیری چاہت ہے اور پھر ہو گا وہی جو میری چاہت ہے"۔ (حدیث قدسی)

www.pkdigest.com

آپ نے اُس کی چاہت کی کتنی چاہت کی جو وہ آپ کو آپ کی چاہت بخش دے پہلے بندگی کا حق تو ادا کریں پھر شکوے کریں بلکہ آپ کو شکوہ کرنا نہیں چاہیے۔ آپ مخلوق ہیں اپنی حد میں رہیں۔ وہ خدا ہے اُسے معلوم ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔ آپی دُعا مانگیں تو سب کی بہتری چاہیں اپنی دعا میں رحماء کے لیے موت، واصف بھائی کے لیے دُکھ یا اپنے لیے صرف سُکھ نہ مانگیں۔ خدا کو راستے نہ سمجھائیں وہ اللہ ہے مالک و خالق ہے وہ ہم سے بہتر جانتا ہے اُسے کیا کرنا ہے۔ اُسے ہمارے مشورے یا حکم کی ضرورت نہیں"۔

مہوش نرم اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بول رہی تھی اور زوباریہ حیرت سے پوری آنکھیں کھولیں۔ چھوٹی بہن کو سلیقے سے بولتی سن رہی تھی۔

"ہماری زندگی اللہ کی عطا ہے ہم اُسی کی بخشی گئی مہلت سے فائدہ اٹھا کر جیتے ہیں اور جب بھی وقت و حالات ہمارے خلاف منشاء چلنے لگیں تو ہمارے ذہن بھی منفی خیالات کی طرز پے بہے جاتے ہیں، جبکہ اُس کی ودیعت کردہ نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے ہم شکر کا لفظ بھی بھول جاتے ہیں۔ ہم تو انسان ہو کر انسان کی غلطی معاف نہیں کر پاتے وہ رب ہو کر ہمارے کتنے گناہ معاف کرتا ہے۔ ہم پھر بھی اُس کی عظمت کی گواہی دینے کے بجائے بغاوت پہ تل کر شرک کے موجب ہو جاتے ہیں، خدا ہمیں بھولتا نہیں وہ ہمیں آزماتا ہے کہ ہم کتنے ثابت قدم و ایمان والے رہتے ہیں محرومی و بے بسی میں اگر ہم صبر کریں تو وہ بہت نوازتا ہے۔ آپ کو بھی نوازے گا بشرطیکہ آپ کی محبت بے ریا، لگن سچی اور اللہ سے ربطہ مضبوط و مسلسل رہے صرف سُکھ میں نہیں دُکھ میں بھی۔

"اور یقین رکھیں رب تعالیٰ پہ بھروسا مضبوط کریں پھر رحماء ہو یا کوئی اور واصف اگر آپ کی قسمت میں ہے تو آپ کا نصیب بنے گا۔ صرف آپ کو ملے گا لیکن وعدہ وہی کہ اُس کی چاہت کی قدر کریں وہ آپ کی چاہت عطا کرے گا کیونکہ خدا کی کائنات میں بھی آپ کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا حصہ آپ نے اپنی کائنات میں اُس کا رکھا ہوا ہے۔

مہوش نے اُس کی آنکھوں کو چومتے ہوئے کچھ لمحے غور سے دیکھا پھر گہرا سانس لے کر بولی تھی۔

"اپنے ذہن کو آزاد، کھلا اور پریشانی سے خالی کر کے توبہ اور شکرانے کے نوافل ادا کریں پھر دُعائے حاجت کریں اور اس یقین کے ساتھ کہ سب آپ کے حق میں بہتر ہو گا۔ سکون سے سوئیں، کھائیں اطمینان سے رہیں راستے خود بخود آسان ہوتے جائیں گے"۔

زوباریہ نے بھیگی نگاہوں سے مہوش کو احساسِ تشکر سے دیکھا جس کا ہر لفظ اُس کے دل پر رقم ہو رہا تھا پھر اُٹھ کر وضو کرنے چل دی۔

☆☆☆

محبت کی اسیری سے رہائی مانگتے رہنا
بہت آساں نہیں ہوتا جدائی مانگتے رہنا
ذرا سا عشق کر لینا، ذرا سی آنکھ بھر لینا!
عوض اس کے مگر ساری خدائی مانگتے رہنا

محبت خود اپنی گہرائیوں سے اس وقت تک واقف نہیں ہوتی جب تک جدائی کا وقت نہ آ پہنچے اُسے بھی ہجر ساعتیں شمار کرتے ہوئے پتا چلا تھا کہ محبت کچھ نہیں لیتی محبت کے سوا، اور نہ ہی محبت کچھ دیتی ہے محبت کے سوا۔ محبت کی خواہش اور کوئی نہیں ہوتی ماسوائے تکمیل کے۔ اور یہی ممکن نہیں تھا۔ محبت کو Perfectionist (مکمل) کرنے والے سبھی راستے اک بند گلی میں جا کے رُک گئے تھے اور وہ اس بند گلی میں کھڑا واپسی کا راستہ بھی بھلا چکا تھا۔

اُسے وہ لمحے نہ بھولتے جو اپنی گرفت میں لے گئے تھے۔ وہ لمحے جن میں وہ چاند چہرہ پہلی بار دیکھا تو اُسے کتاب زندگی کے سبھی ورق رنگین

ہوتے اور خوشبوؤں سے مہکتے محسوس ہوئے تھے۔ بہت سی روشنیاں، بہت سی خوشیاں اسی اک ذات سے وابستہ کر کے اُس نے کسی طمانیت اور سکون آمیز مسرت اپنے اندر اُترتی محسوس کی تھی۔ دُنیا ایک دم سے کیسی نئی نئی، نکھری نکھری لگنے لگی تھی۔ اس اک چہرے سے محبت کر کے زندگی کو طویل جینے کی خواہش شدت سے بڑھی تھی اور اب.....، اُس نے چند گہری سانسیں لیں اور اپنے اردگرد دیکھا دور دور تک پھیلا بپھری موجوں کا بہتا نیلگوں سمندر نرم اور سنہری دھوپ بکھیرتا سورج وسیع آسمان فضا میں تیرتے خوبصورت رنگ برنگے پرندوں۔ ٹھنڈی خوشگوار ہوا۔ زندگی میں سب کچھ خوبصورت تھا مگر اب اس خوبصورتی سے دل قرار پا رہا تھا نہ روح سیراب ہو رہی تھی۔

"کیا تھا جو اسم محبت میری روح میں کھل کر مہکتا زندگی کتنی آسان اور دلکش ہوتی مگر زندگی نے کتنے آرام سے یہ اسم لبوں پہ مہکنے نہ دیا ابھی خواب کے رنگ تتلیوں کے پروں پر تحریر ہو رہے تھے کہ موسم بدل گیا وصل لمحے لکھے بھی نہ تھے آغازِ محبت میں ہی جدائی نے پنجے گاڑ دیے، اور زندگی کچھ ایسی مشکل ہوئی جیسے کہ جینے کی طلب بھی مرنے لگی ہے۔

"کاش میں تم سے ملا ہی نہ ہوتا" وہ بہت آزردگی سے سوچ رہا تھا۔

"یہ جان پہچان محبت میں بدل جائے تو کتنا دُکھ دیتی ہے جسے جتنا اپنا سمجھو وہ اتنا گہرا دُکھ بن جاتا ہے۔ کیا تھی یہ محبت بس لمحاتی کیفیت جس نے پل میں اسیر کر کے اچانک گھیر کے آتے بادل کی طرح روح کو بھگو کر اپنا گرویدہ کر لیا پھر شدید دھوپ بچھا دی دوڑتے بھاگتے ہاتھ کیا آیا، کچھ بھی نہیں"۔

اُس نے اپنے خالی ہاتھوں میں بچھی لکیروں کے جال کو دیکھا تھا"۔

"کتنے بے اختیار ہوتے ہیں ہم انسان بھی اپنے نصیب کے سلسلوں میں، زندگی بے اعتنائی برتے کہ محبت نچاور کرے۔ اپنے فن کی کوئی ہونی وقت پر دل سے مانگے سے نہیں ہوتی"۔

تمہارے عکس کو کتنی شدتوں، محبتوں سے سینچا تھا اپنے اندر اپنے دل کی سرزمین پر، کتنی آرزوؤں، کتنی خواہشوں کا پانی دیا تھا اور یہ عکس رنگ روپ یا کے شبیہہ سے جگمگا گیا تو تم نے کتنے آرام سے میری دل کی زمین پر جدائی لکھ دی"۔

معیز رضا کی آنکھوں میں ایک دم وحشت، اُداسی اور دُکھ اُتر آیا وہ آنکھیں شدت کرب سے بند کرتے ہوئے اپنے بوجھل دماغ کو اُس طمانیت تک لانے کی کوشش کرنے لگا جو اک خواب کے بدلے رہن رکھ دی تھی۔

☆☆☆

جدائی کا تو کوئی موسم نہیں
بن موسم ہی یہ رُت آتی ہے
ملن کی دشمن
اور خوشی کی جنموں سے بیری
ہوتی نہیں رنج و غم سے سیری
رُوح بے چین بے قرار کرتی ہے
رُلاتی ہے سوگوار کرتی ہے
چاہتی ہے جہان
وہیں گھر بنانی ہے
جدائی کا تو کوئی موسم نہیں
بن موسم ہی یہ رُت آتی ہے
کوئی لاکھ سر پٹخے ہزار پچھا چھڑائے
یا تقدیر بدلنے کی کوشش کرے
انسان کتنا بھی حوصلہ رکھے
سبھی حوصلے پہ ڈھاتی ہے
جدائی کا تو کوئی موسم نہیں
بن موسم ہی یہ رُت آتی ہے

گلاب اور چنبیلی کو خوشبو فضا میں بڑا فرحت انگیز تاثر پھیلائے ہوئے تھی۔ سرمئی اندھیرے کا دھندلکا صبح کو راستہ دینے کے لیے رُخصتی کی تیاری

www.pkdigest.com

میں تھا۔ وہ سرد ہوا، یخ موسم سے بے نیاز بنا کسی جرسی یا گرم شال کے ریڈ سوٹ پر ہم رنگ اسکارف باندھے چپ چاپ ہتھیلیوں کے پیالے میں اپنا دلکش چہرہ لگائے بیٹھی تھی۔

واصف کو حلق خشک ہوتا محسوس ہوا تو وہ پانی پینے کے لیے اُٹھا اور زوباریہ کو نہ پا کر اچنبھے کا شکار ہو گیا۔ ''کہاں گئی اس وقت'' اُس نے ٹائم دیکھا تو صبح چار بج رہے تھے۔ وہ پریشانی سے ڈھونڈتا ہوا کاریڈور کے آخری سرے پر پہنچا تو وہ چنبیلی کی بیل کے پاس سر جھکائے بیٹھی نظر آئی۔ ہوا میں اچھی خاصی خنکی موجود تھی مگر اُسے موسم کی سختی کا کوئی احساس نہ تھا۔

''تم یہاں بیٹھی ہو اور میں سارے گھر میں تلاش کر آیا یہ وقت ہے کوئی اتنی فرصت سے سرد موسم میں باہر مزے لینے کا'' اُسے اچھا خاصا غصہ آ گیا تھا اس کی لاپرواہی پر۔

''جن کے ہاتھ خالی، دل ویران اور آنکھیں درد سے لبریز ہوں۔ اُن کو موسموں کی پرواہ یا وقت کی اجازت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا'' زوباریہ کا لہجہ خشک تھا۔

''میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ جس راستے پر تم ہو وہ اک بند گلی میں جاتا ہے اُس کی کوئی منزل نہیں۔ کیوں کہ تم نے مجھ سے محبت، جانتے بوجھتے کہ میں رحماء کا ہوں'' وہ بے بسی سے بولا۔

''میں بہت پہلے سے آپ سے محبت کر رہی ہوں۔ رحماء والا چیپٹر تو بہت بعد میں شروع ہوا۔ میری محبت تو بہت پہلے سے ہے میں آپ کو بہت پہلے دیکھ چکی تھی۔ بہت پہلے جانتی تھا۔ جب آپ رحماء کو جانتے تھے نہ مجھے۔ محبت کرنے والے تو بڑے وسیع طرف کے مالک ہوتے ہیں یہاں آپ رحماء کو سب کچھ دیں گے مجھے صرف نام دے دیں گے تو کیا فرق پڑتا ہے'' اُس نے عجیب وحشت زدہ انداز میں کہا تھا۔

''آپ مجھے جواباً محبت نہ بھی دیں۔ اپنے اقرار اپنے اعتراف کا ایک لمحہ دے دیں میں سکون پالوں گی۔'' اُس کی آواز میں التجا تھی آنکھوں میں اتنی اُمید اور آس کہ واصف کو اپنا آپ سن ہوتا محسوس ہونے لگا۔

''اُٹھو کمرے میں چلو یہاں ٹھنڈ بہت ہے'' واصف نے اُسے بازو سے پکڑ کر اُٹھایا۔

وہ چپ چاپ اُس کے ہمراہ چلتی بیڈ روم میں آ گئی۔ اُسے گرم چادر اوڑھائے ہوئے وہ اُس کے قریب بیٹھ کر بولا تھا۔

''زوباریہ تم پڑھی لکھی باشعور لڑکی ہو، سنبھالو خود کو، انسان چاہتا ہے وہ کبھی کبھی نہیں مل پاتا ہم مقدر سے تو نہیں لڑ سکتے اور ضروری نہیں ہے کہ ہماری خواہش پوری ہو''۔

''میں نے ہر خواہش کب چاہی ہے صرف ایک تمنا، ایک خواب، آپ کی محبت، آپ کا ساتھ اور اس کے لیے میں مقدر سے تو کیا خدا سے بھی لڑ سکتی ہوں سنا آپ نے، مجھے آپ کو زمانے بھر سے لڑ کے بھی حاصل کرنا پڑا تو میں کروں گی''۔ وہ چادر پرے پھینکتے ہوئے بولی۔

واصف کا دماغ ماؤف سا ہو گیا اُسے زندگی پل صراط کے مانند نظر آنے لگے تھی،

''مت چھوڑیں مجھے مت کریں میرے ساتھ ایسا، میں رحماء کی طرح دولتمند نہیں مگر میرے پاس محبت کی دولت ہے۔ میری محبت آپ کو غریب نہ ہونے دے گی''۔

وہ بھیگے بھیگے لہجے میں بولی تو واصف کا دماغ پھٹنے لگا۔

''میں آپ کی بیوی ہوں خدا کو گواہ بنا کر آپ نے مجھے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے۔ کیا اس تعلق اس رشتے سے بھی زیادہ بڑی سچائی کوئی ہے'' اُس کی آنکھوں میں گرم پانی اُتر آیا وہ اپنی سوالیہ نگاہیں اُس پر جمائے کھڑی تھی۔

واصف نے اُس کا چہرہ دیکھا کتنی دیر دیکھتا رہا دم بخود، ساکت بنا پلکیں جھپکائے۔

تیرے چہرے کی کشش تھی کہ پلٹ کر دیکھا
ورنہ سوچ تو دوبارہ نہیں دیکھا جاتا
کیا قیامت ہے کہ دل جس کے نگر ہے محسن
دل پہ اُس کا بھی اجارہ نہیں دیکھا جاتا

''جب ہماری پسندیدہ شے ہمیں نہ ملے تو ہم دکھ محسوس کرتے ہیں مگر اُس کے ملنے کے بعد یہ احساس کہ یہ ہمارے پاس ہوتے ہوئے بھی ہماری نہیں کتنا تکلیف دہ اور اذیتناک ہے اور آپ نہیں جانتے کہ میں یہ تکلیف اور اذیت اپنی لہر آتی جاتی سانس کے ساتھ محسوس کرتی ہوں''۔ زوباریہ کی آواز آنسوؤں سے بوجھل ہو رہی تھی۔ بالوں کی سلکی لٹیں چٹیا سے نکل کر چہرے کے اردگرد بکھری تھیں عالم وحشت میں ڈوپٹے سے بے نیاز بہت خوبصورت سراپے پہ جدید انداز کا سوٹ پہنے سوگواری میں بھی وہ بھرپور توجہ کھینچ رہی تھی۔

''کیا ہے جو میں گزرتے لمحوں میں رنگ بھر دوں۔ لمحوں کی چوری کون دیکھتا ہے پھر یہ میری شرعی و قانونی بیوی ہے'' اس کی طرف یہ غور توجہ سے دیکھتے ہوئے واصف کے دل میں اچانک خیال در آیا۔

''زوباریہ'' مدہم لہجے میں اُس کو بلاتے ہوئے وہ شانوں سے پکڑ کر اُس کے مقابل کھڑا ہو کے نگاہوں میں جھانکتے ہوئے دھیرے سے بولا تھا''۔

''کتنا جی سکتی ہو، میری محبت پانے کے ایک لمحے میں''۔

''صدیوں کی زندگی، حیات جاوداں'' اُس کے گلابی ہونٹوں نے ہولے سے جنبش کی۔

''اور اس کے بعد'' واصف نے اُس کا معصوم دلکش چہرہ انگشت شہادت سے چھوا۔

''کچھ نہیں مانگتی عمر بھر، نہ زندگی، نہ خوشی، نہ جاہ و حشمت نہ کچھ اور'' وہ بے خودی بولتی گئی، واصف نے اپنے دایاں ہاتھ اُس کے شانے پہ رکھا اور بایاں کمر کے گرد حائل کیا وہ اُسے کچھ دیر یونہی جانچتی نگاہوں سے دیکھتا اُس کے دلکش سراپے کے وجیہہ نقوش اور خال و خد پڑھتا رہا پھر یکدم اُسے اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے پر حدت گرفت میں کر لیا، اُس کی حدتوں سے پر دسترس میں اُس کے مضبوط سینے سے لگی ہولے ہولے لرزتی، خواب کی کیفیت، سحر کے عالم میں تھی واصف نے اس کے چہرہ پہ اپنا چہرہ جھکاتے ہوئے اُس کے احمریں ہونٹوں کو چھوا تھا۔ کچھ نرم، گرم اور پر لطف احساسات کے ساتھ جسم میں جیسے الاؤ جل اُٹھے تھے۔ اُس کی بے ترتیب دھڑکنیں شہر خواب کی جدت اور شدت آمیز خوشبو سے بھیگتی دلفریب لمحوں کی مہربانی سے اپنے آنچل پہ مہکتے ستارے چننے لگی۔

☆☆☆

پلکوں پہ رکھ کر ہونٹ سب خواب چن لئے
سوتے میں پھر کوئی مجھے بیدار کر گیا!!!
ضدی تھا وہ تو میں بھی بلا کی انا پرست
آیا تھا وہ جیتنے مگر ہار کر گیا!!

وہ اکیڈمی سے واپس آ رہی تھی جب گاڑی ڈرائیو کرتا وہ اُس کے پاس سے گزرا تھا اور وہ گاڑی کو سیدھا پارک میں لے گیا تھا۔ جویریہ کے قدم خود بخود اُس کے تعاقب میں پڑنے لگے تھے۔ وہ گٹار لے کر گاڑی سے نکلا تھا درختوں پھولوں کی خوش رنگ اور سرسبز راہداری کے درمیان سے گزرتا ہار سنگھار کے درخت کے نیچے ایک بنچ پہ بیٹھ گیا۔

وہ گہری سوچ میں گم پھولوں کو اجنبی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اُس کی شخصیت ویسی ہی دلآویز تھی جیسے پہلے تھی مگر آنکھوں کی جوت بجھی ہوئی تھی، وہ اُس سے کچھ فاصلے پر رُک گئی اور اُسے مخاطب کرنے نہ کرنے کی کشمکش میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں پھنسائے اُلجھی کھڑی تھی۔ جبکہ وہ گٹار سیدھا کر کے اُس پہ ناخنوں سے جھنکار کا اُداس تاثر

www.pkdigest.com

پیدا کر رہا تھا۔
''ہیلو'' وہ چند قدم طے کر کے اُس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔
''ہیلو'' وہ جیسے خواب کی کیفیت سے جاگا تھا بہت تحیر سے دیکھتا رہ گیا۔
جارجٹ کا بیک ٹراؤزر اور شارٹ شرٹ کے ساتھ میچنگ اسکارف جو لاپروائی سے گلے سے لٹکایا ہوا تھا شہد رنگ بالوں کی خوبصورت لٹیں جو چہرے کے اطراف میں جھولتی اُس کے حسن میں مزید اضافہ کر رہی تھیں وہ ایک بار پھر اُس کے حواس پہ چھانے لگی تھی۔
''کیسے ہیں آپ'' اُس نے دھیرے سے پوچھا تھا۔
''تمہیں کیسا نظر آ رہا ہوں'' وہ اپنی خوش نما آنکھوں کو اُس کے چہرے پہ ٹکائے ایسے انداز میں بولا کہ جویریہ خفیف سی ہو گئی اور چند لمحے اسی خاموشی میں گزرے تھے۔
''آپ گٹار بجا لیتے ہیں'' وہ کچھ اور نہ کہہ سکی یونہی کہہ گئی۔
''ظاہر ہے بجا لیتا ہوں''۔ جو جتانے والے انداز میں بولا تو وہ ایک بار پھر چپ سی ہو گئی۔
''کیا کہوں؟ کیسے بات شروع کروں؟ کس طرح کہوں کہ معیز رضا میری زندگی میں کوئی اور نہیں ہے میرے دل و ذہن کے سب راستے خالی اور خوابوں کے سب در کھلے ہیں تم جس در، جس راستے چاہو مجھ تک آ جاؤ''۔ وہ بہت پریشانی اور اُداسی سے سوچ رہی تھی اور معیز رضا کے دل کا عجب حال تھا اور قیامتوں کے زیر اثر بہت ضبط سے یہ لمحات خود پہ تحمل رہا تھا جویریہ کو سامنے پا کر اس کی سانسیں پھر سے ضد پہ اڑ گئیں اور شہروں کے سارے موسم اُس پذیرائی پہ تیار ہو گئے۔ اُس کا دل جویریہ کی محبت سے دستبردار ہونے کو بالکل تیار نہ تھا۔
جس گاؤں نہیں جانا اُس کے کوس کیا گننا جب یہ طے ہے کہ تمہاری زندگی، خواہشات کسی اور سے وابستہ ہیں تمہاری چاہتوں کا حقدار موجود ہے خود کو خوامخواہ اذیت دینے سے کیا فائدہ؟'' اُس کی آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں تھیں وہ یکلخت گٹار پکڑ کر اُٹھا۔
''آئم سوری، مجھے کچھ کام ہے میں چلتا ہوں''۔
معیز رضا کہہ کر رُکا نہیں تیز قدم اُٹھاتا دور ہو گیا اور وہ حیرت زدہ دیکھتی رہ گئی کچھ دیر بعد بے بسی اور شکستگی کے احساس نے اُس کی پلکیں نم کر دیں۔

☆☆☆

شام ڈھلے جب سارے پرندے لوٹتے ہیں، رو پڑتے ہیں
اُس کی قسمیں، اُس کے وعدے، سوچتے ہیں، رو پڑتے ہیں
اُجڑا کمرا، بکھری چیزیں، بوجھل دل اور بھیگی پلکیں
اپنی حالت دیکھ کر اکثر ہنستے ہیں، رو پڑتے ہیں
واصف واش روم میں تھا اُس کا موبائل ڈریسنگ ٹیبل کے آگے رکھا تھا۔ زوباریہ گیلے بال سلجھانے اٹھنے لگی۔ تو موبائل کی بجنے لگی اُس نے واصف کے موبائل سے کبھی کسی کا فون اٹینڈ نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے موبائل پہ ہمیشہ Answering لگائے رکھتا تھا۔ اور Recent calls خود ہی چیک کر لیتا تھا سکرین پر رحما کا روشن دیکھ وہ رہ نہ سکی اور yes کا بٹن پش کر دیا۔
''ہیلو واصف، میں پرسوں پاکستان پہنچ رہی ہوں رات ایک بجے کی فلائیٹ سے''۔
پیغام ریکارڈ ہو گیا تھا۔ وہ ایک دم سے ساکت سی رہ گئی۔
''رات کیسی خوبصورت تھی کتنے حسین خواب کے سحر میں گزری تھی اِک انوکھی اور دلآویز خوشبو نے اُس کے گرد حصار باندھے رکھا تھا اور اس ستاروں جیسے دامن بھرتی رات کی صبح کیسی ظالم اور سیاہ تھی۔
"Zobaria are you OK"
واصف تاول سے بال پونچھتا واش روم سے نکلا تو اُسے گم صم بیٹھا دیکھ کر نرمی سے بولا۔
اُس نے بڑی خاموشی سے موبائل اُس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ واصف نے نا سمجھنے والے انداز میں اُس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا پھر موبائل چیک کرنے لگا۔
چند لمحوں بعد ہی اُس نے بے اختیار چہرہ اُوپر کر کے زوباریہ کی طرف دیکھا تھا وہ آنکھوں میں آنسو لیے اُسے دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں دکھ، شکست اور سب کچھ کھو دینے کے احساسات اتنے واضح تھے کہ وہ زیادہ دیر اُس کی طرف دیکھ نہ سکا اور موبائل واپس رکھ کے ہینگر شدہ شرٹ پہنتے ہوئے خود کو compose کرنے کی کوشش کرنے لگا۔
شرٹ کے بٹن بند کر کے بالوں کو سنوار کے قدرے پُرسکون اور نارمل انداز میں بولا تھا۔
''تم اپنی تیاری مکمل رکھنا، میں شام کو......'' وہ کہتے کہتے اچانک چپ ہو کے ہونٹ بھینچ گیا۔ زوباریہ کے آنسو بہت تیزی سے پھسل کر رخسار کو تر کرنے لگے تھے۔
''رونا بالکل نہیں، تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اس رات کی نوازش پانے کے بعد اب کچھ نہیں کہو گی'' اُس کا لہجہ بالکل ہموار تھا۔
''جبری قرب، لمحاتی محبت میری برداشت سے باہر ہے اور تم خود سوچو کیا میں ہی ایک اچھا مرد ہوں دُنیا مجھ پر ختم تو نہیں ہو گئی۔ کل کو تمہیں مجھ سے اچھا اور بہترین شخص ملے گا۔ پھر یہ چار روزہ تعلق تمہیں ایک دم فضول اور بوگس لگے گی ہنسی اُڑاؤ گی تم ان جذباتی feelings کی'' وہ اُسے جدائی کے راستے سمجھا رہا تھا۔ اُس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی وہ انہی آنسوؤں سے بھرے لہجے میں دُکھ سے

''دُنیا میں بہت سے اچھے مرد ہوں گے مجھے

انکار نہیں مگر میری زندگی میں صرف تم ایک شخص آئے ہو۔ کوئی اور شخص کتنا اچھا ہو مجھے مطلب نہیں۔ وہ بہترین ہونے کے باوجود واصف دُرانی تو نہیں ہو گا۔ واصف دُرانی جس سے میری سانسوں، میری دھڑکنوں نے ٹوٹ کر محبت کی ہے''۔
''Please stop it ہمارے درمیان یہ سب پہلے دن سے طے تھا۔ تمہارے دل نے میرے حوالے سے جو سوچا جو چاہا مجھ سے جو محبت کی اُس کے لیے میں تمہاری قدر کرتا ہوں مگر تمہارے اس یک طرفہ پیار کے جواب میں ویسا ہی ردعمل دینا میرے لیے ناممکن ہے اور مجھے اب کچھ کہنا ہے نہ سننا ہے تم اپنی تیاری مکمل کر و جانے کی میں وکیل سے مل کر ڈائیورس پیپرز تیار کراتا ہوں''۔ وہ حد درجہ سنجیدہ اور خشک لہجے میں سپاٹ تاثرات کے ساتھ کہتا کچن اُٹھا کر آگے بڑھا اور دروازہ پار کرنے سے قبل ایک دفعہ پیچھے مڑ کر دیکھا وہ بے یقینی سے دیکھتی وہیں کھڑی تھی واصف تیزی سے نکل گیا۔ زوباریہ کا وجود ایک دم سے بے جان سا ہو گیا۔ اور سننے، سمجھنے، سوچنے کی حسیات مفلوج ہونے لگی تھیں۔ کمرے میں موجود ہر شے پل میں اجنبی لگنے لگی۔ ''ہر تعلق بودا نکلا۔ ہر چیز بیگانی ہے۔ تو جدائی کا موڑ آ گیا چاہت کی بساط سمیٹ لی گئی۔ راستے جدا ہونے لگے ہیں۔ کانٹوں سے اَٹے راستے پہ چلنے کا موسم آ گیا۔ وہی آنچل جس پہ اُمید، خواب اور مان کے جذبات رکھے چاہتوں کے پھول سجائے تھے اُسے دُکھ، درد سے لبریز کر کے یہاں سے نکال دی جاؤں گی'' وہ اشکبار آنکھیں لیے سوچ رہی تھی۔

(باقی اگلے ماہ)

www.pkdigest.com

چوتھی اور آخری قسط

موسم گل کے دستک

فوزیہ غزل

اُسے آج علم ہوا تھا خواہشات رنگین تتلیوں کی طرح ہوتی ہیں جن کے رنگ آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں مگر ان رنگوں کو زندگی کے کینوس پر منتقل کرنا اتنا آسان نہیں، وہ اس کوشش کو کامیاب کرنے کے لیے اپنے وجود کو زخم زخم کر کے خوابوں کو عذاب اور محبت کو اذیت بننے سے نہ روک سکی تھی، اُس کی محبت کی بساط بہت اچانک اور چپکے سے سمٹ گئی تھی اور وہ اسی حیرت وصدمے میں سن سی بیٹھی تھی۔

"میں تمہیں کیسے بتاؤں واصف کہ رشتے بدن پہ پہنے کپڑے نہیں ہوتے، کہ انہیں بدن سے علیحدہ کر دیا جائے۔ دل کا رشتہ تو ایسا عجیب رشتہ ہے کہ نہ دل سے اُترتا ہے نہ زندگی سے نکلتا ہے۔ تم تو مجھے اپنی زندگی سے نکال دو گے لیکن میں تمہیں اپنے دل سے کیسے نکالوں گی"۔ سوچ کر اُس کی رگیں درد سے کٹنے لگیں۔

"یہ وہ گھر تھا جس کے در و دیوار نے میری سونی ہتھیلیوں پہ دھڑکتی دعا کے ساتھ ہی میرے خوابوں کو تعبیر کے لیے سسکتے دیکھا تھا۔ یہاں قدم رکھتے وقت میرے اندر خواہشوں، محبتوں اور تمناؤں کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔ اس گھر کے گوشے گوشے میں میرے بے قرار قدموں کے نقش ہیں یہاں ڈھلتے چڑھتے روز و شب نے میرے لبوں پہ ایک ہی دُعا ایک ہی خواہش مچلتی دیکھی۔ اُس شخص کی محبت جس کی پہلی نگاہ نے میرے اندر اضطرابیوں کے لمحے لگا دیے تھے جس کے لیے میں نے خلوص دل سے اچھائی چاہی تھی۔ اس پھولوں اور درختوں سے گھرے خوبصورت سفید سنگ مرمر کے بنگلے میں قدم رکھتے ہوئے میں نے دل کی تمام تر شدتوں سے ایک ہی دعا مانگی تھی۔

"بے شک یہ تعلق ایک جھوٹ ہے ڈرامہ ہے لیکن تو اسے حقیقت میں بدلنے پر قادر ہے یارب میرے اس خواب کو حقیقت بنا دے"۔

مکمل ناول

---

www.pkdigest.com

مضبوطی سے قدم اُٹھائے مکمل استحقاق سے میرا ہاتھ پکڑے کے جب مجھے میرے اور اپنے وجود کا رشتہ و تعلق سے وابستہ اعتماد بخشا "یہ زوبار یہ واصف"۔

یہ فقرہ میری سماعتوں میں اُترا اور میرے دل کی بستی بڑی خاموشی سے تسخیر ہو گئی۔ بے شک واصف دُرانی کے لیے اس تعلق کی اہمیت خانہ پری سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن مجھے اُس وقت یہ کاغذی دُنیا کی سب سے بڑی حقیقت لگ رہا تھا، کسی نے سچ کہا ہے کہ عورت اپنا پہلا پیار نہیں بھولتی اور مرد اپنی زندگی میں آنے والی پہلی عورت" کتنا ہنسی تھی میں یہ سن کر آج کتنا روئی ہوں اس کی حقیقت جان کر۔ واصف دُرانی میرا پہلا پیار ہے میں اُسے مر کر بھی نہیں بھلا سکتی اور رحماء اُس کی زندگی میں آنے والی پہلی عورت جسے میری قربتیں، محبتیں اور حسن بھی بھلا نہیں سکتا۔ بھول ہو گئی تو صرف میرے جذبات، میری چاہت، میری خواہشات کے متعلق اور میں اک فضول، بے کار بوجھ کی مانند اس گھر سے باہر پھینک دی جاؤں گی۔ اور یہی در و دیوار، یہی گھر، یہی مکین میری ذلت و خواری کا تماشہ دیکھ کر ہنسیں گے"۔ وہ اس وسیع و عریض گھر کے کوریڈور میں چلتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"اس سے پہلے کہ تم یہ سب کرو میں خود اپنی عزت، محبت اور وقار بچا کر لے جاتی ہوں"۔ وہ ایک بار پھر واصف دُرانی کے بیڈ روم مین چلی آئی۔ اُس کے چہرے پر خاموش آہوں کا ملال تھا وہ نظر اُٹھا کر پورے کمرے کو دیکھ رہی تھی پھر کارنس پہ سجی اپنی ولیمے کی تصویر کو ٹکٹکی باندھے محویت سے دیکھتی رہی اس تصویر کے فریم پہ حسرت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اُس نے اپنے ہمراہ مسکراتے چہرے والے وجیہہ اور پر کشش شخص کو محسوس کرنے کی کوشش کی۔ واصف دُرانی کے پھینکے گیلے تولیے کو پکڑ کر اُس کے ہاتھوں کا لمس ڈھونڈنا چاہا پھر اُس کی شرٹ کو اُٹھا کر رُخسار سے لگا لیا۔ "کتنی اُمیدیں، کتنی خواہشیں وابستہ تھیں اس اک شخص سے کتنا مختلف لگا تھا یہ عام مردوں سے، جسے پہلی بار دیکھ کر دل نے کہا تھا جینا ہے تو اس کی چاہتوں میں، زندگی ہو گی تو اسی کے ساتھ، یہ نہیں تو ہم زندگی چھوڑ دیں گے"۔

اسے چاہا تمام تر شدتوں، محبت کے ساتھ، اور یہ ان چاہتوں کو کتنے آرام، کتنی سفاکی سے نیست و نابود کر گیا۔ وہی وجود جو محبتوں، اُمیدوں کی لو سے جینے کی امنگ پاتا تھا اب مایوسی کے کتنے طوفان، کتنے جھکڑ ہیں جو اس وجود کو بھربھری ریت کی مانند ڈھاتے جا رہے ہیں" اُس کے ہاتھوں میں ایک بار پھر واصف دُرانی کی خوبصورت تصویر تھی اور چہرہ تھا کہ آنسوؤں سے بھیگا جا رہا تھا۔

"کتنی بے خبر تھی میں خواب سجاتے ہوئے مجھے پتا ہی نہ چلا کہ میرے خوابوں پر عذابوں کا پہرا لگ گیا ہے"۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

سُن اے دلِ بے خبر
دشتِ غم کے سفر
قسمت میں اب لکھے جا چکے
سرمئی رات کی بے خواب
آنکھوں نے نور کے سارے دیے کھو دیے
آرزو کی اَن چھوئی تتلیاں
اجنبی دیس کی منڈیروں پہ جا کر سو گئیں
دل کے نرم جذبے
بے بسی کی جلتی لے میں پگھل گئے
اولیں عمر کے نوخیز شگوفے
بھری بہار میں جل گئے
زندگی کے رنگ سارے
ہجر کی ہوا بہار کے لے گئی
تقدیر دُکھ سارے
ہاتھوں میں دے گئی
تیری تمناؤں کے گھر میں
قیام کسی اور کا ہو چکا
ہر سپنا تیرا

بدنصیبی کے خانے میں سوچکا

☆☆☆☆

وہ آج آفس آنا نہیں چاہتا تھا مگر آج ایک فارن ڈیلیگیشن سے سے اہم میٹنگ تھی آنا مجبوری تھی مگر اس کا ذہنی تناؤ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ وہ آفس کے باہر سے ہی گاڑی واپس لے گیا۔ وہ خود کو کسی بھی قسم کی ایکٹیویٹی کے لیے بالکل تیار نہ پا رہا تھا وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کے باوجود سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ اُس کے تفکر و تخیل کے تمام پردوں پر زوبار یہ کا قبضہ تھا اُس کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ شکست خوردہ خوابوں کی دُھند سے بھری ویران آنکھیں لئے وہ اُسے دیکھ رہی تھی، پوچھ رہی تھی۔

"میرا کیا قصور ہے میں نے بہت محبتوں بہت چاہتوں، بہت خلوص سے تمہیں چاہا تھا ان چاہتوں کی سزا یہ تو نہ تھی۔ محبت تو صرف محبت کے دم سے جیتی ہے اور جب محبت ہی نہ ہو گی تو میں کیسے جیوں گی، تم کیسے جیو گے۔ وہ محبتیں جن کا تمہیں بھرکا سہی، رات بھر سہی مگر تم نے برتا تو ان محبتوں خوشبو اور لطافت کو کیسے بھلاؤ گے۔

واصف درانی محبت اتنا برا کام اتنا بڑا گناہ نہ تھا جتنی بڑی سزا تم نے مجھے دی ہے۔ زندگی سارے دروازے بند کرتے اپنی محبتوں کا حق سے چھینتے تمہیں مجھ پر ذرا ترس نہیں آیا"۔

اُس نے اسٹیرنگ وہیل پہ رکھے دو ہاتھوں پہ سر گرا لیا تھا۔

"تمہارے یہ آنسو مجھے جینے نہیں دیں گے تم مجھ سے محبت کرتی ہو اور مجھے تم سے محبت ہو یا محبت کے طفیل تمہیں رکھ کر میں منافقانہ زندگی گزر ہوں یہ ضروری نہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا تمہارے لیے میرا دل کیسا سوچتا کیا چاہتا ہے اور خود کو دل بہلاوے پہ چھوڑنا بھی نہیں چاہتا کہ محبت کوئی سمجھوتہ نہیں کہ دل کوئی چوراہا کہ جو آئے گزرتا سفر کر جائے۔ تم دُکھی ہو تو یہ دُکھ تم نے خود اپنی قسمت میں

ابنِ انشاء کی کتابیں

طنز و مزاح۔ سفرنامے

- اُردو کی آخری کتاب۔
- آوارہ گرد کی ڈائری،
- دُنیا گول ہے۔
- ابن بطوطہ کے تعاقب میں
- چلتے ہو تو چین کو چلئے،
- نگری نگری پھرا مسافر،

شعری مجموعے

- چاند نگر
- اس بستی کے اک کوچے میں
- دلِ وحشی

طنز و مزاح

- باتیں انشا جی کی،
- دخل در معقولات،
- آپ سے کیا پردہ،
- بقلم خود،

لاہور اکیڈمی ۲۰۵ سرکلر روڈ لاہو

لکھا ہے۔ میں تمہارا مجرم یا جوابدہ نہیں کہ میں نے پوری ایمانداری کے ساتھ جو کام جیسے کہا تھا ویسے کیا ہے"۔

وہ خود کو بری الذمہ قرار دینے کی پوری کوشش کر رہا تھا تاویلیں گھڑ گھڑ کر اپنے دماغ اور دل کو سمجھا رہا تھا۔ لیکن دل پھر بھی کسی سرکش گھوڑے کی مانند انجانے راستے پہ اک شناسا سی خوشبو کے تعاقب میں بنا کچھ سنے لپکتا جا رہا تھا یہ کہتے ہوئے

میرے نام کی ایک خوشی تو اُس جھولی میں ڈال
دُکھ جس کے پاس بہت ہے اللہ سائیں دیکھ

☆☆☆

عجیب ہجوم تھا بے چینیوں کا سینے میں
ہم اپنی بھیڑ میں تیرا خیال کھو بیٹھے
کبھی یہ لگتا ہے مجھ کو، میں ایسا تاجر ہوں
جو راستے میں ہی اپنا سب مال کھو بیٹے

کتنی عجیب ہوتے ہیں یہ دل کے معاملے بھی جس میں ایک دل ہمیشہ طالب اور دوسرا مطلوب رہتا ہے بعض اوقات کا سئہ طلب دل کسی کی سمت بڑھا ہی نہیں پاتا اور کبھی بڑھا بھی دے تو پھر بھی خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ زندگی اُلجھ کر رہ جاتی ہے درد و اذیت سے اور اس اُلجھاؤ کو سلجھاؤ کا راستہ نہ ملے تو تقدیر میں اُداسیوں کے موسم طویل ہوتے جاتے ہیں، مگر اُلجھنیں سلجھانے کا کام کرے کون۔

"دل کہتا ہے وہ سب مذاق کے موڈ میں آزمانے کو کہہ گئی، ہوگی مگر دماغ دل کی ہر تاویل کو فوراً سے پیشتر رد کر دیتا ہے اور پریشانی بڑھتی جا رہی تھی"۔ وہ خود سے بزبان خموشی مخاطب تھا۔

اُداس شاموں سے دوستی اتنی اچھی نہیں ایسا نہ ہو یہ اُداسیاں رُتوں سے نکل کر تمہارے وجود میں سیراپا نے لگیں" لائبہ نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ بھی بجھے بجھے انداز میں مسکرا دیا۔

"کوئی پرابلم ہے تو مجھ سے کہہ دو"۔ وہ اُس کے اُداس چہرے کو دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

"No Problem" معیز رضا نفی میں سر ہلا گیا۔

"تو میرے سجیلے سے بھائی کی یہ خوبصورت آنکھیں سُرخی لیے اور پریشان کیوں ہیں؟" وہ بہ غور اُسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"آج کل کام کا لوڈ بہت ہے۔ نیند پوری نہیں ہوتی اور تو کوئی بات نہیں"۔ وہ بولا۔

"نیند پوری نہیں ہوتی یا نیندیں کسی نے چرا لی ہیں اور ایسا ہے تو مجرم کا نام بتاؤ ہم فوراً اُسے داخلِ جرم کر کے سزا کا فیصلہ سنائیں"۔ وہ نیم مزاحیہ انداز میں بولی۔

پھر یکسر سنجیدگی کا لبادہ اوڑھتے ہوئے بولی۔

"دیکھو معیز اگر معاملہ دل کا ہے جو کہ میرے خیال میں یقیناً ہے تو پھر ہم حاضرِ خدمت ہیں تم اپنی تشویش بیان کرو ہم سدِ باب کریں اُلجھنیں ہمیشہ سلجھانے سے سلجھتی ہیں"۔

"اور اگر سلجھاؤ کا راستہ ہی نہ ہو تو" وہ نگاہ اُٹھا کر بولا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا ہر ناکامی کے پیچھے کامیابی اور ہر مشکل کے پیچھے آسانی ہوتی ہے اسی طرح ہر اُلجھن کی کوئی نہ کوئی سلجھن ہوتی ہے۔ اور بالفرض نہ بھی ہو تب بھی باہمی مشاورت سے راستہ نکالا جا سکتا ہے۔ تم بتاؤ تو سہی معاملہ ہے کیا"۔ لائبہ احساس اپنائیت و خلوص سے بولی تو وہ سرد آہ بھر کے کچھ پل سوچتے رہنے کے بعد بولا تھا۔

"مجھے وہ پہلی بار نظر آئی تو میں پہلی نگاہ میں دل ہار گیا یہ جانے سوچے بغیر کہ وہ کون ہے کیا نام ہے کیا حسب و نسب ہے محبت کر بیٹھا۔ محبت بھی عجیب جنوں خیز اور بہت سے خواب بن ڈالے اُس کے حوالہ سے بہت سے خیال منعکس کر بیٹھا اپنے شیشۂ دل میں اُسے بتایا تو پتا چلا کہ وہ کہیں اور Commeted ہے بس کہانی ختم مگر ٹوٹے خوابوں

کی کرچیاں چبھتی تو ہیں پھر اذیت بھی جھیلنا پڑتی ہے نہ بس اس عمل سے گزر رہا ہوں"۔ وہ ایک لمحے کو رُکا "میں امی سے میں نے کہا بھی تھا کہ وہ اُس کے متعلق سب کچھ معلوم کر کے بات چلائیں اُنھوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا اُس کے گھر سے آ کر اور ملتان چلی گئیں"۔

"تم جویریہ کی بات تو نہیں کر رہے ہو" لائبہ نے کسی قدر چونکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"تمہاری Sense of Judgement اچھی ہے" وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"امی نے پہلی ملاقات میں سب معلومات حاصل کر لی تھیں تمہیں بتانا اُنہیں یاد نہیں رہا ہوگا۔ جویریہ نہ تو انگیجڈ ہے نہ کہیں انوال یہ جانتے ہی انھوں نے اشارتاً رشتے کا کہا تھا اور دُرانی انکل، راحیلہ آنٹی کا رویہ بھی حوصلہ افزا ہی تھا۔ آپ سے اگر جویریہ نے کوئی ایسی ویسی بات کہی تو وہ یقیناً مذاق میں کہا ہے پھر بھی میں ایک بار اُس سے مل کر سب کچھ کلیئر کر لوں گی۔ اب تم ٹینشن چھوڑو۔ اپنے چہرے پہ پھیلی اُداسی دُور کر کے مسکراؤ سب میں بیٹھ کر ہنسو بولو اور Trust in God اللہ ہے ناں، وہ سب بہتر کرے گا"۔

وہ بڑے رسان سے اُسے سمجھاتے ہوئے بولی تھی اور وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے خود کو قدرے ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔

☆☆☆

"اس گھر کے مکینوں کی صبح بارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتی تھی اور سب کی نظروں میں تماشہ بننے سے بہتر ہے کہ میں اپنی رسوائی کا بار سمیٹ کر لے جاؤں قبل اس کے کہ تم یہ سب کرو۔ میری عزت، محبت اور وقار کو داؤ پر لگا دو مجھے خود اپنی انا کا بھرم رکھنا ہے"۔ اُس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا پھر اپنی شادی کی تصویر وہیں رکھ دی۔

"جب تم نہیں تو شیشے میں قید کاغذ کا یہ بے جان ٹکڑا کس کام کا" اس کے آنسو رواں تھے وہ آخری نگاہ ڈال رہی تھی ہر اُس چیز پر جو اُس کی اپنی تھی شام تک اجنبی ہو جاتی۔

"کیا کچھ تھا اس گھر سے وابستہ خواب، خواہش، امیدیں، ارمان، تمنائیں، محبتیں، کتنا کچھ لٹایا تھا اس کے بے رحم، بے فیض مکینوں کے حوالہ تعلق و انسیت میں پڑ کر، اور کتنی اضطرابیاں، اذیتیں محرومیاں اور تشنگی سمیٹی تھی، یہاں قدم رکھتے ہوئے دل کو کتنی شادابیاں اور روح کو کسی شادمانیاں گھیرے ہوئے تھیں اور یہاں سے قدم نکالتے ہوئے۔ کسی اُداسیاں، آنسو، درد، دامن و دل کو بوجھل کیئے ہوئے ہیں؟

محبت اور جدائی، محبت اور بیوفائی اور اس کے درمیان کا کانٹوں بھرا راستہ جو طویل اور تکلیف دہ ہی نہیں شرمناک بھی تھا اور یہ راستہ بھی کسی خوشی نے نہیں مجبوری نے طے کرایا تھا۔ اور محبت کا یکطرفہ راستہ طے کرتے ہوئے سوچا ہی نہ تھا کہ دوسری جانب سے بھی کسی کے قدم ہماری طرف اُٹھتے ہیں یا نہیں بس اپنی لے میں چلتے درد سہتے وجود چھلنی کر لیا۔ اور شریانوں سے رِس رِس کر خون خاک کو سرخ کرنے لگا تو خیال آیا ہم کس خواب کا رزق ہو گئے۔ کس امید کے بدلے خود کو دار پہ لٹکا گئے۔

"واصف! مجھے نہیں معلوم میری منزل کہاں ہے یا میں کہاں پہنچوں گی۔ میں اس گھر کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ یہاں سے نکلنے کے بعد مجھے تلاش کی کوشش مت کرنا میں تمہیں اب کہیں نہیں ملوں گی۔ مجھے معلوم ہے تم مجھے چھوڑ دو گے رحماء کو اپنا لو گے پھر بھی دُعا ہے تم جہاں جس کے ساتھ رہو ہمیشہ خوش پر سکون رہو۔ ہاں ایک استدعا ہے اب تو میں تمہاری زندگی میں نہیں ہوں گی آپ نے مجھے اپنا نام دیا ہے یہ تعلق یہ حوالہ جو ہے ہی فقط نام کا اسے قائم رکھنا۔

فقط، زوباریہ

اُس نے چند لائنیں گھسیٹ کر کاغذ بیڈ کے

www.pkdigest.com

دراز میں رکھا اور اُٹھ کھڑی ہوئی بے جان قدم اُٹھاتی آہستہ آہستہ دُرانی ہاؤس کے گیٹ کی طرف جانے لگی گیٹ کے پاس پہنچ کر اُس نے اک آخری نگاہ ڈالی تھی اس شاندار گھر پہ جس میں وہ شاندار شخص رہتا تھا، جس سے محبت کر کے اُس نے دُکھ ہی دُکھ اکٹھے کر لیے تھے۔

اُس کی آخری نگاہ میں درد تھا اذیت تھی ٹوٹے خواب ادھوری خواہشوں اور نا تمام حسرتوں کا ماتم تھا۔ محبت، سسکیاں لے رہی تھی۔

''اب میں یہاں کبھی نہیں آسکوں گی تم سے کبھی مل سکوں گی نہ دیکھ سکوں گی۔ تم سے صرف یاد کا رشتہ رہ گیا باقی بندھن اجنبی ہو گئے۔ اگر یہ جدائی نہ ہوتی تو کیا ہوتا یارب'' اُس کا سارا وجود جل اُٹھا اور گرم گرم لاوا آنکھوں سے بہہ نکلا تھا، اُس کی آخری نگاہ درد سے بوجھل پلٹ رہی تھی۔

کسی کو الوداع کہنا بہت تکلیف دیتا ہے
اُمیدیں ٹوٹ جاتی ہیں
یقین پر بے یقینی کا کہر کچھ ایسا چڑھتا ہے
دکھائی کچھ نہیں دیتا، سجھائی کچھ نہیں دیتا
دعا کے لفظ ہونٹوں پہ مسلسل کپکپاتے ہیں
کسی خواہش کے اندیشے
ذہن میں دوڑ جاتے ہیں
گماں کچھ ایسے ہوتا ہے
کہ جیسے مل نہ پائیں گے
یہ گہرے زخم فرقت کے
کسی سے سل نہ پائیں گے
کبھی ایسا بھی ہو یارب
دعائیں مان لیتا ہے
تو کوئی معجزہ کر دے، تو ایسا کر بھی سکتا ہے
میرے ہاتھوں کی جانب دیکھ
اُنہیں تو بھر بھی سکتا ہے
جدائی کی یہ تیکھی دھار دلوں کا خون کرتی ہے
جدائی کی نوبت سے
میرا دل اب بھی ڈرتا ہے
جدائی دو گھڑی کی ہو تو کوئی دل کو سمجھائے
جدائی چار پل کی ہو تو کوئی دل کو بہلائے
جدائی عمر بھر کی ہو
تو کیا چارہ کرے کوئی
کہ اک ملنے کی حسرت میں
کب تک جیئے کوئی
میرے مولا کرم کر دے
تو ایسا کر بھی سکتا ہے
میرے ہاتھوں کی جانب دیکھ
انھیں تو بھر بھی سکتا ہے

☆☆☆

جویریہ نے اُٹھتے ہی حسب معمول اسٹڈی روم کا رُخ کیا کیونکہ زوباریہ اُس کے اُٹھنے سے قبل یہیں مطالعہ کرتی ملتی تھی۔ مگر آج وہ وہاں نہ تھی۔

''حیرت ہے کہ ابھی اُٹھی نہیں، بھابی تو خاصی سحر خیز ہیں'' اُس نے پر سوچ انداز میں اُن کے بیڈ روم میں جھانکا وہاں گہرا سناٹا تھا پھر لاؤنج، ڈرائنگ روم، ڈائننگ روم، اسٹڈی، کے علاوہ تمام کمرے چھان ڈالے کچن دیکھا لان کا چکر لگایا زوباریہ کہیں نہ تھیں۔

ملازم سے پوچھا ''تم نے زباریہ بھابی کو دیکھا ہے''۔

''جی وہ تو گیارہ بجے کہیں گئی تھیں بہت رو رہی تھیں'' چوکیدار نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

''کیا؟ رو رہی تھیں، کچھ بتایا نہیں کہاں جا رہی تھیں'' جویریہ نے اُلجھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں جی'' جویریہ نے پیشانی کو مسلتے ہوئے کچھ سوچا پھر بھاگتی ہوئی ماما کے بیڈ روم میں آئی۔

''امی بھابی نہیں ہیں پورے گھر میں ڈھونڈ لیا میں نے، وہ کہیں نہیں ہیں'' اُنھیں جھنجھوڑتے ہوئے وہ بدحواس سی ہو رہی تھی۔

''کہاں جائے گی۔ واصف کہیں لے کر گیا

ہوگا اُس کے کمرے میں دیکھو' Message چھوڑ کے گئی ہوگی''۔ وہ اُٹھ کر بولیں۔

بھائی کے ساتھ نہیں اکیلی گئی ہیں آپ سے میں نے کہا تھا کہ بھائی اور بھابی کے درمیان کوئی مسئلہ چلا رہا ہے مگر آپ نے یقین نہیں کیا اور آج وہ بنا کسی کو کچھ بتائے چلی گئیں''۔ جویریہ روہانسی ہو گئی بولتے ہوئے۔

''چوکیدار سے پوچھا تم نے'' بیگم درانی سلیپر پہنتے ہوئے بولیں۔

''پوچھ لیا ہے اُسے صرف اتنا کہا ہے کہ وہ واپس نہیں آئیں گی۔ یہ نہیں بتایا جا کہاں رہی ہیں''۔

''تم پریشان مت ہو۔ میں دیکھتی ہوں'' وہ باہر نکلیں۔

سارا گھر اچھی طرح دیکھ لینے کے بعد بیگم دُرانی کا ماتھا بھی تشویش سے ٹھنکا۔

''جویریہ واصف کے سیل پر رابطہ کرو'' وہ انتہائی سنجیدہ آواز میں بولیں۔

''بات کریں'' جویریہ نے نمبر ملا کر موبائل انہیں پکڑایا۔

''واصف تم کہاں ہو؟'' وہ اُسی سنجیدگی سے بولیں۔

''آفس میں'' کیوں خیریت؟

''زوباریہ کہاں ہے؟''

''گھر میں ہوگی اور اُسے کہاں ہونا ہے؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''وہ گھر میں نہیں ہے'' وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے بولیں۔

''گھر میں نہیں تو کہاں ہے؟'' وہ چونک اُٹھا۔

''یہ تم بتاؤ گے کہاں ہے اور یہ بھی کہ تمہارے درمیان آج کیا ہوا ہے؟'' اُن کی آواز میں سختی در آئی۔

''کچھ نہیں ہوا بھلا کچھ ہوتا تو آپ کو علم نہ ہوتا؟'' واصف کا انداز اُلجھا ہوا تھا۔

''کچھ نہیں ہوا تو زوباریہ گھر کیوں چھوڑ گئی ہے'' اُس کے انجان بننے پر وہ بگڑ کر بولیں۔

''What? زوباریہ گھر چھوڑ گئی کب؟'' وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

''تم گھر سے اُسے کیا کہہ کر گئے تھے؟''۔ اُس کا سوال نظر انداز کر کے اُنھوں نے پوچھا۔

''کچھ نہیں، میں نے کیا کہنا ہے'' وہ مدافعتی انداز میں پریشانی سے بولا۔

تو پھر فوراً گھر پہنچو'' وہ کال ڈراپ کر کے دُرانی صاحب کو بتانے لگیں۔

''آپ لوگوں نے کیا بھگدڑ مچائی ہوئی ہے صبح صبح''۔ عامر آنکھیں مسلتا ہوا گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھا۔

''بھابی گھر چھوڑ کر چلی گئیں'' جویریہ نے نظریں چراتے ہوئے کہا تو اُس کا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔

''پاگل تو نہیں ہو گئی تم، جو اول فول بک رہی ہو'' خود کو سنبھالتے ہی وہ بگڑ کر بولا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہی ہے'' بیگم دُرانی کے کہنے پر وہ واقعی بھونچکا رہ گیا۔

''بھائی کو علم ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اُنھیں کہیں لے گئے ہوں''۔ اب وہ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''پوچھا ہے اُنہیں کوئی خبر نہیں اور اپنا سیل بھی اس نے مسلسل آف کر رکھا ہے۔ سیل پہ رابطہ نہیں ہو رہا''۔ وہ بتا کر اپنے ناخن دانتوں سے کترنے لگی۔

''اس شہر میں تو اس کا کوئی عزیز رشتے دار بھی نہیں پھر کہاں اور کس وجہ کے تحت گئی ہوگی'' پریشانی اس وقت سب کے چہروں سے مترشح تھی۔

☆☆☆

وہ سڑک پر اپنے بے جان جسم کو گھسیٹتے گھسیٹتے تھک گئی تو کچھ دُور آتی ٹیکسی کو اشارہ کیا رُکتے ہی

www.pkdigest.com

اندر بیٹھ گئی۔

"بیگم صاحب کدھر چلنا ہے"۔ اُس کی قیمتی ڈریسنگ کو دیکھ کر ڈرائیور نے مؤدب انداز میں پوچھا۔

"جہاں مرضی چھوڑ دو"۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے وہ خالی الذہنی میں بولی۔

ڈرائیور نے حیرانگی سے مڑ کر دیکھا۔

"امیر لوگوں کی فرسٹریشن" وہ بڑبڑاتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

دو گھنٹے مختلف روٹس پر گھماتے وہ ایک پارک کے سامنے رُک گیا۔

"بیگم صاحبہ ابھی اور گھومنا ہے یا بس"۔

ڈرائیور کے پوچھتے ہی اس نے چونک کر دیکھا اور نفی کے انداز میں سر ہلاتے باہر نکلی پرس سے بغیر گنے رقم نکال کر ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھی اور آگے بڑھ گئی۔

"بیگم صاحب آپ نے شاید غلطی سے ہزار ہزار کے دو نوٹ پکڑا دیے ہیں"۔ وہ پیچھے آتا ہوئے پھولے سانسوں کے درمیان بولا۔

"زوباریہ ٹھٹک کر رُکی اور پرس کے اندر ہاتھ ڈال کر بقیہ تمام رقم بھی اُس کے ہاتھوں پر رکھ دی۔

"یہ بھی لے جاؤ سب لے لو، میں بہت امیر ہوں، مجھے دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔ دُکھ، درد، تکلیف، اذیت، جدائی کا عذاب بہت دولت ہے میرے پاس غم کی۔ مجھے کاغذ کے ان ٹکروں کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو واصف درانی کی ضرورت تھی وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں"۔ وہ پاگلوں کے سے انداز میں بولی تو ڈرائیوں خوفزدہ ہو کر بقیہ رقم وہیں پھینک کر بھاگا۔ زوباریہ وہیں بیٹھ کر ہزار، پانچ سو کے نوٹ اُٹھا اُٹھا کر پرزے کرنے لگی۔ پارک میں آتے جاتے لوگ اس دیوانی لڑکی کو حیرت سے دیکھ رہے تھے کچھ ٹوک دیتے کچھ ٹھٹک جاتے۔ اس عمل سے اُکتا گئی تو آہستہ آہستہ چلتی پارک کے ایک خاموش کونے میں سنگی بنچ پر بیٹھ گئی۔

اُس کے چہرے پہ دُکھ اور ملال کا تاثر بہت گہرا تھا آنکھوں کی جھیلوں میں بہت سے عکس بن بگڑ رہے تھے بہت سے خوابوں کا دھواں اُٹھ رہا تھا، وہ خواب جو اُس نے اپنے دل کے سرزمین پہ بہت چاؤ سے سجائے تھے اور کسی کو سکھ دیتے دیتے خود دُکھوں کا سودا کر لیا تھا، آنسو بہت دھیرے سے اُس کے رُخساروں کو تر کر گئے۔

"Hello miss are you ok I can help you"

کوئی اس کے سامنے رُکتا ہوا نرمی سے پوچھ رہا تھا، وہ بھیگی پلکیں اٹھا کر کچھ دیر اپنے سامنے کھڑے اُس ڈیسنٹ سے شخص کو دیکھتی رہی پھر اُس پہ اعتماد کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے بولی۔

"مجھے لاہور پہنچنا ہے ابھی اور اسی وقت مگر میرے پاس پیسے نہیں جو کچھ تھا وہ لٹ گیا"۔

"اوہ وری سیڈ" اُس نے تاسف سے ہونٹ سکوڑے پھر یکسر فیصلہ کر کے بولا۔

"اگر آپ اعتبار کریں تو میرے ساتھ چل سکتی ہیں اگلے گھنٹے میں لاہور کے لیے ہی روانہ ہونے والا ہوں"۔

"میں بہت مشکور ہوں گی اور اس مجبوری میں مدد کرنے کا اجر آپ کو خدا دے گا"۔

"کوئی بات نہیں انسان ہی انسان کے کام آتا ہے"۔ وہ رسان سے بولا۔

"تو پھر چلیں" وہ اُٹھی۔

"Why not sour" وہ اُس کے ہمراہ قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔

"کتنے خواب تھے میری آنکھوں میں اس شہر میں قدم رکھتے ہوئے اور کتنے عذاب ہیں میرے پاس یہاں سے نکلتے ہوئے"۔ اُس کی آنکھیں پھر سے بھرنے لگیں۔

شب تنہائی میں
وہ جو بڑے سُکھ میں ہے
اُسے کہنا!
کہ رات کا پچھلا پہر ہے
اور ابھی ہم جاگتے ہیں
ہماری آنکھوں سے نیند
کوسوں دُور ہے
ہمارے لب ابھی تک
اُس کے نغمے گنگناتے ہیں
ہمارا ذہن اب بھی
اُس کی باتیں سوچتا ہے تو
کبھی ہم ہنس دیتے ہیں
کبھی جی بھر کے روتے ہیں
شب تنہائی کی یخ بستہ ہواؤ!
اُسے کہنا ہم اب بھی باوضو ہو کر
تمہارا نام لیتے ہیں
اُسے کہنا یا اپنا نقش دھو جائے
یا پھر سے اپنا ہو جائے

☆☆☆

مہوش نے دُرانی ہاؤس میں قدم رکھا تو عجب خاموشی طاری تھی ہر طرف، زوباریہ نے فون کر کے اُسے رحماء کی پاکستان آمد کے متعلق بتایا تھا وہ بہت ڈپریشن کا شکار تھی اُس سے بات کرنے کے بعد سے مہوش کے اندر عجب بے چینی نے شور مچایا تھا۔ وہ کالج سے واپسی پر اسی طرف آ گئی۔ ایک دو دفعہ پہلے بھی وہ زباریہ کے بلانے پر آ چکی تھی اس لیے چوکیدار واقف تھا آرام سے اُسے اندر جانے دیا۔

"جو بات ہوئی ہے اُسے چھپاؤ مت واصف، بنا کسی جھگڑے یا وجہ کے زوباریہ گھر چھوڑ کر نہیں جا سکتی ہے۔" دُرانی صاحب کی تیز آواز نے اُس کے قدم کوریڈور میں ہی روک دیے۔

"زوباریہ آپی دُرانی ہاؤس چھوڑ کر چلی گئیں"۔ اُس کے اردگرد سائیں سائیں ہونے لگی۔

"Beleive me Mama میں اُسے صبح اچھی بھلی چھوڑ کر گیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم اُس نے اتنا بڑا قدم کیوں اٹھایا اگر وہ کسی اور جگہ انوال تھی یا طلاق چاہتی تھی تو مجھ سے بات کرتی مگر ایسے چپ چاپ......" مہوش تیزی سے اندر آ گئی۔

"واہ واصف صاحب واہ، کیا کمال کے ایکٹر ہیں آپ، کاش میرے پاس اس وقت کوئی تمغہ ہوتا تو اس شاندار اداکاری پر آپ کو پیش کرتی۔ میری بہن کی زندگی برباد کر کے اسے کانٹوں میں گھسیٹ کر خود کیسے بچ رہے ہیں۔ بتاتے کیوں نہیں اپنے گھر والوں کو کہ رُحماء سے شادی کرنے کے لیے آپ آپی کو اپنی کاغذی بیوی بنا کر لائے تھے اور اب رُحماء کی واپسی پر اُسے طلاق دے رہے تھے اس لیے وہ چلی گئی کیونکہ وہ یہاں سے اپنائیت کا احساس لیے ہی جانا چاہتی تھی اجنبیت کا نہیں۔ اُسے آپ سے محبت تھی۔ آپ جیسے بے حس اور ظالم شخص سے محبت کر کے میری بہن نے سارے خسارے اپنے نام لکھ لیے اگر وہ نہ ملی یا اُسے کچھ ہو گیا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی" وہ نفرت سے وغصے سے چیخ پڑی سب لوگ کھڑے ہو چکے تھے۔

"کیا کہہ رہی ہے یہ لڑکی، واصف تم بولتے کیوں نہیں"۔ بیگم دُرانی مشکوک ہوئیں۔

"اور یہ رُحماء کا کیا چکر ہے؟"

"بکواس ہے، جھوٹ ہے یہ سب" وہ غصے سے تلملایا۔

"یہ سچ ہے اور اس سچ کا گواہ میں خود ہوں" درانی انڈسٹریز کا منیجر آفاق بولا۔ تو جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا واصف اُسے گھور رہا تھا۔

"واصف تم مجھے اپنی شکل نہ دکھانا جب تک زوباریہ کو ڈھونڈ نہ لو اور مہوش، آفاق آپ میرے ساتھ آئیں ذرا" بیگم درانی خطرناک حد تک سنجیدہ تھیں۔

☆☆☆

"تم لوگوں سے کوئی رابطہ کیا زوباریہ نے" وہ

www.pkdigest.com

مہوش سے مخاطب تھیں۔

"اگر وہ ہم سے کوئی رابطہ کرتی تو میں یہاں کیوں آتی اُس نے کل سے مسلسل اپنا موبائل آف کر رکھا ہے۔ جانے کہاں ہوگی؟"

مہوش کے آنسو پھسل کر رخساروں کو تر کر گئے اور تبھی لاؤنج میں رکھے فون کی بزر بجنے لگی واصف نے آگے بڑھ کر ریسور اُٹھایا تھا۔

"زوباریہ؟ یہ تم کہاں ہو؟ تم، کتنا پریشان کیا ہے تم نے سب کو، بنا بتائے گھر سے غائب ہو کر، تم شام تک میرا انتظار نہیں کر سکتیں تھیں کیا؟"۔ وہ دوسری طرف سے آواز سنتے ہی چیخا تھا۔

بیگم درانی نے چونکتے ہوئے بے اختیار اس کے ہاتھ سے ریسور پکڑا تو سپیکر آن ہو گیا۔ انگلی لگنے سے اور زوباریہ کا غم لہجہ سب کو سنائی دینے لگا۔

"شام کو کیا ہونا تھا واصف۔ نکلنا تو مجھے اس گھر پھر بھی تھا۔ در بدری تو میرا مقدر پھر بھی بنتی۔ جس جگہ پہ جس حیثیت سے میں موجود تھی وہ رحماء کے لیے محض تھی میرے لیے صرف ذلت، رسوائی اور عذاب تھا تیس لاکھ کے بدلے محبت بیچ کر کیسے جیتی کاش میرے پاس تیس لاکھ ہوتے تو اپنی ماں کے علاج کے لیے خوار نہ ہوتی اور تمہارے پیسے تمہارے منہ پہ مارتی۔ واصف محبتیں یوں آسانی سے چھوڑنے والی چیزیں نہیں ہوتی، نہ چھوڑی جاتی ہیں یہ اپنی ماں سے پوچھو جو آج بھی بہن اور بھانجی کے لیے تڑپ رہی ہے۔ یہ میری ماں سے پوچھو جو روز اپنے باپ، بھائی اور بہن کے لیے چھپ چھپ کر آنسو بہایا کرتی تھی جو مجھے دُرانی ہاؤس کی بہو بننے کے عہد سے آشنا کرانے کو کہتی تھی۔

"تم تو اپنی خالہ راحیلہ کی بیٹی ہو۔ انھوں نے تجھے پیدا ہوتے ہی مانگ لیا تھا اپنے بیٹے کے لیے" وہ سسکی۔

"اور میں کہتی تھی بس کریں امی۔ جو رشتے ناتے آپ کو راس نہ آئے مجھے کیسے آئیں گے۔ امی اور خالہ کا خواب میری صورت اس گھر کی تعبیر ضرور بنا مگر اک سودے اک مجبوری کے تحت"۔ زوباریہ کی سسکی اُبھری وہ اپنے آنسوؤں بھرے لہجے میں دوبارہ بولی تھی۔

"اگر مجھے اس گھر سے اپنے خونی رشتے کی نوعیت کا علم ہوتا تو بخدا کبھی جیتے جی اِدھر کا رُخ نہ کرتی اور تمہاری زندگی سے نکلنا بھی میرے لیے آسان ہوتا۔ آج سے پچیس سال پہلے شگفتہ درانی بھی اس گھر سے نکلی تھی اور میں بھی نکلی ہوں مگر وہ اپنی مرضی سے اپنے گھر والوں کی مرضی سے سب تعلق توڑ گئی تھی میں مجھے نکالا گیا ہے کسی اور کے لیے کسی اور کی وجہ سے"۔

"بکواس مت کرو تم اپنی مرضی سے نکلی ہو اور اب کہانیاں مت گھڑو"۔ وہ اپنا راز کھلتے دیکھ کر طیش سے بولا۔

"کہانیاں تو بن چکی ہیں واصف اگر ان کہانیوں کا خوف تھا تو میری زندگی، میری محبت، میرے جذبات کے ساتھ مذاق کیوں کیا۔ کیوں تماشا بنایا مجھے دُنیا کے سامنے، رحماء کے لیے تم نے اپنے گھر والوں سے چیٹنگ کی، مجھ سے کاغذی تعلق جوڑ کر میرے جذبات و احساسات سے کھیلا اور کتنے سرخرو ہو بتاؤ اپنے گھر والوں کو کہ تم مجھے ایک سودے کے تحت میری مجبوری کو خرید کر اس گھر میں لائے تھے تاکہ میرے ذریعے رحماء کے لیے جگہ ہموار کر سکو اور یہ کام ہو گیا تو میں یہاں کیسے رہتی تم شام تک طلاق کے کاغذات بنوا کر لے آتے پھر تمہارے گھر والوں کی نگاہوں، لہجے اور رویے کی تحقیر و تضحیک میں کیسے سہتی۔

کیا سوچتے وہ سب کہ محض رقم کے لیے میں نے اپنا نسوانی وقار عزت اور انا داؤ پر لگا دی اور میں اتنی ذلت کا بار اس دریدہ دامن میں اکٹھا کر کیسے جیتی"۔ اُس کی سسکیاں بلند ہونے لگیں۔ واصف دُرانی کا رنگ بدلتا چہرہ خفت و ندامت سے جھک گیا

تھا۔

"زوباریہ مجھے بتاؤ تم کہاں ہو۔ کس حال میں ہو؟ میں خود تمہیں لینے آتی ہوں۔ تمہیں اس گھر سے نکالنے والا ابھی پیدا نہیں ہوا اس گھر کی بہو تم ہو صرف تم" راحیلہ بیگم تڑپ کر بولیں تو دوسری طرف کچھ دیر کو بالکل خاموشی چھا گئی۔

"جب رشتوں کا تقدس ماند پڑ جائے اور محبتوں کا مفہوم دھندلانے لگے تو مقام و حیثیت سے فرق نہیں پڑتا۔ بات تو ساری دل کی ہوتی ہے دل وہ نہیں رہتا اور جب اُن کا دل ہی میرا نہیں اُن کے احساسات میرے ساتھ رہ کر بھی کسی اور کے لیے تڑپیں گے تو پھر میں یہاں رہوں یا کسی اور فرق نہیں پڑتا"۔ وہ آزردگی سے بولی۔

"زوباریہ میری بیٹی ایسا مت کہو تمہیں نہیں معلوم، میں تم لوگوں کے لیے کتنا تڑپی ہوں" وہ رو پڑیں کہتے ہوئے۔

"زوبی آپی پلیز آپ مجھے تو بتائیں کہاں ہیں؟" مہوش آگے ہو کے بولی۔

"مہوش تم بس اتنا کرو۔ اس شخص سے کہنا مجھے اپنی زندگی میں نہ رکھے مگر طلاق نہ دے اس کا نام میرے ساتھ ہوگا تو مجھ پہ موت آسان ہو جائے گی"۔ وہ سسکتے ہوئے بولی تھی اور فون خاموش ہو چکا تھا۔ مہوش بے تابی سے آنے والا نمبر نوٹ کرنے لگی یہ کسی ہوٹل کا نمبر تھا۔

وہاں سے معلوم کیا تو پتا چلا وہ صرف گھنٹہ بھر یہاں ٹھہری تھی پھر کہاں گئی کوئی خبر نہیں"۔

"بہت برا کیا ہے آپ نے ہمارے ساتھ۔ ہمیں جیتے جی قبر کے اندر اتار دیا۔ قاتل ہیں آپ میری بہن کی زندگی اور خوشیوں کے ہم سب کے سکھ کے، بہت دُعائیں مانگی تھیں میں نے آپ سے مل کر کہ خدا آپ کی ہمیشہ کے لیے میری بہن کا نصیب بنا دے اور آپ نے اُسے اپنے ساتھ تو کیا اپنے بنا بھی جینے کے قابل نہ چھوڑا ذرا ترس نہیں آیا آپ کو ایسا کرتے ہوئے کاغذی سہی مگر اک تعلق تھا آپ کے درمیان اس تعلق نے ذرا آپ کو نرم نہ ہونے دیا۔ کیسے انسان ہیں آپ کہتی ہوئی باہر نکل گئی"۔

مہوش آنسوؤں کے ساتھ بولتی نکلی تھی اور واصف کے ساتھ دُرانی ہاؤس کے سب مکین چپ سنجیدہ اور رنجیدہ بیٹھے تھے۔

☆☆☆

کبھی کبھی خوش امیدی پہ چھایا یاست کا موسم طویل ہو جائے تو بہت سی امیدیں دم توڑ جاتی ہیں اور وہی امیدیں غیر متوقع طور پر پوری ہوں تو بہت اچھا لگتا ہے دل خوشی سے بھر جاتا ہے اور ارد گرد خوش کن خوشبوئیں رقص کرنے لگتی ہیں، اس کی زیست پہ بھی اچانک غیر متوقع خوشی وقوع پذیر ہو کر اُسے انجانی خوشیاں عطا کر گئی تھی۔

"میز بیٹا تم سے اُس نے جو کچھ بھی کہا وہ سب مذاق تھا وہ بہت معصوم اور نیک فطرت لڑکی ہے اُس کا کبھی کہیں کسی سے کوئی افیئر اور فرینڈ شپ رہی نہ ہے اور اگر تمہارے جذبے صادق ہیں تو یقین رکھو وہ تمہیں ضرور ملے گی"۔

صالحہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر کہا تو وہ چونک کر بولا۔

"امی آپ کو یہ سب کیسے علم ہوا۔ ہو سکتا ہے آپ کا اندازہ غلط ہو؟"

وہ پھر سے مسکرا اُٹھیں اور نرمی سے بولیں۔

"یہ اندازہ نہیں مصدقہ اطلاع ہے میری بذات خود بات ہوئی ہے جویریہ سے۔ اور مجھے معلوم ہے وہ تمہیں پسند کرتی ہے بس ذرا محتاط طبیعت ہے ایسی لڑکیاں بمشکل ہی ملتی ہیں"۔

"وہ تو ٹھیک ہے امی مگر ایسا نہ ہو کہ اُس کے کھلتے کھلتے میرا دل بند ہو جائے گا"۔

"ایسی بات مذاق میں بھی نہیں کہتے وہ بھی ماں کے سامنے" وہ اُس کے سر پر چپت لگاتے

www.pkdigest.com

ہوئے بولیں۔

"ویسے سچی بتائیں آپ کو کیسی لگی وہ لڑکی؟" وہ مسکراتے ہوئے ماں سے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے چھوڑو، بات تو تمہاری ہے زندگی تو تم نے گزارنی ہے اور لڑکی تمہاری من چاہی ہو تو سب سے بہتر ہے"۔ ان کا انداز سرسری تھا۔

"میری من چاہی لڑکی آپ کے بھی من کو لگے تو سب سے بہتر ہے۔ کہ چاہت وہی اچھی جس میں سب کی چاہ شامل ہو"۔ وہ سعادت مندی سے بولا۔

"اچھے خیالات ہیں خدا تمہیں یونہی فرمانبردار رکھے ویسے لڑکی واقعی اچھی اور خوبصورت ہے۔ اور صرف صورت کی نہیں سیرت کی بھی بہت خوب ہے۔ اسی لیے میں نے راحیلہ سے بات کی ہے رشتے کے لیے اُس نے کچھ وقت مانگا ہے سوچنے کو لیکن مجھے اُمید ہے کہ یہ وقت طویل نہیں ہو گا کیونکہ میرا بیٹا اس قابل ہے کہ فوراً ہاں وہ جائے"۔

"اور اگر نہ ہوئی تو....." وہ کچھ پرسوچ انداز میں بولا۔

"ذہن میں Positive Thinking کو جگہ دو Negative خیالات کو جھٹک دو۔ اور یاد رکھو کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ توقع رکھتا ہے یا جس کے لیے کوشش کرتا ہے۔ خوش بصری اک ماسٹر کی ہے جس سے ہر بند دروازہ کھولا جاتا ہے اپنے ذہن میں اچھی امید کو جگہ دو"۔ وہ اُس کی طرف دیکھ کر بولی تھیں۔

"پتا نہیں کیوں دل ڈرتا ہے سوچ کر اُن لوگوں کے بھی اصول ہونگے کچھ ترجیحات ہونگی کچھ طے کر رکھا ہوگا انھوں نے اپنی بیٹی کے مستقبل کے متعلق، اور ضروری نہیں کہ میں اُن کی توقعات پہ پورا اُتروں" وہ دھیرے سے بولا۔

"پہلے تو یہ خیال ذہن سے نکال دو کہ تم کسی وجہ سے ریجیکٹ ہو سکتے ہو یا کسی کی توقعات سے کم ہو سکتے ہو۔ ایسی شکستہ دلی تو وہ بھی نہیں رکھتے جو خامیوں کا مرقع ہوں۔ تم تو پھر ماشاءاللہ بفضلِ خدا ہر لحاظ سے کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتے ہو۔ والدین کے معیار پر پورا اُتر سکتے ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا پر بھروسہ رکھو وہ تمہارے خواب پورے کرے گا"۔ وہ دھیمے لہجے میں سمجھاتے ہوئے بولی تھیں۔

"آپ صحیح کہہ رہی ہیں، اچھی اُمید اور خدا پہ بھروسہ ہی انسان کو منزل تک پہنچاتا ہے"۔ وہ خود کو قدرے ہلکا پھلکا محسوس کر کے بولا۔

"یقیناً اور اب اُٹھو شاور لو فریش ہو لو پھر مجھے ذرا مارکیٹ تک چھوڑ آؤ کچھ ضروری اشیاء لانی ہیں"۔

"او کے۔ آپ تیار ہوں، میں چینج کر لوں اور لائبہ سے بھی پوچھ لیجیے گا ورنہ پھر منہ بسورے پھرتی رہے گی دو دن تک" وہ اُٹھتے ہوئے بولا۔

"اُن سے پوچھ لیا ہے وہ اور نگین دونوں ایک ساتھ کل جائینگی تم صرف مجھے لے جاؤ"۔ اور معیز رضا اثبات میں سر ہلاتے ہوئے واش روم میں چلا گیا۔

☆☆☆

ہم تھے جن کے سہارے، وہ ہوئے نہ ہمارے
ڈوبی جب دل کی نیا، سامنے تھے کنارے
یوں تو دُنیا بسے گی، تنہائی پھر بھی ڈھلے گی
جو زندگی میں کمی تھی، وہ کمی تو رہے گی
ہم تھے جن کے سہارے، وہ ہوئے نہ ہمارے

سڑک کے کنارے بنے ایک درمیانے درجے کے ہوٹل سے لتا کی سریلی اور درد بھری آواز گویا اُس کی بے بسی و مجبوری کی داستان کہہ رہی تھی۔

تھکن سے چور بے خواب آنکھیں لئے شدید بے بسی کے احساس سے معلوب نجانے وہ کب سے اُسے ڈھونڈ رہا تھا۔ اُس نے کبھی نہیں

سوچا تھا کہ کسی لڑکی کی محبت اُسے وقت کے بے رحم تھپیڑے میں لا کر یوں خوار کرے گی۔ دو لڑکیاں اُس کی زندگی میں آئی تھیں ایک نے خود محبت کر کے اُس نے سب کی بے اعتبار پالی تھی اور دوسری نے اُس سے محبت کر کے عجب بے بسی کے جہاں میں لا پٹخا تھا۔

وہ لڑکی جو قریب تھی تو اُس نے کبھی درخورِ اعتنا نہ جانا تھا اب دُور تھی تو اس کو کھو دینے کا تصور لاکھوں لوگوں کے درمیان آنسو بہانے پہ مجبور کر رہا تھا۔ ضبط کرب و گریہ نے اُس کی آنکھوں کو سرخ کر رکھا تھا اپنی اہم سے اہم مصروفیت پس پشت ڈال کر وہ شدید پریشانی کے عالم میں خوار ہوتا پھر رہا تھا۔ پارک، ہوٹل، اڈے، ہاسپٹل ہر جگہ ہر چہرے کو غور سے دیکھتا تھا۔ انسانوں کا ہجوم بیکراں تھا ہر چہرہ بار بار آنکھوں میں گھومتا ایک وہی نظر نہ آ رہی تھی جس کی تلاش تھی اُسے پریشانی کے ساتھ غصہ بھی آ رہا تھا۔

زمین نگل گئی کہ آسمان کھا گیا اُسے کیا تھی وہ اُس کی زندگی کی کتاب کا ایک بیکار صفحہ جو پھٹ گیا تو اچھا ہوا مگر نہیں اُس کے شعور، احساس پہ ادراک کے کچھ اور در کھل رہے تھے کوئی لمحہ خاص اُس پر حاوی ہو رہا تھا اسی لمحے میں اُس نے جانا تھا اُس سے کوئی گہرا رشتہ، گہرا جذبے سے بندھا کچھ ایسا خاص تعلق تھا کہ وہ اُس کی غیر موجودگی اور نہ ملنے کے احساس تلے آ کر اُبھر رہا تھا اور یہ رشتہ کیا تھا۔

دوستی نہ ہمدردی بلکہ محبت تھا جسے وہ ماننے پہ تیار تھا نہ سمجھنے پہ اور درد دوستی کے ان لمحات میں یہ رشتہ اپنا آپ منوا چکا تھا۔ اُس کے اندر اک شور برپا تھا زوباریہ کی محبت و لگن کا شور اور باہر سنائے تھے وہ حیرت زدہ ساکت گاڑی کے بونٹ پہ بیٹھا تھا۔ رحماء بار بار میسج کر رہی تھی مگر وہ Reply نہیں کر پا رہا تھا تھکن سے چور شیزان کے وسیع ہال میں آ بیٹھا وہاں سے نکلا تو پھر اک اک چہرے کو غور سے دیکھتا گاڑی تک آیا۔ "واصب سے ملیں تم پھر" فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے اپنے پیچھے یہ آواز سنی تو ہاتھ رک گئے۔

"نہیں۔ اس کو بتایا تو تھا آنے کا مگر وہ جانے کہاں غائب ہے کہ ملا نہیں ابھی تک" دوسری آواز بلاشبہ رحماء کی تھی۔

"ہو سکتا ہے اپنی کاغذی بیوی کو فارغ کر کے ہی تم سے ملے۔ آخر اتنی محبت کرتا ہے تم سے" جواباً رحماء نے استہزائیہ انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔

"محبت، احمق آدمی ہے پھنس گیا۔ اب اس کی ماں کو پتا چلے گا کہ کیا ہوتی ہے عزت، میری ماں کو اتنے ہجوم میں بے عزت کیا تھا یہ کہہ کر کہ ہم اُن کے لیول کے نہیں کمتر ہیں۔ اب جب علم ہو گا کہ اُس کا حسین اور ہینڈسم بیٹا رحماء اویس کے عشق میں اتنا پاگل ہو چکا ہے کہ اپنی خوبصورت اور باوفا بیوی کو بنا چھوئے طلاق دے رہا ہے۔ اور مجھ سے شادی کی خاطر تیس لاکھ روپیہ بھی لٹا چکا ہے تو وہ مغرور بڈھی پاگل ہو جائے گی صدمے سے"۔ اس کا لہجہ زہر خند تھا۔ واصف سن سا کھڑا تھا۔

"ویسے یار قصور تو اُس کی ماں کا ہے سزا تم بیٹے کو تو نہ دو"۔

"تمہارا کیا مطلب ہے اپنے شوہر بچوں کو چھوڑ کر اُس بیوقوف آدمی سے شادی رچا لوں؟۔ جس کی ماں نے ہمیں پوری محفل میں بے عزت کیا تھا اور پھر اویس جیسے شوہر کے ہوتے ہوئے مجھے واصف کی ضرورت کیا ہے اویس اڈھیر عمر، گنجا اور بے حس سہی دولت مند تو ہے مجھے پوری دنیا گھما چکا ہے کروڑوں کا بزنس مین ہے جلد مر کھپ جائے گا پھر واصف جیسا پاگل تو بعد میں بھی مل سکتا ہے" اب وہ دونوں ہنس رہی تھیں۔

"بس مجھے ملنے دو اُس سے اور وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے دے پھر دیکھنا میں اُس کی فیملی کو ایسی بھری محفل میں بلوا کر اُسے ٹھکراؤں گی جیسے اُس کی

www.pkdigest.com

ماں نے مجھے ٹھکرایا تھا"۔

وہ نفرت سے بولی واصف نے اپنے گھومتے سر کو تھام کر پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوشش کی وہ اس سے پیچھے تیسری گاڑی کے پاس کھڑی تھی اور اب اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

یہ کیسا اُتار چڑھاؤ تھا کیا ہوا تھا اس کے ساتھ کہ اک پچھتاوا، احساس ندامت دل کو گھیر کر ملال عطا کر رہا تھا اور کتاب زندگی سے غائب اک فضول صفحہ اہم ورق لگ رہا تھا زندگی کا۔ اور اُسے محبت کا سبق ازبر کرا رہا تھا۔

"میں آپ سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں رحماء آپ سے اتنی محبت کبھی نہیں کر سکتی"۔

وہ گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا اور سماعتوں میں زوباریہ کی بھیگی التجا بازگشت بن کر گونج رہی تھی۔

"میں آپ سے کچھ نہیں مانگتی۔ محبت کرنے والوں کے دل تو بہت وسیع ہوتے ہیں۔ آپ جہاں رحما کو سب کچھ دیں گے اگر چند لمحے مجھے دے دیں کیا فرق پڑتا ہے"۔

واصف کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹ کر گرا تھا۔

"مت چھوریں مجھے، مت کریں میرے ساتھ ایسا، میں رحماء کی طرح دولت مند نہیں لیکن میرے پاس محبت کی دولت ہے میری محبت آپ کو غریب نہ ہونے دے گی"۔

اُس کے دماغ درد کی شدت سے پھٹنے لگا۔

'کاش میں یہ گاڑی کسی چیز سے ٹکرا دوں'۔

بہت جذباتی سا خیال آیا تھا اُسے۔

"میں آپ کی بیوی ہوں خدا کو گواہ بنا کر آپ نے مجھے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے"۔ اُس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی تھی۔

"مجھے طلاق مت دیں، میں آپ کے بغیر مر جاؤں گی" وہ اسٹیرنگ وہیل پر سر رکھے رو رہا تھا۔ وہ لمبا چوڑا مرد ایک عورت کے لیے رو رہا تھا وہ عورت جو اُس کے لیے بھر ف راہ گزر تھی منزل نہیں۔

"یہ سب میرے ساتھ ہونا تھا میں نے کفران نعمت کیا تھا۔ سچی محبت کو ٹھکرایا تھا۔ سزا میرا مقدر بننا تھی۔ مگر اب کہاں ڈھونڈوں اُسے"۔

پورا ہفتہ ہو گیا تھا اُسے تلاشتے وہ لمحہ بھر سو نہ پایا تھا۔

اُداسی تم اُسے کہا!
ہوا کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے
اور صدا ویران پھرتی ہے
خلا جو ذات کی ہر چار دیواری کے
اندر ہے کبھی بھی کھل کر رو نہیں پائی
اُداسی تم اُسے کہنا!
تیرا بچھڑا ہوا اجڑے ہوئے شہروں میں
اکثر بھاگتا پھرتا ہے
اکثر جاگتا پھرتا ہے، سو نہیں پاتا ہے
کہ شاموں کی بلکتی گفتگو میں
کس قدر تکلیف دہ ہیں
کوئی کیا جانے کس کو کیا علم؟
جب رات ڈھلتی ہے
ستارے اپنی اپنی کوکھ سے
یادیں لہو اور سپنے، اپنی اپنی لاشوں سے
باہر نکلتے ہیں تو کتنا جسم جلتے ہیں
دعا کے، آرزؤں کے، وفاؤں کے
اُداسی تم اُسے کہنا!
ہم بھی اپنی راکھ ہاتھوں میں لئے
اور سسکیاں لیتی ہوئی تنہائی کے
بال کھولے بین کرتے ہیں
اُداسی تم اُسے کہنا!

☆☆☆

اُس کی آنکھیں کھلیں تو سر بہت بوجھل ہو رہا تھا اور درد کی ہلکی ہلکی ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔

"السلام علیکم، کیسی طبیعت ہے آپ کی" وہ

دروازہ نوک کر کے کمرے میں داخل ہوا۔

"اچھی ہوں، پہلے سے بہتر محسوس کر رہی ہوں" زوباریہ اُٹھتے ہوئے بولی۔

"یہ آپ کا گھر ہے" وہ چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے اب اُس کو دیکھ کر بولی۔

"جی اور آپ منہ ہاتھ دھو کر فریش جائیں میں اپنی والدہ اور بہنوں سے آپ کو ملواتا ہوں وہ آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہی ہیں"۔

حسام نے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کے واش روم میں چلی گئی۔

چہرہ دھو کر بالوں میں کنگھی کر کے ڈوپٹہ سلیقے سے اوڑھے وہ کمرے سے باہر نکلی تو آنکھوں میں چمک اور چہرے پر نوعمری کا معصوم بانکپن لئے ایک لڑکی اُسے کے چہرے پہ نگاہ پڑتے ہی بولی۔

"باجی ڈائننگ ہال میں آجائیں سب وہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔

"السلام علیکم" وہ دھیرے سے سلام کر کے خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"وعلیکم، بیٹی کیسی ہو اب، رات کو تم آئیں تو تمہاری طبیعت بہت خراب تھی۔ حسام نے نیند کی گولی دے کر تمہیں آرام کرنے کو کہا تھا ہم نے صبح اسی لیے تمہیں جلدی نہیں اُٹھایا تھا کہ خود اُٹھ جاؤ گی"۔

ادھیڑ عمر عورت جو یقیناً حسام کی والدہ تھیں تفصیل سے بولیں۔

"ٹھیک ہوں آنٹی، ان فیکٹ میری امی کا گردے کا آپریشن تھا اسی وجہ سے میں پریشان تھی" وہ خود ہی خرابی طبیعت کا جواز پیش کرتے ہوئے بولی۔

"اوہ ویری سیڈ" انھوں نے تاسف سے ہونٹ سکوڑے پر اُسے تسلی دیتے ہوئے بولیں۔

"اللہ سب بہتر کرے گا تم پریشان نہ ہونا زندگی، صحت کے معاملات قدرت کے ہاتھ میں ہیں اور وہ یقیناً اپنے بندوں پر بہت کرم نواز ہے۔ تم اچھی طرح ناشتہ کرو۔ وہ اُس کے آگے مختلف لوازمات سے بھری میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولیں تو زوباریہ نے کچھ تحیر سے کہا۔

"اتنا کچھ نہیں آنٹی میں ناشتے میں صرف ایک توس اور ایک کپ چائے لونگی"۔

"یہ آپ کا اپنا گھر ہے شرم یا جھجک کیسی" حسام بیٹھتے ہوئے بولا۔

"Thanks حسام بھائی بہت شکریہ آپ سب کے خلوص کا لیکن یقین کریں اس وقت میرے سر میں درد ہے اور میرا کسی چیز کو دل نہیں چاہ رہا ہو سکے تو سر درد کی ٹیبلٹ دے دیں۔

"یہ لیں سر درد کی دوا اور ایک بات یاد رکھیں کہ غم خواہ کتنا اور کیسا کیوں نہ ہو آخر گزر جاتا ہے احساس غم کے تحت خود کو مت ماریں بلکہ زندہ رکھیں ان خوشیوں کے لیے جو ابھی آپ کی زندگی میں انی ہیں اور آپ کو اُن کی ضرورت ہے"۔

حسام ناشتے کے بعد اُس کے سامنے چائے اور گولیاں رکھتے ہوئے بولا۔

"خوشیاں" اس کے چہرے پر ایسی مسکراہٹ پھیل گئی جو درد سے بھرپور تھی، خوشیوں کو کبھی ایسے راستے ہی نہیں ملے جو مجھ تک پہنچ سکیں اگر خوشیاں مجھ تک آئیں تو میرے گرد غموں کا ہالہ کیوں بنتا؟"

"خوشیوں، امیدوں اور محبتوں کو راستے نہیں روپے ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں، احساسات کا تقدس اور اپنا پن ایک دوسرے تک لاتا ہے۔ اور یہ بغیر کسی راہ کے خود بخود جگہ بنا لیتی ہیں ہمارے اندر اور آپ کے حصے کی خوشیاں بھی آپ کو ضرور ملیں گی۔ وہ ساری خوشیاں جو آپ سے دور ہو گئی ہیں مگر گم نہیں ہوئیں"۔ حسام نے فلسفیانہ لہجے میں کہا۔

"پتا نہیں حسام یہ تم کہتے ہو ورنہ مجھے تو لگتا ہے میری زندگی سے ہر احساس کا خاتمہ ہو گیا ہے ہر

www.pkdigest.com

جذبہ مر گیا ہے جینے کو کچھ نہیں بچا" وہ مایوسی کی انتہا پہ تھی۔

"جینے کو بہت کچھ ہے زوباریہ آپی، صرف اُس شخص پہ زندگی ختم نہ کریں جو آپ کی محبتوں کی قدر نہ کر سکا بلکہ اُن لوگوں کے لیے جیئیں جو آپ کی قدر کرتے ہیں آپ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کو بہت دعائیں، محبتیں اور خلوص دیتے ہیں"۔ حسام بڑی محبت اور خلوص سے بولا۔

"شاید یہ ان لوگوں کی دُعائیں اور محبتیں تھیں جنہوں نے ان تکلیف دہ حالات میں بھی میرا سانسوں سے تعلق قائم رکھا۔ ورنہ جینے کی خواہش یا اُمید تو نہ تھی۔ اور تمہاری بھی شکر گزار ہوں کہ تم نے میرا ساتھ دیا مجھے پناہ دی" وہ نم لہجے میں بولی۔

"زوباریہ آپی کوئی انسان بذات خود کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا یہ سب ہماری قسمت اور قدرت کاملہ کے کرم ہیں۔ کہ راہیں آسان ہو جاتی ہیں اور راستے کھلتے جاتے ہیں"۔

"اور وہ راستے کیوں نہیں کھلتے جن کا بہت انتظار ہوتا ہے۔" اس نے دلگرفتی سے سوچا تھا۔

"کیا سوچا تھا زندگی کے بارے میں کیا خواب دیکھے تھے اور کیا ہو رہا تھا، مہوش، ماہم اور عدیل جانے کیسے ہونگے کیا سوچ رہے ہونگے میرے متعلق اور وہ بے درد شخص جس سے محبت کر کے روگ لگا لیا خود کو وہ کیسا ہوگا، کیا خیالات ہونگے اس کے میرے اپنی زندگی سے نکل جانے پہ، جانے اپنے گھر والوں کو کیا بتایا ہوگا کیا کہا ہوگا۔ رحماء تو اب تک اُس کی ہو چکی ہوگی۔ جانے دُرانی ہاؤس کے مکینوں نے کیا رویہ رکھا ہوگا رحماء کے لیے اور واصف درانی ان سب حالات سے کیسے گزر رہا ہو گا۔ وہ وہاں سے آ کر بھی وہیں تھی۔

"اور یہ گھر یہاں حسام کے دوست کی بہن کی حیثیت سے آ تو گئی ہوں مگر یوں پڑے رہنے یا بے کار بھٹکنے سے تو کچھ نہ ہوگا۔ زندگی ایسے تو نہ گزرے گی"۔

اَن گنت سوالات تھے جو اسے پریشان کر رہے تھے سوچوں کے خار زار جنگل میں بھٹکا رہے تھے۔ اوہ وہ سفید کین کی چیئر سے اُٹھ کر ہار سنگھار کے درخت سے ٹیک لگا کر پلکیں موند کر بیٹھ گئی دو گرم آنسو پلکوں کی باڑھ پھلانگتے رخساروں پہ پھسل آئے تھے اور دور کھڑے حسام نے تاسف سے ہونٹ سکیڑتے ہوئے اُس کے لیے خوشیوں بھری زندگی کی دُعا بہت دل سے کی تھی۔

اک جھیل ہے آنکھوں میں جو آباد بہت ہے
صدیوں یونہی رونے کو تیری یاد بہت ہے
کہہ دو کہ سمندر سے پلٹ آئیں ہوائیں
بارش کو میرے اشکوں کی بنیاد بہت ہے
یہ کیا کہ بلکتا ہی پھروں شام و سحر میں
تو خدا ہے تو ایک ہی فریاد بہت ہے

☆☆☆

محبت خود اپنی گہرائیوں سے اس وقت تک واقف نہیں ہوتی جب تک جدائی کے لمحے اُسے بیقرار نہ کر دیں اُسے بھی ہجر ساعتیں شمار کرتے ہوئے پتا چلا تھا کہ رحماء جیسی دھوکہ باز، بے وفا اور فراڈ لڑکی کے لیے اُس نے زوباریہ جیسی معصوم، پرخلوص اور چاہتوں کے جذبوں سے گندھی خالص لڑکی کو کھو دیا تھا۔ اور یہ نقصان ایسا تھا کہ جس نے اس کے اعصاب شل کر کے رکھ دیے تھے۔

"محبت دل پہ دستک ہے اور یہ دستک پہلی بار آپ کے دل پہ ہی ہوئی ہے اب نہ سہی کبھی تو اس دستک کا شور آپ کے دل میں برپا ہوگا اور آپ کو زندگی میرے بنا گزارنی کتنی مشکل لگے گی یہ وقت بتائے گا"۔

اُس کی سماعتوں میں زوباریہ کا نم لہجہ گونجا تھا اور اُس کا پورا وجود اضطرابیوں کی زد میں گھر گیا تھا۔

"ماما میں نے غلطی کی ہے مجھے تسلیم ہے لیکن میری توبہ، معافی کو قبولیت نہیں مل رہی۔ اُس کے

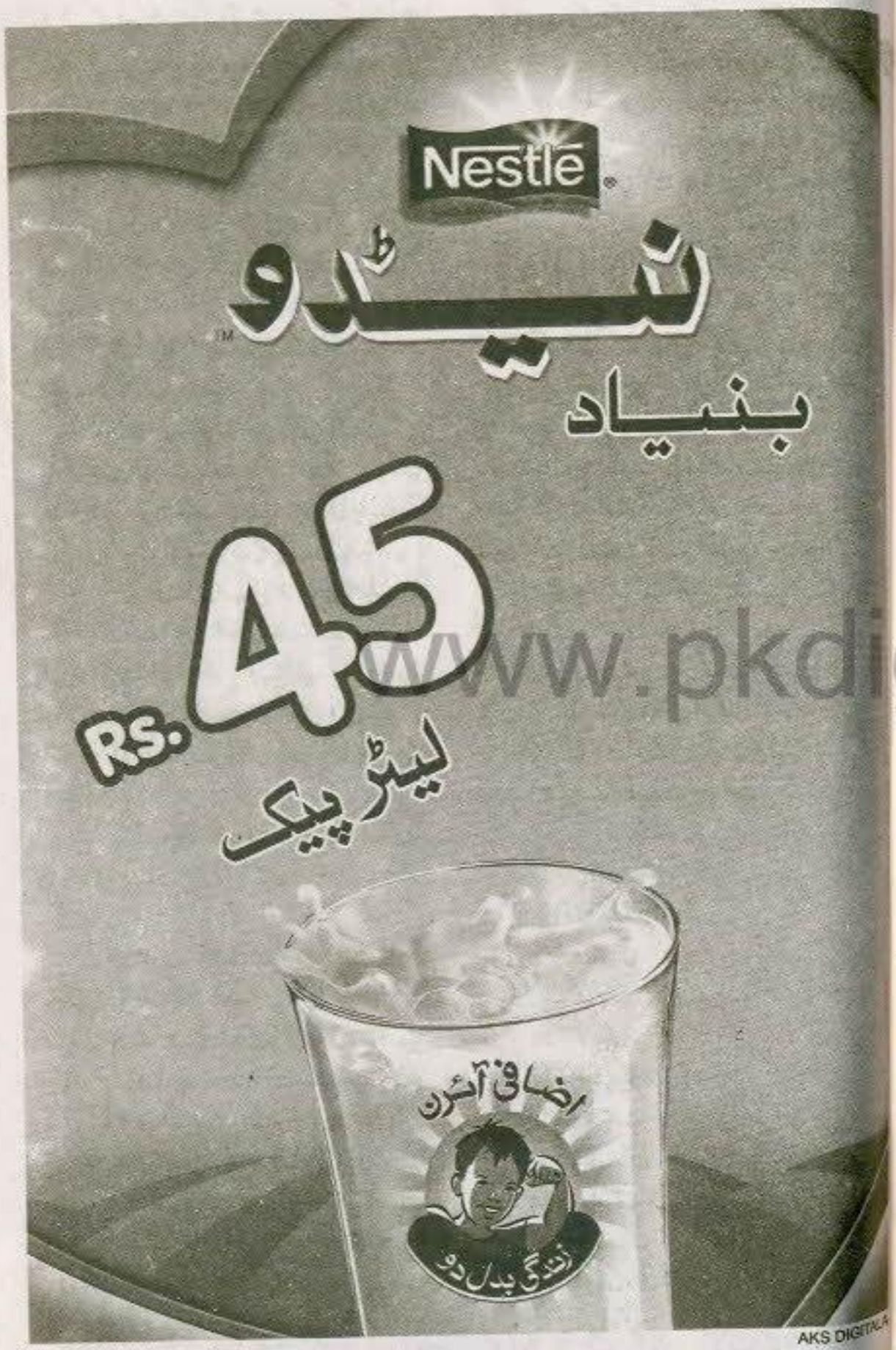

www.pkdigest.com

جانے کے بعد میں نے اتنی شدت سے اُسے مانگا ہے کہ کسی مرنے والے نے اتنی شدت سے زندگی بھی نہ مانگی ہوگی۔ شدتوں، محبتوں کی یہ آنچ اس تک کیوں نہیں پہنچتی، وہ کیوں نہیں ملتی، کہاں جا چھپی ہے"۔

اُس کی ذہنی حالت ابتری کا شکار تھی وہ جنونی ہو رہا تھا۔ بیگم دُرانی اُسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے رو پڑیں۔

مہوش اور ماہم نے نگاہیں پھیر کر اپنے آنسو چھپانے کی کوشش کی تھی۔

"ابھی تو وہ میری زندگی میں شامل تھی میں نے اُسے یہاں سے جانے کا کہا ضرور تھا مگر یہ نہیں کہ وہ بنا بتائے بنا کچھ کہے چپکے سے چلی جائے۔" وہ راحیلہ بیگم کے سینے میں منہ چھپائے بول رہا تھا۔

"بس غلطی ہوگئی اب کیا ہوسکتا ہے صرف دعا کے سوا اللہ سے معافی طلب کرو۔ اپنے معاملات میں حد سے زیادہ تجاوز پہ توبہ طلب کرو وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے جلد تمہیں اُس سے ملا دے گا" وہ اُسے کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"پتا نہیں خدا مجھے معاف کرے گا کہ نہیں" واصف کی پریشان خیال آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"اس طرح کم ہمت اور کمزور پڑو گے ناں تو کچھ نہیں ہوگا بلکہ مشکلات زیادہ محسوس ہوں گی بہادر بنو۔ ڈس ہارٹ ہونے سے تم بالکل ڈھے جاؤ گے اور یاد رکھو کہ خدا اپنے بندوں کو آزماتا ہے یہ دیکھنے کو کہ وہ کتنا ثابت قدم ہے، اپنے اقوال و افعال اور دین داری و دُنیاداری میں، اور بندے اس آزمائش میں حد سے نہ گزریں بلکہ صبر و ضبط اور حوصلے سے کام لیں تو وہ اپنے بندوں پر بہت انعام کرتا ہے۔ جو غلطی ہوئی سو ہوئی اُس پر شرمسار ہو کے اپنے رب سے معافی و توبہ کے خواستگار بنو۔ آنسوؤں، آہوں اور ندامت کے اظہار سے اُسے مناؤ اپنے لیے بہتری طلب کرو" وہ بہت رسان سے سمجھاتی گئیں۔

اور واصف گہری سانس لیتا اُٹھ کھڑا ہوا اُس کا چہرہ شدت گریہ و ضبطِ کرب سے سرخ تھا آنکھیں بے خواب راتوں کی تھکاوٹ سے سوجی اور سرخ تھیں اور اُن میں ہلکی نمی کا تاثر ابھی تک موجود تھا۔

"آپی آپ اس شخص کی محبت کے لیے تڑپا کرتی تھیں۔ آپ کو محبت بھرا ایک فقرہ سننے کی حسرت تھی اس شخص کی محبت کے لیے تڑپا کرتی تھیں۔ ایک نگاہ پیار کی جستجو کرتی تھیں اور آج یہ لمبا، چوڑا مرد چاہت سراپا محبت بنے آپ کے لیے رو رہا ہے۔ آپ کو پانے کے لیے بیقرار ہے کہاں ہیں آپ؟ دیکھیں زندگی آپ کو کس شدت اور بیتابی سے ڈھونڈ رہی ہے اور کاش یہ وقت یہ لمحات اس شخص کو تب ملے ہوتے جب آپ اس کے پاس تھیں، اُس وقت یہ دوریوں کے مقام بنا کر گرہ پہ گرہ لگا رہا تھا جدائیوں کی اور اب وصل لمحات مانگ رہا تھا۔ کاش ہم اپنے معاملات میں حد تجاوز کرتے ہوئے لمحہ بھر اللہ کو بھی سوچ لیں تو کیسی برائی کا خیال تک نہ آئے" مہوش نے کرب سے سوچا تھا۔

☆☆☆

یہ تمہیں بتا دوں میں
چاہتوں کے رشتوں میں
پھر گرہ نہیں لگتی
لگ بھی جائے تو اس میں
وہ کشش نہیں ہوتی
ایک پھیکا پھیکا سا
رابطہ تو ہوتا ہے
تازگی نہیں رہتی
روح کے تعلق میں
زندگی نہیں رہتی
بات وہ نہیں رہتی
دوستی نہیں رہتی

لاکھ بار مل کر بھی
دل نہیں ملتے
ذہن کے جھروکوں میں
یاد کے دریچوں میں
تتلیوں کے رنگوں کے
پھول نہیں کھلتے
اس لیے میں کہتا ہوں
اس طرح کی باتوں میں
احتیاط کرتے ہیں
اس طرح کی باتوں سے
اجتناب کرتے ہیں

"کیسا ہوتا ہے غم کا موسم جو زندگی پہ محیط ہو جاتا ہے پل پل اذیت بن کر ڈسنے لگتا ہے اور صدی کے برابر ہو جاتا ہے لمحہ بھی گزرنے نہیں پاتا خوشی کیسے لمحوں میں بیت جاتی ہے اور دُکھ بتائے نہیں بٹتا۔ کیسا سکون تھا ہم سب کی زندگیوں میں کچھ دن پہلے ہمارے دل کیسے مسرت میں گھرے تھے اور اب کیسے آزردہ، رنجیدہ ہیں سب، جانے کہاں ہوگی بھابی کس حالت میں اور کن کیفیات سے گزر رہی ہوگی۔ بھائی بھی کتنے خاموش، اُداس اور اُلجھے ہوئے ہیں، یا اللہ کچھ ایسا کر دے کہ ہم سب کی زندگیوں میں سکون آجائے" لان کی نم گھاس پہ ننگے پاؤں پھرتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

"جویریہ کیا کر رہی ہو" راحیلہ بیگم لان میں چلی آئیں تھیں۔

"کچھ نہیں ماما، یونہی ہوا خوری کو دل چاہ رہا تھا"۔

"میرا دل بہت پریشان ہے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کیا ہوا ہے اور کیا ہوگا؟ مجھے واصف سے اتنے ڈرامے بازی کی اُمید نہ تھی۔ زوبار یہ مجھے نہ سہی کم از کم تمہیں تو کچھ بتاتی۔ وہ بھی خاموشی سے چھوڑ کر چلی گئی۔ گھر بھر کر پریشان کر کے رکھ دیا دونوں نے اور اوپر سے یہ صالحہ بیگم روز فون کرتی ہیں تمہارے رشتے پہ مصر ہیں، اپنے بیٹے معیز کی خاطر، اب بھلا اس ٹینشن اور پریشانی کے عالم میں کیا کہوں۔ لڑکا اچھا ہے گھر بار بھی، مگر اپنے گھر اور دل میں سکون ہو تو انسان ایسی باتیں کرتا اچھا لگتا ہے۔ میں نے اُن لوگوں کو کچھ دن انتظار کرنے کو کہا ہے کہ کچھ پرپوزل اور بھی ہیں سوچ سمجھ کر جواب دیں گے۔ تم بتاؤ کیا چاہتی ہو کیسے لگے تمہیں یہ لوگ"۔

"میں کیا کہوں، مجھے کون سا اتنا تجربہ ہے بہ ظاہر تو اچھے لگتے ہیں"۔ وہ جھجک کر بولی۔

"تمہارے ڈیڈی تو بالکل تیار ہیں اُنہیں لڑکا بہت اچھا لگا ہے۔ خوش اخلاق، شائستہ اطوار اور دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے وہ تمہیں پسند بھی کرتا ہے۔ کیونکہ بقول صالحہ کے انہیں ہمارے گھر بھیجنے والا معیز تھا"۔ جویریہ بے ساختہ جھینپ سی گئی ویسے بھی فطرتاً قدرے شرمائی تھی۔

"چلو، تم جو کہو گی وہی ہوگا فی الحال تو یہ مسئلہ نپٹ جائے" وہ بیٹی کا چہرہ دیکھ کر بولیں۔

ویسے ماما ہماری زندگی میں سب کچھ کتنا عجب سا ہوا ہے ہم شروع سے اپنے سگے رشتوں کو ترستے رہے خالص اپنائیت، خالص محبت اور خالص زندگی سے دور رہے۔ ماموں تھے تو وہ چھپ چھپا کے کبھی کبھار ملتے خالہ تھیں تو وہ نامعلوم اور اب انسانیت اور ہمدردی کے تقاضوں سے آشنا ہو رہے تھے۔ کہ وہ کیسی خواب کی مانند ہاتھ چھڑا کے چلی گئیں اور ہماری زندگیوں سے سارا اطمینان رخصت ہو گیا۔ جویریہ متاسف انداز میں بولی تھی۔

"جانے کہاں بھٹک رہی ہوگی نہ اپنے میکے گئی ہے اور نہ کسی سہیلی کے پاس کہاں ڈھونڈیں، معاملہ بھی لڑکی کا نہیں بہو کی گمشدگی کا ہے بات لیک آؤٹ بھی نہیں کر سکتے یہ سارا کیا دھرا واصف کا ہے اس خرانٹ رحماء کے عشق میں پاگل ہو کے اس احمق لڑکے نے ہم سب کی زندگیوں میں دُکھ بھر دیا، کس کو

www.pkdigest.com

پوچھیں۔

افسانے بن جائیں گے ہزار باتیں ہونگی اور اخبار والوں تک خبر گئی تو جو بیان، تراشے گے وہ الگ خاندان، عزت و ناموس کی بدنامی اور کاش یہ سب کرنے سے پہلے اس لڑکے نے لمحہ بھر آنے والے وقت کے متعلق سوچا ہوتا" اُن کے لہجے میں غصہ، رنج اور شکستگی واضح تھی۔

جویریہ نے بھیگی آنکھوں سے دیکھا تھا اور چہرے کا رُخ پھیر گئی تھی۔

"زندگی میں اتنا کچھ بکھر جائے تو سمیٹنا کس قدر دشوار ہو جاتا ہے۔ اور سمیٹنے کی کوشش میں سب کچھ بکھرتا جاتا ہے کاش ہم سب کی زندگی میں وہ موڑ آجائے جب جو چاہیں وہ کر سکیں جو مانگیں پا سکیں اور حالات اپنے بس میں کر لیں، آہ، قسمت یہیں تو مات کھا جاتی ہے کہ سب کچھ تقدیر کے ہاتھ ورنہ سب اپنی من چاہی خوشیاں اپنے نام نہ لکھ لیتے اور دل سے ہنستے جیتے، اور یہ جان لیتے کہ خوابوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور یہ بیچے اور خریدے بھی نہیں جاتے، محبتوں سے سینچے جاتے ہیں، محبتوں کے ساتھ بانٹے جاتے ہیں۔ خواب محبت خلوص اور وفا بانٹنے والے جذبے ہیں خریدنے اور بیچنے والے نہیں، اُس نے مغموم ہو کر سوچا تھا۔

☆☆☆

قائداعظم انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر اُن کی نظریں بے قراری سے امیگریشن ہال سے نکلتے مسافروں کو دیکھ رہی تھیں، ان نظروں میں انتظار و شوق کے ساتھ دُکھ کی لکیر اور نامحسوس نمی کی جھلک بھی تھی، ایک کے آنے کی خوشی زندگی و صحت کی خوشی دوسرے کے جانے کا غم اُس کی بربادی و دُکھ کا احساس، "امی آگئیں" ماہم نے تیز لہجے میں کہتے ہوئے خوشی سے قدم آگے بڑھائے تھے۔

"السلام علیکم امی" جو وہ تینوں ایک ساتھ انہیں بانہوں میں تھامے آنسو بھری آنکھوں خوشی بھرے لہجے میں بولے تھے۔

"کیسے ہو میرے بچو! بہت یاد کیا تمہیں بہت تڑپی تمہارے لیے میں" شگفتہ بیگم اُنہیں چومتے ہوئے نم لہجے میں بولیں۔

"ہم بھی آپ کے بغیر بہت اُداس اُلجھے اور بے بس رہے لیکن اتنی خوشی ہے کہ اس ذرا سی دوری کے بدلے آپ کو صحت و زندگی ملی" عدیل بولا۔

"زوباریہ کہاں ہے وہ نہیں آئی" اُن کی متلاشی نگاہیں بیقراری سے اپنی لاڈلی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں جو نظر نہ آئی تھی۔

'وہ دراصل اُن کے آفس میں بہت ضروری میٹنگ تھی اس لیے اُن کا آنا مشکل تھا۔ آپ گھر چلیں وہ جلد پہنچ جائے گی۔ مہوش نے تیزی سے بات سنبھالی۔ "بہت محنتی اور حساس ہے میری بچی، بہت دُکھ سہے ہیں اس چھوٹی سی عمر میں، یا اللہ میری بچی کو بہت سکھ دینا میرے چاروں بچوں کو خوشی کے موسم دینا ہر غم سے بچانا" انھوں نے اپنے رب سے دعا کی۔

مہوش اور ماہم نے بھیگی آنکھوں سے ایک دوسری کو دیکھ کر نگاہیں چرا لیں تھیں۔ "امی آپ کو کیا معلوم آپ کی بیٹی نے آپ کے دُکھ کو کم کرنے کے لیا اپنا دامن دکھوں سے بھر لیا ہے۔ اُس کے چاروں طرف دکھ کا موسم پوری شدت سے چھایا کیے ہوئے ہے اور سکھ دور کہیں بادلوں کے پار چھپ گیا ہے۔ دُکھ اذیت پہ اذیت دے کر خوشی کی جھلک کے عوض درد کے جنگل میں بھٹکائے پھرتا ہے"۔

"شام سے رات ہو رہی ہے اور زوباریہ ابھی تک آئی نہیں تم تو کہہ رہی تھیں کہ وہ جلد آجائے گی آئی نہیں ابھی تک" شگفتہ بے چینی سے رات کے سائے گہرے ہوتے دیکھ کر ہولتی ہوئی بولیں۔

اور اُن دنوں ایک بار پھر آپس میں نگاہیں کا تبادلہ کیا تھا۔

"کیا کریں، کتنی دیر تک چھپا سکتی ہیں بتانا تو

آخر پڑے گا۔ بات ایسی ہے کہ چھپائی نہیں جا سکتی" مہوش نے سوچ کر کچھ جھجکتے ہوئے بولی۔

"امی آپی نہیں آئی گی" وہ نہیں آسکتی ہیں۔

"کیوں کیا ہوا ہے" وہ دھک سے رہ گئیں۔

"وہ دراصل گم ہو گئی ہیں کئی دن سے اُن کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا"۔

"گم ہو گئی کب؟ کیسے، تم لوگوں کا دماغ خراب ہے وہ کوئی بچی ہے جو راہ چلتے راستہ بھول کر گم ہو گئی" وہ حیرت اور دُکھ سے پھٹ پڑیں۔

"امی وہ اپنے سسرال میں تھیں وہیں سے کسی بات پر ناراض ہو کے بنا کچھ بتائے چلی گئیں" مہوش نے پلکیں جھکاتے ہوئے کہا۔

"سسرال کیسا سسرال، کس نے کی اُس کی شادی، کیا اوول فول بکے جا رہی رہی ہو تم" انھوں نے مہوش کے تھپڑ دے مارا تھا۔ مہوش آنکھوں میں آنسو لیے چند لمحے انہیں دیکھتی رہی پھر بولی تو سب کچھ بتاتی چلی گئی ساری کہانی حرف بہ حرف کہہ سنائی اور وہ صدمے، حیرت، دکھ کی زیادتی سے ساکت بنا پلک جھپکے دیکھتی گئیں۔

"محض میرے لیے، میری زندگی کے لیے میری بیٹی نے خود کو داؤ پر لگا دیا اتنا بڑا رسک لیا اور مجھے کسی نے کچھ بتانا پوچھنا گوارہ نہ کیا اتنی بڑی بات اتنے آرام سے چھپالی کیوں کیا تم سب نے میرے ساتھ یہ گھناؤنا مذاق۔ اس سے تو اچھا تھا مجھے تکلیف میں مرجانے دیتے میری مامتا کو اتنے عذاب میں تو مبتلا نہ کرتے کہاں گئی ہو گی میری بچی، کس حال میں ہو گی یہ سب کیا اور کیوں ہوا" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں"۔

☆☆☆

حسام ٹیرس پہ کھڑا تھا جب وہ اُس کے پاس آکر بولی۔

"حسام تم ایک کام کرو گے"۔

"صرف ایک کیوں، آپ سو کام کہیں" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیں فی الحال تم ایک ہی کر دو تو بہت مہربانی ہو گی۔ اگر ہو سکے تو کسی طرح میری فیملی سے ملوا دو مگر یہیں اسی گھر میں کیونکہ کراچی واپسی ابھی میں اپنے لیے بہتر نہیں سمجھتی وہ بہت ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں بولی تھی۔

اوکے، آپ سمجھیں آپ کا کام ہو گیا"۔ حسام نے کہا اور واقعی اُس نے اپنے کہے پہ عمل کر دکھایا اگلے دن سب اُس کے اردگرد تھے امی، مہوش، ماہم اور عدیل آنسو مسکراہٹیں، خوشی اور تحیر کے ملے جلے جذبات لئے سب اُس سے مصروف گفتگو تھے۔

"زوبی میری بیٹی تو اتنی بڑی کب سے ہو گئی کہ بڑے بڑے فیصلے خود کرنے لگی اور کسی کو بتانا، پوچھنا گوارہ نہ کیا" امی اس سے شکوہ کناں تھیں۔

"امی آپ کو نہیں پتا ہم سب کو کھو چکے تھے رشتوں کو، خلوص کو، اپنائیت کو اور ایسے میں خود کو آگے نہ کرتی تو اور کیا کرتے ہم۔ چپ چاپ خاموشی سے آپ کو مرتے دیکھتے۔ امی آپ ہر جذبے، ہر رشتے میں بڑھ کر تھیں"۔ وہ آنسو بھری آواز میں بولی۔

"اور تم میرے لیے ہر جذبے، ہر رشتے سے قیمتی تھیں، مر جانے دیتیں مجھے مگر خود کلویوں ارزاں تو نہ کرتیں" وہ شدید دُکھ سے بولیں۔

"بس کریں امی جو گیا سو ہو گیا گزری باتوں کو دہرانے سے کیا حاصل ویسے بھی اب تو حالات تبدیل ہو چکے ہیں اور پلیز آپی آپ بھی آخری بار رو لیں جتنا رونا ہے آپ کو ہر دُکھ ختم ہو گیا ہے واصف بھائی آپ کے تھے نا آپ کو ہی ملے ہیں اُن کی زندگی میں صرف آپ ہیں رجاء کہیں نہیں ہے" مہوش نے کہا تو وہ کتنی دیر بے یقینی کے عالم میں دیکھتی رہی۔ اور یقین آتا تو کیسے جس کرب اور اذیت سے گزر کر وہ درد کی اس منزل پہ پہنچی تھی وہاں ایسی کوئی بات مذاق سے کم نہ تھی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں یقین کریں واصف

www.pkdigest.com

بھائی اب بھی آپ کے ہیں کل بھی آپ کے تھے۔ بس ذرا وقتی جذباتیت تھی جو ڈبونے جا رہی تھی کہ آپ کی سچی لگن اُن کو بھٹکنے سے بچا گئی"۔

مہوش ان کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

تو اُس کی تحیر زدہ آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور چہرے پہ شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور اگلے ہی لمحے وہ بے جان سی ہو کر مہوش کے بازوؤں میں جھول گئی تھی۔

"انہیں کوئی زبردست شاک پہنچا ہے یا پھر کوئی بہت زیادہ خوشی کی خبر جس کی وجہ سے یہ قوت برداشت کھو بیٹھیں اور ان کے حواس متاثر ہوئے دعا کریں جلد ہوش آ جائے گا"۔

ڈاکٹر کے سنجیدہ انداز پہ سب دھک دھک کرتے دل کے ساتھ دعا کرنے لگے۔

"واصف بھائی کو بتا دینا چاہئے" ماہم نے کہا۔

"نہیں میں اُن لوگوں کی پرچھائیں بھی اپنی بیٹی پہ نہیں پڑنے دوں گی جن کی وجہ سے یہ اس حال کو پہنچی ہے" امی سختی سے بولیں۔

"امی اُس وقت جو حالات تھے اُن میں یہ سب ہی ہونا تھا اور قصوروار کون ہے اب یہ بحث چھوڑ دیں کیونکہ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ ہمیں زوبی آپی کی زندگی چاہئے اور ان کی زندگی کو سب سے زیادہ جس شخص کی ضرورت ہے وہ واصف ہیں" مہوش کے کہنے پر وہ ایکدم چپ سی ہوگئیں اور ماہم انہیں کال کرنے لگی۔

"شگفتہ کچھ مت کہنا جو کچھ ہوا بے خبری میں ہوا اگر مجھے حالات کا علم ہوتا تو میں زوباریہ کو ان مشکلات سے کبھی نہ گزرنے دیتی" راحیلہ درانی کچھ دیر بعد اُن کے سامنے تھیں۔

"خدا کے لیے میرے بیٹے کو معاف کر دو وہ بہت بڑے عذاب سے گزر رہا ہے"۔

انھوں نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیے تو وہ کچھ دیر یونہی ساکت سنجیدہ کھڑی دیکھتی رہیں پھر اُن کی نگاہیں نم ہوتی گئیں اور وہ بہن کے گلے لگ کر سسکنے لگیں۔

چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ اُن کی دعاؤں میں شدت اور آنسوؤں میں تیزی آ گئی وہ بار بار ڈاکٹرز آفس کے چکر لگا رہے تھے۔ اس وقت بھی ایک ڈاکٹر اُن کے پاس کھڑا تسلی دے رہا تھا۔ کہ نرس آ کر بولی۔

"ڈاکٹر صاحب مریضہ کو ہوش آ رہا ہے"

نرس کے کہنے پر سب کی جان میں جان آ گئی۔

"آپ ابھی فوراً نہ ملیں۔ انہیں ذرا دیر خود کو سنبھالنے دیں"

ڈاکٹر انہیں تاکید کر کے ایمرجنسی روم کی جانب بڑھا اور شکرانے کے نوافل ادا کرنے لگیں۔

کچھ دیر بعد بہت بے صبری کی کیفیت میں بیگم درانی اندر آئیں۔

"زوباریہ میری بچی کیسی ہے تو" اُس کا سستا چہرہ ہاتھ میں لیکر وہ روتے ہوئے بولیں اور زوباریہ بہت خاموشی سے اُنہیں دیکھنے لگی۔

"زوبی ڈرو مت سب خوف، ڈر بھلا دو حالات تمہارے حق میں اور تو وہاں سے آئی کیوں تھی خود کو اکیلا کیسے سمجھ لیا مجھ پہ اعتبار تو کرتی ایک بار سب کچھ بتاتی تو میں واصف کو یہ سب کرنے دیتی تو نے کیوں تنہا سمجھا خود کو اتنی تکلیف جھیلی" وہ اُسے چومتے ہوئے گلوگیر لہجے میں بولیں۔

"ہم غربت، بے بسی، لاچاری اور مجبوری کی انتہا پہ پہنچے ہوئے لوگ تھے امی کا علاج ہمارے لیے ناممکن تھا واصف نے تیس لاکھ....."

"اونہوں، کچھ نہیں کہو مجھے سب علم ہے" انھوں نے روک دیا۔

"خلوص اور محبت سے بڑی دولت کوئی نہیں ہوتی، اور اُس گھر میں اُس گھر کے مکینوں کے دلوں

میں تمہارے لیے پہلے سے زیادہ خلوص اور محبت ہے۔ تمہارا انتظار ہے سب کو ہمارے در و دیوار تمہارے لبوں کی ہنسی، چوڑیوں کی جھنکار اور پاؤں کی آہٹوں کو ترسے ہوئے ہیں"۔

زوباریہ کی آنکھوں سے آنسو بڑی خاموشی سے بہتے چلے گئے تشکر، خوشی کے احساس سے"۔

"میری وفا شعار، ایثار پسند بیٹی" امی روتی جا رہی تھیں۔

"زوباریہ کو میں اپنے گھر لے جاؤں گی واصف خود آئے گا تو بھیجوں گی۔ بیٹی کو پا کر وہ خالصتاً ساس والے انداز میں بولیں۔ تو سب مسکرا اُٹھے۔

"صرف واصف نہیں ہم سب آئیں گے زوباریہ کو لینے، ابھی تو میں اکیلی آئی تھی بنا کسی کو بتائے کل ہم سب آئیں گے"۔ راحیلہ بیگم نے کہا تو حسام آگے بڑھ کر بولا۔

"زوباریہ میرے گھر سے رخصت ہوگی۔ اپنی بہن کو میں خود اپنے دروازے سے سسرال بھیجوں گا" اس کے خلوص پہ امی نے بڑی محبت سے اس کا ماتھا چوم لیا۔

☆☆☆

واصف کو کسی نے زوباریہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا رات گئے وہ آیا تو تھکن سے چور لاؤنج میں رکھے صوفہ پر سو گیا دوسرے دن سب اسے اصرار کر کے خالہ کے گھر لے جانے پر بضد ہو گئے عامر نے زبردستی شیو کروائی اچھا سا ڈریس نکال کر پہنے کو دیا۔

"کم آن یار، تم مجھے کیا کروائے جا رہے ہو۔ مجھے کہیں نہیں جانا" ناراضگی کے عالم میں کپڑے کاؤچ پہ پھینک کر وہ بے دلی سے بولا۔

"آپ نہیں جائیں گے تو میں بھی گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔" عامر نے دھمکی دی جس پر وہ سٹپٹا کر اُسے گھورنے لگا پھر بیزاری سے کپڑے اُٹھا کر واش روم کا رُخ کیا۔

"بھائی جتنا کر لیا اتنا کافی ہے" پرفیوم عامر کے ہاتھ سے لیکر اُس نے پرے رکھا۔

"بھائی آپ کچھ مت بولیں۔ وہ حکم دیتا ہوا دوبارہ پرفیوم اُٹھا کر اسپرے کرنے لگا۔

"جا کہاں رہے ہیں اتنا تو بتا دیں مجھے" واصف نے کوفت سے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر بعد آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا" عامر کا انداز معنی خیز تھا، واصف منہ بنا کر باہر دیکھنے لگا۔ پھر جس دروازے پر گاڑی رُکی وہ اسے دیکھ کر حیران اور غصے سے انہیں دیکھنے لگا۔

"اپنی قسم توڑ دیں اور آگے چل کر قدم رنجہ فرما لیں" عامر کا انداز نیم مزاحیہ تھا۔

"مجھے نہیں جانا آپ لوگ جائیں" وہ بدستور خفگی سے بولا۔

"اگر میں کہوں کہ دروازے کے اُس پار خوشی آپ کی منتظر ہے" عامر سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا مطلب" واصف نے استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

"بس عامر میرے بیٹے کو ستانا بند کرو" دُرانی صاحب نے محبت سے بیٹے کو دیکھا پھر پیار سے بولے۔

"زوباریہ کو ملنا نہیں تم نے نکلو جلدی باہر"۔

"زوباریہ" وہ حیرت انگیز لہجے میں چلایا۔ اُس کے لہجے میں بے یقینی سی تھی۔

"ماما کیا یہ سچ ہے کہ زوباریہ مل گئی ہے" وہ مڑ کے بولا۔

ہاں میرے پیارے بیٹے کی دُعائیں خدا نے سن لی ہیں، وہ بہت بڑے شاک سے سنبھل کر دوبارہ زندگی کی طرف لوٹی ہے" اُنھوں نے کہا اتنے میں دروازہ کھل گیا تھا اور مہوش انہیں دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

"خالہ آپ لوگ اندر آئیں نا، یہیں کیوں رُکے ہوئے ہیں"۔

www.pkdigest.com

واصف کے قدم بے خودی کے عالم میں اٹھ رہے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی پہلی نظر زوباریہ پہ پڑی جو برآمدے میں کین کی چیئر پر بیٹھی اخبار دیکھ رہی تھی۔ گیٹ کھلنے پر ادھر متوجہ ہوئی تو اخبار چھوٹ کر قدموں میں جا گرا۔

"کہاں چلی گئی تھیں تم بتا بتائے کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا" وہ اُسے جھنجوڑتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"آپ مجھے چھوڑ رہے تھے۔ طلاق دے رہے تھے۔ میرے لیے یہ سب ناقابل برداشت تھا، اس لیے میں آپ کی دنیا سے نکل آئی تا کہ آپ رُحماء ہے............"

"نام مت لو اُس کا میرے سامنے" وہ زور سے بولا پھر دھیما پڑتے ہوئے کہنے لگا۔

"رحماء صرف سراب تھی پل دو پل کا خواب، حقیقت تو تم تھیں اور میں حقیقت کو چھوڑ کر سراب کیسے لے لیتا"۔

"جھوٹ بول رہے ہیں آپ، پھر کوئی ڈرامہ کر رہے ہوں گے" وہ بے یقین ہوئی۔

"یہ حقیقت ہے زوباریہ، میری چاہت تم تھیں، تم ہو، میری تلاش رُحماء نہیں تم تھیں"

"اس ڈرامے کیلئے مجھے کتنے پیسوں میں خریدنے کا ارادہ لیکر آئے ہیں یقیناً ابھی رحماء نے کوئی اور شرط رکھی ہوگی۔ آپ کو کوئی اور مسئلہ درپیش ہوگا اس لیے دوبارہ آ گئے" وہ تاک کر حملے کر رہی تھی۔

"شٹ اپ زوباریہ، شک مت کرو مجھ پر" واصف کو اچھا خاصا غصہ آیا۔

"یہ سچ کہہ رہا ہے زوباریہ میرے بیٹے کو بہت سزا مل گئی ہے۔ اب معاف کر دو اسے"۔ راحیلہ بیگم آگے بڑھیں۔

"مجھے ان پر یقین نہیں یہ بہت بڑے فراڈیے ہیں" وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

"ماما آپ لوگ بعد میں آ جایئے گا میں اسے لے کر چلتا ہوں" واصف نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"نہیں میں نہیں چلوں گی وہاں لے جا کر یہ مجھے طلاق دے دیں گے" اس نے ہاتھ چھڑایا۔

خوف کے آثار اس کے چہرے پر ابھرے۔ واصف کو اپنا غصہ کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا

"آنٹی اسے کہیں یہ آرام سے میرے ساتھ چلے" وہ شگفتہ کو آتے دیکھ کر بولا۔

"نہیں مجھے نہیں جانا۔ وہاں میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے"۔

"تم دونوں نے ملتے ہی لڑائی بھی شروع کر دی۔ چلو دونوں آرام سے اندر چل کر بیٹھو" انھوں نے دونوں کو کہا۔

"امی مجھے ان کے ساتھ نہیں جانا آپ کو نہیں پتا یہ کتنا تاچر کرتے ہیں مجھے"۔ وہ امی کے پیچھے ہو کر بولی۔

"اور تم نے جو مجھے اتنی اذیت دی ہے" واصف دو قدم آگے بڑھا۔

"آپ کے اپنے اعمال کی سزا ہے" زوباریہ نے وہیں سے کہا۔

"گھر چلو" میں بتاتا ہوں کس کے اعمال کی سزا کی ہے" وہ یک بیک سنجیدہ ہوا۔

"نہیں بالکل نہیں اس نے سختی سے انکار کیا اور واصف نے جھٹکے سے اُسے امی کے پیچھے نکال کر اپنی طرف کھینچا۔

"واصف صبر کرو" ماما نے گھورا۔

"پلیز آپ ذرا چپ رہیں" اس نے ماں اور خالہ کو اشارتاً کہا اور اُسے پکڑے گاڑی تک لے آیا۔

"پہلے نکال رہے تھے، اب زبردستی لے جا رہے ہیں۔ انتہائی کرپٹ ہیں آپ" بالکل اچھے نہیں لگ رہے اس طرح کرتے ہوئے سنا آپ نے" اُس کے وہیں اسٹیرنگ پہ رکھے بازو کو پکڑ کر وہ

غصے اور بے بسی سے بولی۔

"تم چپ ہو کے نہیں بیٹھ سکتیں" وہ اُس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"تمہیں بیٹھوں گی پہلے رُحماء پر عاشق تھے اب مجھ کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ کل کسی اور کو پسند کر لیں گے" میں ابھی ڈراموں کا کردار بننے کے لیے رہ گئی ہوں"۔

واصف نے تپے تپے انداز میں ہونٹ بھینچے اُس کے چہرے پر ذرا کی ذرا نگاہ کی پھر رش انداز میں ڈرائیو کرتے اُسے گھر لایا گاڑی گیراج میں کھڑی کرا کے اس کا بازو تھامے بیڈروم میں داخل ہوئے تو دروازہ بند کر کے بولا۔

"اب کہو جو کہنا ہے تمہیں جتنے شکوے، شکایات، خفگیاں ہیں وہ اس کمرے میں کلیئر کرو سب کے سامنے نہیں"۔

"مجھے کچھ نہیں کہنا، واپس چھوڑ کے آئیں ڈر لگ رہا ہے مجھے آپ سے"۔

پنچ اور بلیک کلر کے کنٹراسٹ سوٹ میں ہم رنگ کڑھائی والا دوپٹہ گلے میں ڈالے بے یقینی و خفگی سے دیکھتی وہ اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ واصف کو خود پہ کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا۔

"میری زندگی کو عذابوں کے حوالے کر کے کہاں کھو گئیں تم، تمہیں ایسا کرتے ہوئے مجھ پر بالکل ترس نہیں آیا" اس کے شانوں پہ دونوں ہاتھ رکھے کتنا قریب تھا کہ اُس کے سانسوں کی تپش زوباریہ کو اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی۔ اور دل میں حیرت ہی حیرت تھی یہ اُس کا انداز کب تھا، وہ ایسے کب مخاطب ہوتا تھا کیا واقعی رحماء کے سحر سے آزاد ہو گیا تھا وہ۔

"مجھ پر صرف تمہارا جادو چل سکتا تھا جو چل چکا تھا پھر رحماء کی دال کیسے گلتی" وہ جیسے اُس کی سوچ کو پڑھ کر بولا۔

میری سوچوں کی لہر، اُن کی پرواز سے بھی واقف تھے پھر بھی میرے ساتھ اتنا برا کرتے تھے اور کرنے چلے تھے" شکوہ لبوں سے پھسل پڑا۔

"تمہارے ساتھ انہیں اپنے ساتھ برا کر رہا تھا۔ کہ سنبھل گیا اور یہ تمہاری محبت کی سچی لگن، شدت اور تڑپ تھی کہ جس نے بروقت سنبھالا دیا اور گرتے گرتے اُٹھ کھڑے ہوا ہجر کے سائے چھٹے تو محسوس ہوا کہ بہار رُت کے پھول تو میری زندگی میں بہت پہلے کھل چکے تھے۔ لیکن بہاروں کی سنہری شہزادی نے دل کے آنگن میں قدم اتنی خاموشی سے رکھا کہ چاپ دیر بعد سنائی دی"۔ واصف کا خوشبو بکھیر لہجہ، محبت بخشا لمس اُس کے وجود پہ گلاب بن کر کھلا تھا۔

"زندگی کا یہ لمحہ دلآویز بھی تھا اور پرکشش بھی"۔ اُس نے خود پر خوشبو بھری پھوار بن کر برستے پیار کو پا کر سوچا تھا۔

"زندگی بہت خوبصورت ہے۔ محبت اس کی بڑی حقیقت اور تم اس سے بھی زیادہ حسین سچائی ہو ایسی سچائی اور ایسا حسن جس کے بغیر میں نامکمل ہوں" واصف درانی کے اعتراف نے اُس کے گرد پھول ہی پھول کھلا دیے تھے۔ اور وہ بہت سرشار انداز میں اُس کے شانے پہ سر رکھتے ہوئے دلکشی سے مسکرا دی کچھ یوں کہ زندگی کا ہر رنگ چمکنے لگا تھا۔ موسم گل اس کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

☆☆☆

ٹوبہ ٹیک سنگھ اور اس کے گرد و نواح کے دکاندار ماہنامہ حنا، حاصل کرنے کے لیے علی رضا نیوز ایجنسی پروپرائٹر صابر حسین سے رابطہ کریں۔

www.pkdigest.com